سُبحان اللہ ما اجملک ما احسنک ما اکملک

کتھے مہر علی کتھے تیری ثنا گستاخ اکھیں کتھے جا اڑیاں

شرحِ سک متراں دی

نعت

عارف کامل پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی قدس سرہ العزیز

شارح

مفتی محمد خان قادری

کاروانِ اسلام پبلیکیشنز

سبحان اللہ ما اجملک ما اکملک مااحسنک
کتھے مہر علی کتھے تیری ثنا، گستاخ اکھیں کتھے جا اڑیاں



شرح اج سک متراں دی

نعت

عارف کامل پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی قدس سرہ العزیز

شارح

محقق العصر مفتی محمد خان قادری

کاروان اسلام پبلی کیشنز

جامعہ اسلامیہ لاہور

ایچی سن ہاؤسنگ سوسائٹی (ٹھوکر نیاز بیگ) لاہور

0300-4407048/042-7580004/5300353-4

نام کتاب	شرح اج سک متراں دی
شرح کلام	عارف کامل پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی قدس سرہ
باجازت	حضرت پیر سید عبدالحق گیلانی مدظلہ العالی
شارح	مفتی محمد خان قادری
اشاعت اول	۱۲ربیع الاول ۱۴۲۵ھ (ایوانِ مہر علی شاہ، گولڑہ شریف)
اشاعت دوم	جمادی الاولیٰ ۱۴۲۶ھ
ناشر	کاروان اسلام پبلی کیشنز
طابع	محمد فاروق قادری
حروف سازی	محمد ساجد نوری (جامعہ اسلامیہ لاہور)
کمپوزنگ	اسلامیہ کمپوزنگ سنٹر

ملنے کے پتے

کاروان اسلام پبلیکیشنز

جامعہ اسلامیہ لاہور ایچی سن ہاؤسنگ سوسائٹی (ٹھوکر نیاز بیگ) لاہور

0300-4407048/042,7580004,5300353-4

الاهداء

وارث علوم تاجدار بغداد

حضرت سیدنا غوث اعظم ابو محمد محی الدین عبدالقادر

مجدد العصر حضرت سیدنا پیر مہر علی شاہ گیلانی گولڑوی قدس سرہ

کی خدمت میں

جن کی نعت ''اج سک متراں دی''

ایک ایسا الہامی کلام ہے جسے آفاقی شہرت و پذیرائی نصیب ہوئی ہے

وہ ذات گرامی جن سے علامہ اقبال مرحوم جیسے منتخب افراد بھی علمی و روحانی رہنمائی کے لئے رجوع کرتے رہے

☆ جن کا ملت اسلامیہ کے ان مسلمہ بزرگوں میں شمار ہوتا ہے جو واقعی سلف صالحین کی عظمت کا پیکر ہیں

☆ جنہیں اللہ تعالی نے اس دور کے تمام فتنوں خصوصاً قادیانیت پر ضرب کاری کی توفیق عطا فرمائی

گر قبول افتد زہے عز و شرف

محمد خان قادری

جامعہ اسلامیہ لاہور

بروز پیر ۲۹؍اپریل ،۲۰۰۲

فہرست

باب ۹

کس طرح سمیٹوں میں تیرے کرم کی دولت

۲۰ رمئی ۲۰۰۱ء کو حمید نظامی ہال لاہور میں یوم سیدنا پیر مہر علی شاہ علیہ الرحمہ کی تقریب میں شرکت کی سعادت ملی ،اس کے دوسرے دن علامہ نور الٰہی نور، مولانا نزاکت حسین گولڑوی اور نور اکبر شہباز کے ساتھ، حضرت پیر سید غلام معین الحق شاہ گیلانی مدظلہ سے لاہور میں ملاقات ہوئی تو آنجناب نے فرمایا کہ ہم نے راقم الحروف کی کتاب ''شرح سلام رضا'' دیکھی ہے جو ہمیں پسند آئی ہے، آپ اعلیٰ حضرت گولڑوی کی آفاقی نعت ''اج سک متراں دی'' کی بھی شرح لکھ دیں، تاکہ اس سے زیادہ سے زیادہ لوگ مستفید ہوسکیں اور اس کے مفاہیم کو صحیح طور پر سمجھا جا سکے۔ بندہ نے یہ عرض کرتے ہوئے وعدہ کر لیا کہ مجھ کو حضرت سیدنا پیر مہر علی شاہ کی سوانح حیات اور آپ کی تصانیف اور کتب مہیا فرما دی جائیں تاکہ حضرت کے مزاج گرامی سے آگاہی حاصل کر کے اس کام کے قابل ہو جاؤں۔ میں ان شاء اللہ اس پر لکھوں گا، چند دنوں کے بعد محترم محمد صدیق ساجد علوی (ممبر مجلس ماہنامہ مہر منیر) کے ہاتھ آپ نے یہ تمام چیزیں بھجوا دیں، گاہے بگاہے وقت نکال کر ان۔ کے مطالعہ سے لطف اندوز ہوتا رہا بلکہ بسا اوقات حضرت اعلیٰ کے کلمات طیبات پڑھ کر دل میں جھجک بھی پیدا ہو جاتی کہ کہاں ایسے صاحب معرفت کا کلام اور کہاں مجھ جیسا کم علم؟ جسے معرفت کی ہوا بھی نہیں لگی۔ لیکن ادھر سے شرح لکھنے کا اصرار بڑھتا گیا اللہ تعالیٰ کی پاک ذات اور

حضور ﷺ کی نظر عنایت پر بھروسہ کرتے ہوئے ۱۰ر مارچ ۲۰۰۲ء کو کام شروع کیا چند الجھنیں پیش آئیں لیکن صاحب کلام کے وسیلہ سے از خود دور ہوتی چلی گئیں آپ حیران ہوں گے کہ بعض اوقات شعر کی تشریح کرنے بیٹھتا تو ذہن بالکل خالی ہوتا، سوچتا کیا لکھوں گا، لیکن عبارت شعر اور الفاظ کے معانی لکھنے کے دوران ہی اس موضوع پر آیات اور احادیث ذہن میں آجاتیں، جنہیں میں صفحہ قرطاس پر منتقل کرتا چلا جاتا، بعض اوقات اگر کوئی چیز سمجھ میں نہ آتی تو دوران نماز وہ الجھن دور ہو جاتی۔

۱۲ر اپریل بروز منگل، کاروان اسلام کے ناظم نشر واشاعت محبوب الرسول قادری کے ہمراہ ایک بار پھر پیر سید غلام معین الحق گیلانی کی خدمت میں حاضری ہوئی اور چند اشعار کی شرح ان کی خدمت میں پیش کی۔ آپ نے دیکھ کر اس کی تحسین کی اور فرمایا "بہت خوب، مفتی صاحب نے تو بہت تھوڑے وقت میں کام نمٹا لیا ہے" اس سے میرے حوصلوں میں اضافہ ہوا اور کام مزید تیز ہو گیا، اس طرح لگ بھگ پچاس دنوں میں یہ شرح تکمیل پذیر ہوئی، جبکہ اور کام بھی جاری رہے، یہ کاوش کہاں تک کامیاب ہے اس کا فیصلہ اہل علم و فضل پر چھوڑتے ہیں۔

یہاں اتنا ضرور عرض کروں گا کہ الحمد للہ! ذاتی طور پر مجھے یہ شرح لکھنے سے بعض معاملات پر خوب شرح صدر نصیب ہوا ہے جس پر میں بارگاہ ایزدی میں سجدہ شکر بجالاتا ہوں۔

کتاب کی تکمیل پر محترم طارق سلطانپوری تشریف لائے، انہوں نے نعت اور شرح کے حوالے سے فی الفور تاریخی قطعات نظم فرمائے جنہیں شکریے کے ساتھ شامل کیا جا رہا ہے۔ میں حضرت اعلیٰ کے خاندان خصوصاً حضرت صاحبزادہ پیر سید

غلام معین الحق شاہ گیلانی زید مجدہ کا بھی شکر گزار ہوں جنھوں نے مجھے شرح لکھنے کا فرمایا۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ حضرت اعلیٰ کے فیوض وبرکات میں اضافہ فرمائے اوران کے صدقہ میں بارگاہ نبوی میں ہماری یہ حاضری قبول ہواور روزِ قیامت ہم بھی بفضل خدا

''سبحان اللہ ما اجملک ، مااحسنک ما اکملک''

پڑھتے ہوئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جھنڈے ،لوائے حمد کے نیچے جمع ہوں اور دنیااور آخرت میں ہر لمحہ ،اور وقت نزع سے لے کر پل صراط تک ، بلکہ جنت میں بھی حضور ﷺ کی سنگت نصیب ہو

''سب کھوٹیاں تھیسن تد کھریاں''

نوٹ ۔ اس شرح کا اول ایڈیشن گولڑہ شریف سے ۱۲ ربیع الاول ۱۴۲۵ھ کو بنام ''شرح نعت کتھے مہرِ علی، کتھے تیری ثنا'' شائع ہوا

الفقیر الی اللہ

محمد خان قادری

بروز پیر ۱۵ ر صفر ۱۴۲۳ ۔ ۲۹ ر اپریل ۲۰۰۲

جامع رحمانیہ ۲۰۵ ر شادمان لاہور

آئینہ جمالِ خدا، ذاتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

پیر سید غلام معین الحق گیلانی
درگاہ غوثیہ مہریہ گولڑہ شریف

اہل کائنات ازل ہی سے اپنے محبوب کی تعریف میں رطب اللسان ہوتے رہے ہیں جس کی سوچ وفکر کی پرواز جہاں تک تھی اس نے اسی نسبت سے اپنے مرکز نگاہ کی تعریف وتوصیف کا حق ادا کیا۔ اس سلسلے میں شعراء نے مختلف اصناف سخن میں طبع آزمائی کی اور اپنے عشق کے لئے کئی پیرایہ بیان اپنائے۔ لیکن ایک ہستی جس کی پوری کائنات اور خود خالق کائنات نے مدح سرائی کی وہ ذات محمد مصطفیٰ ﷺ ہے۔ آپ ﷺ کی تعریف کے لئے ابتدا میں کوئی خاص ترکیب مستعمل نہ تھی اور نہ ہی کوئی شعری قالب مخصوص تھا تاہم رفتہ رفتہ اللہ کی حمد وثناء کے ساتھ ساتھ آپ ﷺ کی جلالت شان کا تذکرہ لازم وملزوم بنتا گیا اور مختلف اہل دل نے مختلف رنگ میں آپ ﷺ کی صورت، سیرت اور کمالات بیان کئے اور اسے "نعت" کا نام دے دیا گیا نعت کے لفظی معنی تو تعریف کے ہیں مگر اب یہ لفظ کلیۃً حضور ﷺ کے شمائل وخصائل کے بیان کے لئے مخصوص ہو گیا ہے۔ تاہم ہیئت اور شعری تراکیب پر اب بھی کوئی پابندی نہیں اور نظم، غزل، قصیدہ، رباعی، مخمس، مسدس غرضیکہ ہر رنگ میں اور ہر زبان میں آپ ﷺ کی توصیف جاری ہے اور اسے نعت ہی کہا جاتا ہے۔ نعت گوئی محض شاعرانہ مشق سخن نہیں بلکہ "ورفعنالک ذکرک" کی عملی تصدیق وتکمیل ہے جو ربِ ذوالجلال کے فرمان "ان اللہ وملئکتہ یصلون علی النبی یا ایھا الذین امنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما" کی تفسیر ہے۔

نعت رسول اللہ ﷺ کی ذات بابرکات سے گہری محبت اور عشق و وارفتگی کی آئینہ دار اور نعت گو کے عجز و اخلاص، صدق و نیاز ادب و احترام اور ذوق و شوق کی مظہر ہوتی ہے مگر یہ ایک ایسا فن شریف و لطیف ہے جو ہر شخص کے حصے میں نہیں آتا۔ نعت کہنے کے لیے نہ صرف شاعر کی آرزوؤں اور حسیات کا ارتکاز ضروری ہے بلکہ اس پر آنحضور ﷺ کی چشم التفات کا ہونا بھی ضروری ہے، بقول شاعر

"اللہ اگر توفیق نہ دے، انسان کے بس کی بات نہیں"

اسی لیے ہر نعت گو کی خواہش یہی ہوتی ہے کہ

زندگی شکر کے سجدوں میں گزر جائے معین
ایک ہی مصرعہ قبول ان کو اگر ہو جائے

نعت گوئی کی ابتدا سرورِ کائنات، فخر موجودات، سرکارِ دو عالم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے اپنے عہد مبارک میں ہوئی، آپ کی شان میں اشعار موزوں کرنے کا آغاز آپ کے چچا حضرت ابو طالب نے کیا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ، سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنھا، سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنھا اور متعدد دیگر جلیل القدر صحابہ اور صحابیات نے آپ ﷺ کی ذاتِ جامع کمالات کی تعریف و توصیف کر کے اپنی محبت و عقیدت کا اظہار کیا۔ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کو یہ خصوصی شرف حاصل ہے کہ انھوں نے آنجناب ﷺ کے سامنے نعت شریف پڑھی۔ مستند روایات کے مطابق اس دور کے کم و بیش چالیس ممتاز شعراء نے محسن انسانیت ﷺ کی شان اور توصیف بیان کر کے قرطاس و قلم کو زینت دی۔ یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ محبوب خدا ﷺ

کے زمانے سے آج تک مختلف ممالک میں متعدد زبانوں کے بے شمار شعراء اور محبان رسول کریم ﷺ نے رحمت للعالمین، خاتم النبیین کی بارگاہ عالم پناہ میں گل ہائے خلوص و نیاز پیش کرنے کی سعادت حاصل کی ہے۔ شیفتگی و عقیدت مندی کا یہ والہانہ انداز آج بھی جاری ہے اور ان شاء اللہ ہمیشہ جاری رہے گا۔

مطالعہ و مشاہدہ سے صاف عیاں ہے کہ مجدد العصر، فاتح قادیانیت حضرت سیدنا پیر مہر علی شاہ قدس سرہ العزیز کی زندگی کا ہر گوشہ اور ہر لمحہ شریعت و طریقت اور اتباعِ سنت رسول ﷺ کی عکاسی کرتا ہے۔ آپ علیہ الرحمہ کا ہر عمل اور قول احکامِ خداوندی اور ارشادات نبوی ﷺ کی پابندی کا مظہر ہے۔ آپ نے عمر بھر تبلیغ اسلام کا فریضہ ادا کیا اور غیر اسلامی عقائد بالخصوص فتنہ قادیانیت کے خلاف پوری قوت ایمانی سے جہاد کیا اور عالم اسلام کو ایک نہایت خطرناک، شرانگیز سازش سے بچالیا۔

سرکارِ کونین سے لازوال محبت و نسبت سیدنا پیر مہر علی شاہ قدس سرہ العزیز کا جزوِ ایمان تھی اور اسی جذبۂ محبت کے ثمرہ میں سفرحج کے دوران وادیٔ حمراء میں اس الہامی اور آفاقی نعت کا نزول ہوا جو ابدالآباد تک اہل ایمان کے قلب و نظر کو منور کرتی رہے گی اور اہل صدق و صفا آپ کی والہانہ وارداتِ قلبی کے پاکیزہ تجربات سے فیضیاب ہوتے رہیں گے۔ اس تاریخی نعت کا ہر مصرع لاریب، سیرت نبوی کے بارے میں ایمان افروز معلومات کا خزینہ ہے اور ہر لفظ اسرارِ معرفت کا گنجینہ۔ ان اشعار کی شان نزول بھی بدرجہ اتم وجد انگیز ہے جسے سیدنا پیر مہر علی شاہ قدس سرہ العزیز نے اپنی یادداشتوں میں بزبان فارسی رقم فرمایا ہے اور اس کا عکس آپ کی سوانح حیات ''مہر منیر'' میں (ص ۱۳۱ پر) موجود ہے۔ اس تاریخی تحریر کا اردو ترجمہ استاذی

المحترم مفتی فیض احمد فیض صاحب (مولف مہر منیر) نے یوں کیا ہے

''چنانچہ مدینہ کے سفر میں بمقام وادی حمراء ڈاکوؤں کے حملہ کی پریشانی کی وجہ سے مجبوراً عشاء کی سنتیں مجھ سے رہ گئیں۔ مخلصی فی اللہ مولوی محمد غازی مدرسہ صولتیہ میں تعلیم و تدریس چھوڑ کر حسن ظن کی بنا پر بغرض خدمت اس مقدس سفر میں میرے شریک ہوئے تھے۔ ان رفقاء کی معیت میں قافلہ کے ایک طرف سو گیا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ سرور دو عالم ﷺ سیاہ عربی جبہ زیب تن فرمائے تشریف لا کر اپنے جمال باکمال سے مجھے نئی زندگی عطا فرماتے ہیں۔ ایسا معلوم ہوا کہ میں ایک مسجد میں بہ حالت مراقبہ دوزانو بیٹھا ہوں۔ حضور ﷺ نے قریب تشریف لا کر ارشاد فرمایا، آل رسول کو سنت ترک نہیں کرنی چاہیے۔ میں نے اس حالت میں آنجناب ﷺ کی ہر دو پنڈلیوں کو جو ابریشم سے بھی زیادہ لطیف تھیں اپنے دونوں ہاتھوں سے مضبوط پکڑ کر نالہ وفغاں کرتے ہوئے ''الصلوۃ والسلام علیک یارسول اللہ'' کہنا شروع کیا اور عالم مدہوشی میں روتے ہوئے عرض کیا کہ حضور ﷺ کون ہیں؟ جواب میں وہی ارشاد ہوا کہ آل رسول ﷺ کو سنت ترک نہیں کرنا چاہیے۔ تین بار یہی سوال و جواب ہوتے رہے، تیسری بار میرے دل میں ڈالا گیا کہ جب آپ ﷺ ندائے یارسول اللہ سے منع نہیں فرمارہے تو ظاہر ہے کہ خود آنحضرت ﷺ ہیں۔ اگر کوئی اور بزرگ ہوتے تو اس کلمہ سے منع فرماتے۔ اس حسن و جمالِ باکمال کے متعلق کیا کہوں۔ اس ذوق، مستی و فیضان کرم کے بیان سے زبان عاجز ہے اور تحریر لنگ۔ البتہ بادہ خوارانِ عشق و محبت کے حلق میں ان ابیات سے ایک جرعہ اور اس نافہ مشک سے ایک نفحہ ڈالنا مناسب معلوم ہوتا ہے''

میرے جدِ امجد سیدنا پیر مہر علی شاہ قدس سرہ العزیز کی اس تحریر کا آخری جملہ ملاحظہ فرمائیں کہ "اس حسن و جمالِ باکمال کے متعلق کیا لکھوں البتہ بادہ خوارانِ عشق و محبت کے حلق میں ان ابیات سے ایک جرعہ اور اس نافہ مُشک سے ایک نفحہ ڈالنا مناسب معلوم ہوتا ہے" بلاشبہ جمال مصطفویٰ ﷺ کی مئے ناب کا ایک گھونٹ اور آپ ﷺ کی ذاتِ مشکبار و عنبر فشاں کے ذکر کی مہک کا نفحہ جو اس نعت کی صورت میں عطا ہوا اس کی مستی اور خوشبو سے اہل دل اور اہل ذوق رہتی دنیا تک مستفیض ہوتے رہیں گے۔ مولف "مہر منیر" صفحہ ۱۳۳ پر لکھتے ہیں کہ "جن دنوں علامہ اقبال میکلوڈ روڈ لاہور والے گھر میں رہتے تھے شام کے دھندلکوں میں کوئی شخص اس نعت کا پہلا بند

اج سک متراں دی ودھیری اے　　کیوں دلڑی اداس گھنیری اے
لوں لوں وچ شوق چنگیری اے　　اج نیناں لائیاں کیوں جھڑیاں

ترنم سے پڑھتا جا رہا تھا۔ علامہ اقبال نے اپنے ملازم کو دوڑا کر اس شخص کو بلوایا اور ساری نعت سنی

سبحان اللہ ما اجملک　　ما احسنک ما اکملک
کتھے مہر علیؒ کتھے تیری ثنا　　گستاخ اکھیں کتھے جا اڑیاں

جب نعت کے مقطع میں سیدنا پیر مہر علی شاہ قدس سرہ العزیز کا نام سنا تو کہا "اب معلوم ہوا، اس کلام میں اتنا بے پناہ درد و اثر کیوں ہے" اس نعت کی عالمگیر شہرت اور مقبولیت کے پیش نظر ضرورت محسوس کی گئی کہ اس کے پڑھنے اور سننے والوں کو اس کے معانی و مطالب اور اس کے اشعار میں مضمر علم و حکمت اور دین و معرفت کے اسرار و رموز سے

پوری طرح آگاہی مہیا کی جائے۔ چنانچہ حمید نظامی ہال لاہور میں سیمینار بیاد ''پیر سید مہر علی شاہ'' کی تقریب کے موقع پر ۲۰۰۱ء میں مولانا مفتی محمد خان قادری صاحب سے راقم الحروف کی پہلی ملاقات ہوئی۔ جب اگلی دفعہ لاہور جانا ہوا تو وہ قیام گاہ پر تشریف لائے اور ناچیز نے اس اہم ضرورت کا تذکرہ کرتے ہوئے ان سے کہا کہ اگر اس نعت کی شرح کا کام ان کے ہاتھوں سرانجام پائے تو خوشی ہوگی۔ لہٰذا انھوں نے اس نعت کی تشریح وتوضیح کی اہم ذمہ داری قبول کر لی اور اپنے علمی اور دینی تجربہ کو بروئے کار لاتے ہوئے عوام کو علم وحکمت کے اس عظیم اور گراں قدر خزینۂ معارف سے مستفیض ہونے کا موقع فراہم کیا۔ جب انھوں نے نعت شریف کا مسودہ میری طرف بھجوایا اور میں نے پڑھا تو ازحد خوشی ہوئی کہ جناب مفتی محمد خان قادری صاحب نے بے حد جانفشانی اور دیدہ ریزی سے کام لیا ہے اور اعلیٰ حضرت گولڑویؒ کی اس شہرۂ آفاق نعت کی نہایت جامع اور مکمل ومدلل تشریح تحریر کی ہے۔ یہ ایک نادر علمی شاہ کار ہے۔ اس کتاب میں اعلیٰ حضرت گولڑوی علیہ الرحمہ کی نعت شریف کے علمی وادبی گوشے بھی اجاگر ہوئے ہیں اور ہمارے آقا ومولا ﷺ کی سیرت وصورت مبارکہ کے بارے میں مستند حوالے بھی منظر عام پر آگئے ہیں، یوں یہ کتاب جو لگ بھگ تین سو صفحات پر محیط ہے، اسرار الٰہیہ اور سیرت نبوی ﷺ کا ایک گنج بے بہا بن گئی ہے۔

علامہ صاحب نے ہر مصرعہ کے معنیٰ بیان کرنے کے بعد اس کا علمی اور تاریخی پس منظر اور اس حوالے سے آیات واحادیث مبارکہ، اقوال صحابہ وتابعین وجمہور علماء محدثین و علماء سیرت کے اقوال زریں کو علمی وتحقیقی انداز سے زینت قرطاس کیا ہے تا کہ نہ صرف شمع رسالت کے پروانوں کا سوز اور عشق زیادہ ہو بلکہ وہ اس ذریعے اور وسیلے

سے جلوۂ حق تک رسائی بھی حاصل کرلیں

آئینہ جمال خدا، ذات مصطفیٰ
اس آئینے میں حق کی سدا جستجو کریں

دلی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب پاک ﷺ کے طفیل تمام قارئین کو اس کتاب کے مندرجات سے استفادہ کرنے کے قابل بنائے اور انھیں آنحضور ﷺ سے نسبت کے ذریعے حق تعالیٰ سے واصل ہونے کی توفیق بخشے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے آنحضور ﷺ کے تمام نام لیواؤں کو اپنے قرب اور دولتِ سوز وگداز سے نوازے اور انھیں آنحضور ﷺ کے آئینہ رخ پر نور میں جمال خداوندی کے انوار دیکھنے کی سعادت سے نوازے، انھیں عشق رسول ﷺ کی دولت نصیب فرمائے اور ان کی عارف کامل، حجۃ الاسلام، سیدنا پیر مہر علی شاہ قدس سرہ العزیز سے روحانی نسبت کو فروغ عطا فرمائے...... آمین ثم آمین بجق خاتم النبیین ﷺ

عارف کامل کی آفاقی نعت

کہنے کو تو نعتیں سب نے کہیں، یہ نعت نصیؔر آفاقی ہے
کتھے مہؔر علی کتھے تیری ثناء، کیا خوب کہا سبحان اللہ

-۱-

اج سک متراں دی ودھیری اے	کیوں دلڑی اداس گھنیری اے
لوں لوں وچ شوق چنگیری اے	اج نیناں لائیاں کیوں جھڑیاں

-۲-

الطیف سریٰ من طلعته	والشذو بدیٰ من وفرته
فسکرت هنا من نظرته	نیناں دیاں فوجاں سر چڑھیاں

-۳-

مکھ چند بدر شعشانی اے	متھے چمکے لاٹ نورانی اے
کالی زلف تے اکھ مستانی اے	مخمور اکھیں ہن مدھ بھریاں

-۴-

دو ابرو قوس مثال دسن	جیں توں نوک مژہ دے تیر چھٹن
لباں سرخ آکھاں کہ لعل یمن	چٹے دند موتی دیاں ہن لڑیاں

-۵-

اس صورت نوں میں جان آکھاں	جانان کہ جان جہان آکھاں
سچ آکھاں تے رب دی شان آکھاں	جس شان توں شاناں سب بنیاں

-۶-

ایہہ صورت ہے بے صورت تھیں	بے صورت ظاہر صورت تھیں
بے رنگ دسے اس مورت تھیں	وچ وحدت پھٹیاں جد گھڑیاں

-۷-

دسے صورت راہ بے صورت دا　　توبہ راہ کی عین حقیقت دا
پر کم نہیں بے سوجھت دا　　کوئی ورلیاں موتی لے تریاں

-۸-

ایہا صورت شالا پیش نظر　　رہے وقت نزع تے روز حشر
وچ قبر تے پل تھیں جد ہوسی گذر　　سب کھوٹیاں تھیسن تد کھریاں

-۹-

یعطیک ربک داس تساں　　فترضیٰ تھیں پوری آس اساں
لج پال کریسی پاس اساں　　واشفع تشفع صحیح پڑھیاں

-۱۰-

لاہو مکھ تو مخطط برد یمن　　من بھانوری جھلک دکھاؤ سجن
اوہا مٹھیاں گالیں الاؤ مٹھن　　جو حمراء وادی سن کریاں

-۱۱-

حجرے توں مسجد آؤ ڈھولن　　نوری جھات دے کارن سارے سکن
دو جگ اکھیاں راہ دا فرش کرن　　سب انس و ملک حوراں پریاں

-۱۲-

انہاں سکدیاں تے کرندیاں تے　　لکھ واری صدقے جاندیاں تے
انہاں بردیاں مفت وکاندیاں تے　　شالا آون وت بھی اوہ گھڑیاں

-۱۳-

سبحان اللہ ما اجملک　　ما احسنک ما اکملک
کتھے مہر علی کتھے تیری ثنا　　گستاخ اکھیں کتھے جا اڑیاں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ منشئ الخلق من عدم
ثم الصلاۃ علی المختار فی القدم

انسانی تخلیقات میں شاعری ایک نہایت لطیف تخلیق ہے اور جب اس شاعری کا موضوع جناب حبیب خدا ﷺ کی مدح ہو تو اس شاعری کی لطافت کا کیا کہنا، تاہم اکثر شعراء نے نعت میں کائنات کے اسرار سمودیے ہیں اور یوں نعتِ سرور کائنات دراصل صحیفۂ عالم کا خلاصہ بن گئی ہے۔ اس میں ہر اک انداز جدا جدا ہے اور ہر ایک فن کی باریکیوں کو اپنے طریقے سے نبھایا ہے۔

غیبت سے شہود

علم معانی کی اصطلاح میں غیبت سے خطاب یا خطاب سے غیبت اور تکلم کی طرف جانے کو التفات کہا جاتا ہے، یعنی ایک آدمی پہلے اپنے محبوب و ممدوح سے مخاطب نہیں ہوتا بلکہ محبّ اس کی صفات کا تذکرہ کرتے کرتے اس قدر محو ہو جاتا ہے کہ وہ غیبت سے حضور میں آکر محبوب سے مخاطب ہو جاتا ہے، مثلاً سورۃ الفاتحہ کا انداز ذرا ملاحظہ کریں جو اللہ تعالیٰ کی حمد پر مشتمل ہے کہ بندہ جب اپنے محبوب حقیقی کی حمد کرتا ہے تو وہ پہلے خطاب نہیں کرتا بلکہ غائبانہ طور پر اس کی حمد شروع کرتا ہے، جب اس حمد کے سہارے اسے اپنے محبوب کے حریم کا قرب نصیب ہو جاتا ہے تو پھر وہ اپنے محبوب

سے مخاطب ہو جاتا ہے' سورۃ الفاتحہ کے پہلے الفاظ مبارکہ ہیں

الحمد للہ رب العالمین الرحمن الرحیم مالک یوم الدین	تمام حمد اللہ کے لیے جو تمام جہانوں کا پالنہار ہے سب سے زیادہ رحمت والا اور مہربان، مالک بدلے کے دن کا

(الفاتحہ، ا۔۳)

اس کے بعد الفاظ یہ ہیں

ایاک نعبدو ایاک نستعین (الفاتحہ،۴)	ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ سے ہی مدد مانگتے ہیں

آپ نے ملاحظہ کیا ادب یہی ہے کہ ابتدا خطاب سے نہ کی جائے۔ امام ناصر الدین عبداللہ بیضاوی (متوفی ، ۶۸۵) اسی آیت کی تفسیر میں یہی نقطہ واضح کرتے ہوئے لکھتے ہیں

پہلے واضح کیا کہ حمد کے لائق وہی ذات ہے جو تمام جہانوں کی پالنہار ہے اور وہ رحمٰن، رحیم اور مالک ہے' پھر کہا ''ایاک نعبد'' یعنی اے ذاتِ اقدس جس کی عظمت یہ ہے ہم تجھے ہی عبادت کے لائق مانتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد کے طلبگار رہیں، ایسا کیوں؟

لیکون ادل علی الاختصاص و الترقی من البرھان الی العیان و الانتقال من الغیبة الی الشھود فکان المعلوم صار	تا کہ اختصاص پر زیادہ واضح دلالت ہو اور برہان سے عیان اور غیبت سے شہود کی طرف ترقی ہو گویا اب معلوم آنکھوں کے سامنے ہے معقول حاضر

عياناً والمعقول شاهدًا والغيبة حضوراً

ہے اور جو غائب ہے سامنے آجاتا ہے

اس کے بعد لکھتے ہیں

بنى اول الكلام على ماهو مبادى حال العارف من الذكر والفكر و التأمل فى اسمائه والنظر فى الاله والا ستدلال بصنائعه على عظيم شانه و بامر سلطانه ثم قفّى بما هو منتهى امره و هوان يخوض لجة الوصول و يصير من اهل المشاهد فيراه عياناً و يناجيه شفاهاً (انوار التنزیل،۱=۶۳)

کلام کی ابتداعارف کے حال مبادی سے کی اور وہ محبوب کے اسماء کا تذکرہ، فکر اور ان میں تامل۔ اس کی نعمتوں پر نظر اس کی عظیم شان اور امور سلطانی پر یہ استدلال ہے اس کے بعد منتہی اور مقصود کا ذکر ہے اور حالت مشاہدہ میں دخول ہے کہ محبوب کو سامنے پاکر اس سے بالمشافہ مناجات کی جائے

پیار جب حد سے بڑھا سارے تکلف مٹ گئے
آپ سے تم، تم سے تو، پھر اپنا عنواں ہو گئے

ابتدا بطریق تجرید

اسی طرح شعراء کا مسلّم اصول ہے کہ وہ اپنے نفس کو غیر اور اجنبی سمجھ کر اس سے سوال وجواب کرتے ہیں اسے ان کی اصطلاح میں ''تجرید'' کہا جاتا ہے

یہی وجہ ہے امام شرف الدین محمد بن سعید بوصیری (متوفی ،۶۹۴) نے اپنا مشہور قصیدہ ان اشعار سے شروع کیا

امن تذکر جیران بذی سلم مزجت د معاجری من مقلة بدم

ام ھبت الریح من تلقأ کاظمة اوا ومض البرق فی الظلماء من اضم

فما لعینیک ان قلت اکففا ھمتا وما لقلبک ان قلت استفق یھم

(کیا تو نے مقام ذی سلم کے ہمسایوں کی یاد میں آنسوؤں کو خون آلود کرلیا ہے؟ کیا مقام کاظمہ کی طرف سے ہوا آرہی ہے یا شب تاریک میں کوہِ اضم سے بجلی چمک رہی ہے؟ تیری آنکھوں کو کیا ہوگیا ہے اگر انہیں تھم جانے کا کہتا ہے تو یہ اور زیادہ برسنے لگتی ہیں اور تیرے پہ کونسی پریشانی آپڑی کہ اگر تو اسے سنبھلنے کا کہے تو اس میں اضطراب زیادہ ہوجاتا ہے)

شارح قصیدہ بردہ شیخ ابراہیم بیجوری (متوفی ،۱۲۷۷ھ) رقمطراز ہیں

وقد جرت عادة الشعراء بانھم یجردون من انفسھم شخصا یحاورونه دلالاً و عتاباً و سوالاً و جواباً

شعرا کا طریقہ ہے کہ وہ اپنے نفوس کو جدا سمجھ کر اس سے محبت٬ عتاب اور سوال و جواب پہ مشتمل گفتگو کرتے ہیں

اس کے بعد اس کی حکمت واضح کرتے ہیں

ایھاماً لندرة خبیر یظھرون رموز العشق علیه و تخییلاً لقلة صدیق یضمرون کنوز

کیونکہ ایسا باخبر کم ہی ملتا ہے جس سے رموز عشق کے بارے میں گفتگو کی جائے اور یہ خیال بھی ہوتا ہے کہ

الحب　　ایسے دوست کم ہی ہوتے ہیں جن سے
(شرح البردۃ، ۸)　　محبت کے خزانے مخفی رکھے جاتے ہیں

نعت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدیوں پرانے اسالیب میں ہر عہد اور ہر زبان میں اضافے ہوتے رہے ہیں۔اس ضمن میں بیسویں صدی عیسوی یعنی چودھویں صدی ہجری کے مجدد، حضرت قبلۂ عالم سیدنا پیر مہر علی شاہؒ کی کہی ہوئی مشہور زمانہ نعت جو اس کتاب کا موضوع بھی ہے اور حاصل بھی، خصوصاً قابل توجہ ہے۔ یہ کلام اپنی فنی خوبیوں، معنوی گہرائی اور حسن بیان کے سبب ایک منفرد مقام کا حامل ہے۔

یہ نعت لکھنے والے قرآن و سنت کے رموز اور شعراء کے ان اصولوں سے خوب آگاہ ہیں، لہٰذا انہوں نے غیبت و شہود کی اعلیٰ کیفیات اور صنعت تجرید کو مدنظر رکھتے ہوئے آفاقی نعت کی ابتدائیوں کی

باب ۱

''سک متراں'' کی تشریح

ایک غلط فہمی کا ازالہ

مسکراہٹیں رخصت ہو گئیں

وصال یار غار کا سبب

فراق محبوب میں سواری پر کیا گذری؟

محبت الٰہی میں کیفیت قلب نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

محبت الٰہی میں حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آنسو

علاماتِ محبت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

--- ۱ ---

اج سک متراں دی ودھیری اے کیوں دلڑی اداس گھنیری اے

لوں لوں وچ شوق چنگیری اے اج نیناں لائیاں کیوں جھڑیاں

الفاظ کے معانی

اج، آج۔ سک، یاد، محبت، کشش، تانگ۔ متراں، متر کی جمع، محبوب (یہاں ذات محبوب خدا مراد ہیں) دی، کی۔ ودھیری، بہت زیادہ۔ اے، ہے۔ دلڑی، دل۔ گھنیری، ڈاڈی۔ بہت زیادہ۔ لوں، جسم پر ہر بال کی جڑ۔ وچ، میں۔ چنگیری، آگ کا بھڑکنا۔ نیناں، نین (آنکھ) کی جمع۔ لائیاں، برسنے لگ گئیں۔ جھڑیاں، جھڑی کی جمع، بارش (یہاں آنکھوں کا آنسو بہانا مراد ہے)

شعر کا مفہوم

آج دل بہت زیادہ اداس، جسم کے ہر ہر لوں میں شوق کی بہار اور آنکھوں سے آنسو کیوں رواں ہیں؟ اس لئے کہ محبوب کی یاد نے آستایا ہے۔

شعر کی تشریح

جب انسان کا دل کسی سے لگ جائے تو اس کی یاد کا آنا، اس کے ہجر و فراق میں اداس ہونا اور اس کے وصال کے لئے تڑپنا اور رونا لازمی امر ہے۔

سک متراں دی

یہی وجہ ہے کہ آہِ سرد اور چشم تر علاماتِ عشق قرار پائیں، خود باری تعالیٰ نے اپنے عشاق کی علامات کی نشاندہی کرتے ہوئے فرمایا کہ میرے چاہنے والے میری محبت میں اس حال میں ہیں کہ

تتجافی جنوبھم عن المضاجع یدعون ربھم خوفا و طمعا	ان کے پہلو بستروں پر نہیں لگتے وہ خوف وشوق کی کیفیت میں اپنے رب کو پکارتے ہیں
(السجدۃ،۱۶)	

دوسرے مقام پر فرمایا

والذین یبیتون لربھم سجدًا و قیامًا	ان کی راتیں اس حال میں بسر ہوتی ہیں کہ اپنے رب کو یاد کرتے ہیں کبھی حالت سجدہ میں اور کبھی حالت قیام میں
(الفرقان،۶۴)	

تیسرے مقام پر فرمایا

کانوا قلیلاً من اللیل ما یھجعون و بالاسحار ھم یستغفرون	وہ راتوں کو کم سوتے ہیں اور وہ اٹھ اٹھ کر اپنے محبوب سے معافی مانگتے ہیں (کہ کہیں وہ ناراض نہ ہو جائے)
(الذاریات،۱۸-۱۷)	

عارف کھڑی میاں محمد بخش رحمہ اللہ تعالیٰ نے انہی کیفیات کو یوں بیان کیا

رات پوے تے بے درداں نوں نیند پیاری آوے
دردمنداں نوں تانگ سجن دی ستیاں آن جگاوے

ہتھ کار ول دل یار ول

ان کی یادوں کا عالم یہ ہو جاتا ہے کہ صرف راتوں کو ہی ان کی نیند ختم نہیں ہو جاتی بلکہ وہ دن کے اُجالے میں جہاں بھی ہوں' کسی حال میں ہوں' دفتر میں ہوں یا مسجد میں' مصلیٰ پر ہوں یا دکان پر، ان کا دل اپنے محبوب کی طرف ہی رہتا ہے' دنیا کی زیب وزینت ان کو اپنی طرف نہیں کھینچ سکتی، ارشاد فرمایا

رجال لا تلهيهم تجارة ولا بيع عن ذكر الله (النور، ۳۷)

کچھ (عاشق) مرد ایسے ہیں جنہیں کوئی تجارت اور خرید وفروخت اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل نہیں کر سکتی

غلط فہمی کا ازالہ

آپ نے دیکھا ہوگا کہ اکثر اہل معرفت وادب اپنے کلام میں اپنے لئے مذکر کی بجائے مونث کا کلمہ استعمال کرتے ہیں جیسا کہ اعلیٰ حضرت گولڑوی نے اس نعت میں دلڑی کا صیغۂ تانیث استعمال کیا۔ آنجنابؒ ایک اور مقام پر لکھتے ہیں

روندیاں نیناں نوں سمجھا رہی لکھیا پڑھیا سب بھلا رہی
ہک نام سجن دا گا رہی رگ رگ تے لوں لوں ساہاں نال

(مرأۃ العرفان، ۲۲)

کسی اہل محبت نے لکھا

میں بلبل باغ مدینے دیہاں کی کرنا باغ بہاراں نوں
میں وچھڑی پاک محمد توں اگ لاواں انہاں گلزاراں نوں

پنجابی زبان کے صوفی شعراء کا عمومی قاعدہ ہے کہ وہ اپنے آپ کو عشق میں مؤنث کے طور پر ذکر کرتے ہیں۔ جس سے ان کا مقصود بندگی، عاجزی اور محکومی کا اظہار کرنا ہوتا ہے۔ اس سلسلے میں حضرت خواجہ غلام فرید چشتی علیہ الرحمہ کا یہ مصرعہ ملاحظہ کیجیے

باندی تے بردی تیں دلبر دی اویار
(اے میرے محبوب! میں تیری کنیز اور خریدی ہوئی خدمت گار ہوں)

اس طرز خطاب کی اصل غرض وغایت یہ ہے کہ وہ جس محبوب کا تذکرہ کرتے ہیں اس سے مراد یا تو ذات باری تعالیٰ عز اسمہ ہوتی ہے یا مولائے کائنات، فخر موجودات حضرت محمد ﷺ کی ذات گرامی جو کہ قوت اور حاکمیت کے مظہر ہیں۔ ان عظیم ہستیوں کے مقابلے میں شاعر اور عاشق اپنے آپ کو کمزور اور بے سہارا عورت سے تشبیہ دیتا ہے اور اپنے لیے مسکین، نمانی، باندی، بردی، نوکر، چاکر اور خادمہ جیسے الفاظ استعمال کرتا ہے۔

فارسی شاعری میں ایسی بکثرت مثالیں ملتی ہیں، جیسا کہ کہا گیا ہے

نمی گویم کہ در حشمت عزیزم
کنیز انِ تُرا کمتر کنیزم

قرآن وسنت سے بے بہرہ لوگ جب ایسے اشعار سنتے ہیں تو فی الفور ان پر یہ کہتے ہوئے طعن شروع کر دیتے ہیں کہ دیکھو یہ مرد ہو کر اپنے اپ کو عورت قرار دے

رہا ہے، یہ مذکر ہونے کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کی ناشکری کررہا ہے کہ اس نے اسے مرد بنایا اور یہ خاتون بننے کی کوشش کررہا ہے۔

کاش! ایسے لوگ کسی اہل معرفت سے قران سیکھتے تو ان پر یہ حقیقت روزِ روشن سے بھی زیادہ واضح ہوجاتی کہ انہوں نے یہ بات اپنی طرف سے نہیں گھڑی بلکہ قرآن کی روشنی میں بطورِ تواضع یہ بات کہہ رہے ہیں' چونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے کامل عشاق کو رجال (مرد) کا نام دیتے ہوئے فرمایا

رجال لا تلھیھم تجارۃ ولا بیع عن ذکر اللّٰہ (النور، ۳۷)

کچھ (عاشق) مرد ایسے ہیں جنہیں کوئی تجارت اور خرید وفروخت اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل نہیں کرسکتی

تو جب یہ اپنے اوپر نظر ڈالتے ہیں تو وہ اس مقام کے اپنے آپ کو اہل نہیں سمجھتے، لہٰذا وہ مرد کہلانے کے بجائے مونث کا لفظ استعمال کرتے ہیں تا کہ محبوب کے فرمان کا ادب کیا جائے۔ اس کے علاوہ ان کی نظر اس فرمانِ مبارک پر بھی ہوتی ہے کہ طالب الدنیا مخنث (دنیا کا طالب ہیجڑا ہوتا ہے) اور اللہ کا طلب گار ہی حقیقۃً مرد ہوتا ہے۔

بالغ کا مفہوم

جیسا کہ ہمارے ہاں بالغ کی اصطلاح ہے' اس کی علامات اور عمر کی حد بندی ہے کہ پندرہ سال کی عمر میں آدمی بالغ ہوتا ہے مگر صوفیہ کی اصطلاح میں بالغ اسے کہا جاتا ہے جسے رب کریم کی معرفت نصیب ہوجائے' اگر یہ کمال حاصل نہیں ہوا تو وہ انسان خواہ وہ انسان کتنی ہی عمر پائے وہ ان کے ہاں نابالغ ہی سمجھا جاتا ہے' ان

اصطلاحات سے آگاہی کے بغیر ان پر گفتگو کرنا مناسب نہیں۔اس لیے صوفیہ کے کلام پراس کے مکمل سیاق وسباق میں غور کرنا ضروری ہے۔

دلڑی اداس گھنیری

محبوب کی یاد ہی نہیں آ رہی بلکہ اس کے وصال کے لئے دل بہت زیادہ اداس ہو گیا ہے واقعتہً جن لوگوں نے محبوب خدا ﷺ کے جلوہ حسن کا نظارہ خواہ خواب میں کیا ہے وہ اداس نہ ہوں تو کون ہو گا؟ حضور ﷺ کے وصال پر جو قیامت صحابہ پر گزری اسے الفاظ میں لایا نہیں جا سکتا۔

مسکراہٹیں رخصت ہو گئیں

بعض صحابہ بیٹھے تھے اٹھ نہ سکے، بعض بہرے ہو گئے، بعض خاموش، بعض پر سکتہ طاری ہو گیا، حتیٰ کہ بعض نے مسکرانا ترک کر دیا، حضرت ابوجعفر رضی اللہ عنہ سیدہ عالم حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بارے بیان کرتے ہیں

مارأيت فاطمة رضى الله عنها ضاحكة بعد رسول الله	میں نے آپ ﷺ کے وصال کے بعد کبھی بھی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو مسکراتے ہوئے نہیں دیکھا
(طبقات ابن سعد، ۲=۸۴)	

سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے ہے کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا حضور ﷺ کے مزارِ اقدس پر حاضر ہوئیں، مٹی اٹھا کر آنکھوں سے لگائی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔اس وقت انھوں نے یہ اشعار کہے

ما ذا من شم تربة احمد

ان لا يشم لدى الزمان غواليا

صبت علي مصائب لو انها

صبت على الايام صرن لياليا

(الوفا لابن جوزی،۲=۴۰۳)

(جس نے آپ ﷺ کے مزارِ اقدس کی خاک سونگھ لی' اسے زندگی بھر دوسری خوشبو کی ضرورت نہیں' آپ ﷺ کے وصال و جدائی سے مجھ پر اتنے عظیم مصائب آئے اگر وہ دنوں پر آتے تو وہ رات میں ڈھل جاتے)

اب دنیا تاریک ہوگئی

جب جلوہ محبوب سامنے نہ ہوتو محبّ کا دل اس قدر اداس ہو جاتا ہے کہ اسے تمام دنیا تاریک دکھائی دیتی ہے حضور ﷺ کے خادمِ خاص حضرت انس رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کی مدینہ طیبہ آمد اور آپ کے وصال کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جب آپ ﷺ کی مدینہ طیبہ تشریف آوری ہوئی تو ہر شے روشن ہوگئی

فما كان اليوم الذى مات فيه اظلم منها كل شئ

اور جس دن آپ ﷺ کا وصال ہوا مدینہ کی ہر شے پر تاریکی چھا گئی

(شمائل ترمذی،۳۴)

لگتا نہیں دل میرا اب ان ویرانوں میں

شارح بخاری امام محمد بن یوسف کرمانی (متوفی،۷۸۶) نقل کرتے ہیں

جب سرورِ عالم ﷺ کا وصال مبارک ہوا تو سیدنا بلال رضی اللہ عنہ نے دل نہ لگنے کی وجہ سے شہر مدینہ چھوڑنے کا ارادہ کر لیا، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو جب ان کے ارادہ کا علم ہوا تو آپ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے اس ارادہ کو ترک کرنے کا فرمایا اور کہا آپ کو چاہیے کہ پہلے کی طرح رسول اللہ ﷺ کی مسجد میں اذان دیا کریں۔ سیدنا بلال رضی اللہ عنہ نے یہ بات سن کر عرض کیا

انی لا ارید المدینة بدون رسول اللّٰه ﷺ ولا اتحمل مقام رسول ﷺ خالیاً عنه

اب اپنے محبوب کریم ﷺ کے بغیر شہر مدینہ میں جی نہیں لگتا اور نہ ہی ان مقامات کو خالی دیکھنے کی قوت ہے جن میں آپ تشریف فرما ہوا کرتے تھے

(الکواکب الدراری، ۱۵=۲۴)

بخاری کی روایت میں ان الفاظ میں جواب ہے، اے ابوبکر! اگر تم نے مجھے اپنی ذات کے لئے خریدا تھا تو مجھے یہاں روک لیجیے اور اگر

ان کنت انما اشتریتنی للّٰه فدعنی

اور اگر تم نے مجھے اللہ کی رضا کی خاطر خریدا تھا تو مجھے جانے دیں

(البخاری، ۲=۵۳۱)

کیونکہ میرا یہاں رہنا سخت مشکل و دشوار ہے۔

وصالِ یارِ غار کا سبب

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میرے والد گرامی سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سارا دن رسول ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر رہتے

تھے جب عشاء کی نماز سے فارغ ہو کر گھر آتے تو جدائی کے یہ چند لمحات کا ثنا ان کے لیے دشوار ہو جاتا، وہ ساری رات ماہی بے آب کی طرح بیتاب رہتے، ہجر وفراق میں جلنے کی وجہ سے ان کے جگر سوختہ سے اس طرح آہِ سرد اٹھتی جس طرح کوئی چیز جل رہی ہو اور یہ کیفیت اس وقت تک جاری رہتی جب تک اپنے محبوب کریم ﷺ کے چہرہ اقدس کو دیکھ نہ لیتے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں، سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے وصال کا سبب ہجر وفراق رسول ہی ہے آپ کا جسم اقدس اس فرقت میں نہایت ہی لاغر و کمزور ہو چکا تھا

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی موت کا سبب غم محبوب ﷺ ہے، یہی وجہ ہے کہ فراق میں ان کا جسم لاغر ہو گیا تھا	كان سبب موت ابى بكر الكمد على رسول الله ﷺ فما زال جسمه يحوى حتى مات

(مسند ابی بکر الصدیق، ۱۹۸)

اب دنیا قابل دید نہیں رہی

حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ کے بارے میں منقول ہے جب انہیں جانِ عالم ﷺ کے وصال کی خبر ملی وہ اپنے کھیت میں کام کر رہے تھے، اپنے محبوب ﷺ کے وصال ارتحال کی خبر سنتے ہی انہوں نے اللہ رب العزت کی بارگاہ میں ہاتھ اٹھا دیے اور عرض کیا

اے میرے اللہ! میری آنکھیں واپس	اللهم اذهب بصرى حتى لا

ارٰی بعد حبیبی محمدًا احدا — لے لے تا کہ میں اپنے حبیب ﷺ کے بعد کسی دوسرے کو نہ دیکھ سکوں

ان کی دعا اس قدر سچی اور پرخلوص تھی کہ اللہ تعالیٰ نے قبول فرمائی

فکف بصرہ — اور ان کی آنکھیں واپس لے لیں

(المواہب اللدنیہ، ۲=۹۴)

فراق محبوب میں سواری پر کیا گزری

یہ تو آپ نے ''دلڑی اداس گھنیری'' کی کیفیات انسانوں میں ملاحظہ کیں، کچھ حیوانات کے حوالے سے بھی پڑھ لیں۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی آپ ﷺ کے وصال مبارک کے بعد فراق کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں، جس اونٹنی پر آپ ﷺ سواری فرماتے

علف نمی خورد و آب نمے نوشید تا آنکہ مرد — اس نے اپنے مرنے تک نہ چارہ کھایا اور نہ پانی پیا

(مدارج النبوۃ، ۲=۴۴)

اور جس گوش دراز کو آپ نے سواری کا شرف بخشا تھا جب اسے آپ کے وصال کا پتہ چلا تو

چنداں حزن کرد کہ خود را در چاہے انداخت — وہ اس قدر غمزدہ و اداس ہوا کہ کنویں میں چھلانگ لگا کر چل بسا

(مدارج النبوۃ، ۲=۴۴۴)

استن حنانہ اور ہجر نبوی

اب آیئے اس کھجور کے تنے کی بات کرتے ہیں جو حضور ﷺ کے فراق میں بچے کی طرح بلک بلک کر رو دیا۔ آپ نے دست شفقت رکھ کر تسلی دی تو وہ خاموش ہو گیا۔ ابتدائی دور میں حضور علیہ السلام مسجد نبوی میں کھجور کے ایک خشک تنے کے ساتھ کھڑے ہو کر خطبہ ارشاد فرمایا کرتے۔ اس سے آپ ﷺ کو کافی دیر کھڑا ہونا پڑتا۔ صحابہ پر یہ بات شاق گزری۔ انہوں نے عرض آقا کیوں نہ ہم آپ کے لئے منبر بنوالیں جس پر بیٹھ کر آپ خطبہ ارشاد فرمایا کریں۔ بعض روایات کے مطابق یہ درخواست گزار ایک خاتون تھی۔ جس نے کہا میرا بیٹا بڑھئی ہے اگر اجازت ہو تو میں منبر بنوا کر پیش کر دوں۔ آپ نے یہ درخواست منظور فرما کر اجازت مرحمت فرما دی۔ منبر بن کر مسجد میں نبوی میں آ گیا۔ جب آئندہ جمعہ حبیب خدا ﷺ اس کے پاس سے گزر کر منبر پر تشریف فرما ہوئے تو اس نے زار و قطار رونا شروع کر دیا۔ یہ رونا اور بلکنا کوئی فرضی یا خیالی بات نہ تھی بلکہ اس کو دیکھنے اور سننے والے امین اور صادق صحابہ تھے جنہوں نے اس کو مختلف انداز میں بیان کیا۔ ایک روایت میں ہے

تأن انین الصبی — وہ بچوں کی طرح سسکیاں لے لے کر رویا

دوسری روایت کے الفاظ ہیں

فسمعنا لذلک الجذع صوتاً کصوت العشار — ہم نے اسے اس طرح روتا ہوا سنا جیسے اونٹنی اپنے بچے کے فراق میں روتی ہے

تیسری روایت میں ہے

فخار الجذع کما تخور البقرة جزعاً — جس طرح بچھڑا اپنی والدہ کے فراق میں آواز نکالتا ہے

امام شافعی علیہ الرحمہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں

خار حتی تصدع و انشق — اتنے دردناک انداز میں رویا کہ وہ پھٹ گیا (شمائل الرسول لابن کثیر، ۲۹۸)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں ہے

حتی ارتج المسجد لخوارہ — اس کی آواز سے مسجد گونج اٹھی

روایت سہیل میں ہے

و کثر بکاء الناس لما رأوا به — اس کا رونا دیکھ کر صحابہ میں چیخ و پکار شروع ہوگئی (تحقیق الفتوی، ۲۲۹)

وہ کیا دردناک منظر ہوگا جب صحابہ کے سامنے کھجور کا تنا ہجر و فراقِ محبوب میں رو رہا ہو گا۔ اور صحابہ پر بھی رقت طاری ہوگئی۔ حضور علیہ السلام اسی وقت منبر سے نیچے تشریف لے آئے اور

فاعتنقها فلم یزل حتی سکنت — اسے بغل میں لے کر دلاسا دیتے رہے یہاں تک کہ وہ خاموش ہوگیا

یہ واقعہ تمام مستند محدثین اور مؤرخین نے بیان کیا ہے۔ دارمی میں ہے کہ اسے آپ ﷺ نے فرمایا اے کھجور کے تنے! اپنے لیے دو باتوں میں سے ایک کا انتخاب کر لے

اختر ان اغرسک فی المکان الذی کنت فیہ فتکون کما کنت وان شئت ان اغرسک فی الجنة

اگر تو چاہتا ہے تو میں تجھے اسی مکان میں ترو تازہ کر دیتا ہوں اور اگر جنت کی خواہش رکھتا ہے تو تجھے وہاں لگا دیتا ہوں

اس نے جنت میں جانے کو ترجیح دی۔ آپ نے اس کی درخواست منظور فرمالی

پھر حضور ﷺ منبر پر تشریف لائے۔ اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کی بعد فرمایا

ان ھذہ النخلة انما حنت شوقاً الی رسول اللہ لما فارقھا فواللہ لو لم انزل الیھا فاعتنقھا لما سکنت الی یوم القیامة

یہ کھجور کا تنا اللہ کے رسول کے فراق و جدائی میں رویا۔ اللہ کی قسم اگر میں اتر کر اسے آغوش میں نہ لیتا تو یہ فراق میں قیامت تک روتا رہتا

(شمائل الرسول، ۱=۳۱۰)

اس کے بعد آپ ﷺ نے اسے وہیں مسجد نبوی میں دفن کروا دیا۔

امام ابن الحاج نقل کرتے ہیں کہ حضور علیہ السلام کے وصال کے بعد اپنے آقا کی یاد میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو جملے کہہ کر رو رہے تھے ان میں سے ایک یہ تھا

فحن الجزع لفراقک حتی جعلت یدک علیہ فسکن فامتک اولیٰ بالحنین علیک حین فارقتھم

آپ کے فراق و جدائی میں کھجور کا تنا رویا کہ آپ نے اس پر دست اقدس رکھا تو وہ خاموش ہوا۔ آقا آپ کی امت کو آپ کے فراق میں اس تنے سے بڑھ کر رونا چاہیے

(جواہر البحار، ۱=۲۳۵)

حضرت مبارک بن فضالہ بیان کرتے ہیں کہ امام حسن بصری رضی اللہ عنہ اس کھجور کے تنے کے بارے میں کرتے تو زاروقطار رو پڑتے اور فرماتے

یا عباداللہ الخشبة تحن الی رسول اللہ شوقاً الیہ لمکانہ من اللہ فانتم احق ان تشتاقوا الی لقائہ

اے اللہ کے بندو! اللہ تعالیٰ نے حضور کتنا بلند مقام بخشا کہ لکڑی ان کے فراق میں روتی ہے (تمہیں کیا ہو گیا حالانکہ) آپ کے فراق و محبت میں رونا تمہارا زیادہ حق ہے

(شمائل الرسول، ۱=۳۰۱)

عشاق اور اہل محبت کی یہی کیفیت اس عارف کامل پر طاری ہے اور اسے وہ ''دلڑی اداس گھنیری'' سے تعبیر کر رہے ہیں۔ اس بارے میں مزید گفتگو ''اساں سکدیاں تے کرلاندیاں تے'' کے تحت بھی آ رہی ہے۔

لوں لوں وچ شوق چنگیری

جب محبّ صادق کا دل اداس ہو جاتا ہے اور اسے محبوبؐ کی یاد تڑپاتی ہے۔ تو اس کے جو اثرات مرتب ہوتے ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ اس کے ہر ہر لوں میں محبوب کی ملاقات کا شوق شعلہ آگ کی طرح بھڑک اٹھتا ہے' اہل معرفت نے تو محبت کو سراپا آگ کہا ہے۔

حضرت جنید بغدادی کا بیان ہے' شیخ حارث محاسبی نے محبت کی وضاحت ان الفاظ میں کی ہے

المحبة نار تحرق ماسوی مراد المحبوب
محبت دل کی ایسی آگ ہے جو ارادہ محبوب کے سواسب کچھ جلادیتی ہے

(مدارج السالکین، ۱۵۳)

امام ابوبکرالکتانی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ حج کے موقع پر مکۃ المکرمہ میں اہل معرفت کے درمیان محبت کے بارے میں گفتگو ہوئی، حضرت جنید ان میں سب سے چھوٹے تھے، ان سے اس بارے میں کچھ کہنے کا کہا گیا تو انھوں نے سر جھکا لیا، آنکھوں سے آنسورواں ہو گئے اور فرمایا

المحب ھو عبد ذاھب عن نفسہ متصل بذکر ربہ قائم باداء حقوقہ ناظر الیہ بقلبہ احرق قلبہ انوار ھیبتہ وانکشف لہ الجبار من استار غیبہ و صفا شربہ من کأس ودہ

محبّ وہ بندہ ہوتا ہے جو اپنے نفس سے بالاتر ہو کر اپنے رب کے ذکر میں مگن، اس کے حقوق کی ادائیگی میں قائم اور دل سے اس کی طرف دیکھنے والا ہو۔ اس کے دل کو انوار جلال الٰہی نے جلا دیا ہو۔ اس کے لئے پردۂ غیب اٹھادیا گیا ہو اور اسے خالص شربت محبت کا جام نصیب ہو گیا ہو

(التقرب الی اللہ، ۱۲۸)

محبت الٰہی میں کیفیت قلب نبوی ﷺ

سید المحبین ﷺ کی یادومحبت الٰہی میں کیفیات قلبی کا تذکرہ احادیث میں تفصیل کے ساتھ موجود ہے جب آپ ﷺ نماز ادا فرماتے تو آپ ﷺ کے سینہ اقدس سے ہنڈیا کھولنے اور چکی چلنے کی آواز سنائی دیتی۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ

اپنے والد گرامی سے بیان کرتے ہیں کہ میں آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا تو آپ نماز ادا فرما رہے تھے

وفی صدرہ ازیز کازیز المرجل — اور آپ کے سینہ اقدس سے رونے کی آواز اس طرح آ رہی تھی جیسے ہنڈیا کھولنے کی آواز آتی ہے

دوسری روایت کے الفاظ ہیں

ازیز کازیز الرحاء من البکاء — کہ رونے کی آواز یوں تھی جیسے چکی چلنے کی آواز ہوتی ہے (مسند احمد، ۴=۲۵)

شاعر دربارِ رسالت حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے لوں لوں کی آواز بھی سماعت کیجئے

کنت بعد و فاتہ متبلدا — یا لیتنی اسقیت سم الاسود

واللہ اسمع ما بقیت بھالک — الا بکیت علی النبی محمد

یا رب جمعنا و نبینا — فی جنۃ تثنی عیون الحسد

(میرے آقا میں آپ کے وصال کے بعد از ہوش رفتہ بن گیا ہوں' کاش! آج ہی سانپ ڈنگ جائے تا کہ میں اپنے حبیب سے جاملوں' خدا گواہ ہے جب تک زندہ ہوں آپ کے فراق میں روتا رہا ہوں گا' اے رب کریم! مجھے میرے آقا کے ساتھ جنت میں داخل فرمانا تا کہ حاسدین کی آنکھیں جھکی رہیں)

اس ہجر و فراق کی حالت میں عاشق پر جو کچھ گزرتی ہے اسے الفاظ سے تعبیر نہیں کیا جا سکتا، عاشق رسول مولانا عبدالرحمٰن جامی اسی کیفیت کا بیان یوں کرتے ہیں

از فراقِ دوستاں بر سینہ دارم داغہا
ہر کس بمیر دیکدفعہ جامی بمیر د بارہا

(میں اپنے سینہ پر دوستوں کے فراق کے بہت سے زخم رکھتا ہوں، ہر آدمی پر موت ایک دفعہ آتی ہے مگر جامی پر بارہا آتی ہے یعنی ہر بار فراق میں موت کی کیفیت ہوتی ہے)

دوسری جگہ لکھتے ہیں

زمہجوری برآمد جانِ عالم
ترحم یا نبی اللہ ترحم

مولانا جلال الدین رومیؒ درد و فراق کی انہی کیفیات کے بارے میں فرماتے ہیں

بشنو از نے چوں حکایت می کند
واز جدائی ہائے شکایت می کند
سینہ خواہم شرح شرح از فراق
تا بگویم شرح درد و اشتیاق

(سنو کہ بانسری کیا داستان الاپ رہی ہے اور جدائی کی کیا شکایت بیان کر رہی ہے۔ یہ حقیقت و کیفیت روح سے پوچھو کہ جدائی سے اس پر کیا بیتی ہے۔ یہ سینہ فراق کی وجہ سے پھٹ رہا ہے اس لئے میں اس محبت کے درد و فراق کی کہانی بیان کر رہا ہوں)

دردِ جدائی جو حیات دنیوی کا خاصہ ہے، اس کے بارے میں متعدد شعراء اور

صوفیہ کے ارشادات موجود ہیں۔خود حضرت گولڑوی رحمہ اللہ تعالیٰ دوسری جگہ فرماتے ہیں

کیتی بھُج کے وانگ کباب ہوئے   پیتے باجھ شراب خراب ہوئے
سرشارا تے بے تاب ہوئے   انہاں خونیاں مست نگاہاں نال

(مرأۃ العرفان، ۱۷)

دوسرے مقام پر بارگاہِ محبوب کے قاصد کو پیغام دیتے ہوئے کہتے ہیں

بن تساڈے ہِک گھڑی سو سال دی   بہہ ٹھکانے پئی تساڈے بھال دیں
پیراں تھیں سر تک المبے اگ دے   اک وچھوڑا دوجے طعنے جگ دے

(مرأۃ العرفان، ۱۷)

علامات محبت رسول

یہاں اختصار کے ساتھ علامات محبت بھی ملاحظہ کر لیجئے، ہم محض زبانی دعووں و نعروں کو ہی محبت قرار دیتے ہیں۔ان میں سب سے اہم ملاقات کا شوق ہے لیکن اس سے بھی بڑھ کر محبت کا تقاضا ہے کہ محبوب کی اطاعت کی جائے۔

ا۔ اطاعت رسول ﷺ

جس شخص سے محبت ہوتی ہے انسان اس کی اطاعت و اتباع کرتا ہے تو اگر امتی کو آپ سے محبت ہوگی تو وہ آپ کے احکام پر عمل کرتے ہوئے آپ کے نقش قدم پر چلے گا۔خالق کائنات نے اسی علامت کا تذکرہ یوں فرمایا

وما اتکم الرسول فخذوه وما نھکم عنه فانتھوا
(الحشر،٧)

اور رسول تمہیں جو (حکم) دیں اسے لے لو اور جس چیز سے روکیں اس سے رک جاؤ

قل ان کنتم تحبون الله فاتبعونی یحببکم الله ویغفر لکم ذنوبکم
(آل عمران،٣١)

آپ بتا دیجئے اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو اور اللہ تمہیں اپنا محبوب بنا لے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا

قل اطیعوا الله والرسول فان تولوا فان الله لایحب الکافرین
(آل عمران،٣٢)

آپ بتا دیجئے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو پھر اگر وہ روگردانی کریں تو بلا شبہ اللہ کفار کو پسند نہیں فرماتا

تو آپ سے محبت کا تقاضا یہ ہے کہ آپ کے احکام پر عمل کیا جائے گا اور جن کاموں سے آپ نے منع فرمایا ان سے بچا جائے خواہ تکلیف ہو یا راحت، خوشی ہو یا غم بہر حال آپ کے افعال کی اتباع اور آپ کے معمولات کی اقتدا کی جائے اور اپنے نفس کی خواہشات اور تمناؤں پر آپ کی سنت اور طریقہ کو ترجیح دی جائے۔ آپ نے فرمایا

من احب سنتی فقد احبنی
(تہذیب ابن عساکر،٣=١٤٥)

جس نے میرے طریقہ سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی

گویا جو شخص رسول اللہ ﷺ کی کامل اطاعت اور اتباع کرتا ہے اسے آپ سے کامل محبت ہے اور جس کی اطاعت و اتباع میں کمی ہے اس کی محبت میں کمی ہے ہاں یہ کہا

جا سکتا ہے کہ وہ محبت سے خالی نہیں ہے۔

۲۔ محبوب کا بے عیب ہونا

محبت کی دوسری علامت یہ ہے محبّ اپنے محبوب کی نسبت نہ کوئی عیب دیکھ سکتا ہے اور نہ ہی سن سکتا ہے حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے ہے رسول اللہ نے فرمایا

حبک الشئ یعمی ویصم — کسی چیز کی محبت تمھیں اس کے عیب دیکھنے اور سننے سے بہرا کر دیتی ہے

(سنن ابی داؤد، ۲=۲۴۳)

یعنی اگر محبوب میں عیب بھی ہو تو محبّ کو نظر نہیں آتا تو جس ذات اقدس کو اللہ تعالیٰ نے بنایا ہی بے عیب ہو اگر کوئی ان کا عیب بیان کرتا یا سنتا ہے تو وہ ہر گز محبّ نہیں ہو سکتا، آپ کے بے عیب ہونے سے واضح دلیل یہ ہے کہ آپ کو اللہ نے محمد (وہ ذات جس کی تعریف کی جائے) بنایا، امام بخاری نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

الا تعجبون کیف یصرف اللہ عنی شتم قریش و لعنھم یشتمون مذمماً ویلعنون مذمماً وانا محمد — کیا تمھیں تعجب نہیں ہوتا کہ اللہ تعالیٰ نے قریش کے سب وشتم کو مجھ سے کیسے دور کر دیا۔ وہ مذمم کو برا کہتے اور مذمم پر لعنت کرتے ہیں میں تو محمد ہوں

(البخاری، ۱=۵۰۱)

اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو بشر بنایا مگر جو بشری کمزوری ہو سکتی تھی اس سے آپ کو پاک اور بالاتر کر دیا مثلاً آپ کا پسینہ خوشبودار اسی طرح آپ کے بول و براز

کو بھی خوشبودار بنا دیا' آپ کا لعاب دہن بیماری کے لئے شفاء، اس سے کھاری کنویں میٹھے ہو جاتے، اسی طرح آپ ﷺ کی مقدس بشریت کی حفاظت وعصمت کی ذمہ داری خود اللہ نے لے لی، اسی لیے آپ ﷺ کو اللہ نے ہر چھوٹے بڑے گناہ سے پاک کر دیا۔

۳۔ بکثرت ذکر کرنا

محبت کی ایک علامت یہ ہے کہ محبّ، محبوب کو کثرت کے ساتھ یاد کرتے رہنا ہے۔ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

من احب شیئاً فاکثر ذکرہ — جو جس سے محبت کرتا اس کا بکثرت ذکر کرتا ہے

(کنز العمال ۔ ۱=۴۲)

چونکہ اللہ تعالیٰ آپ ﷺ سے پیار کرتا ہے لہذا وہ ہر وقت آپ ﷺ پر صلوٰۃ وسلام بھیجتا رہتا ہے اور ساتھ فرما دیا

ورفعنا لک ذکرک — اور ہم نے آپ کے لئے آپ کا ذکر بلند کر دیا

اسی کی تفسیر آپ ﷺ ہی نے یہ فرمائی کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

اذا ذکرت ذکرت معی — جب بھی میرا ذکر ہو گا ساتھ ہی تمہارا ذکر ہو گا

کثرت صلاۃ وسلام، محافل میلاد ومجالس سیرت اور آپ کی ﷺ عظمت

وشان پر مشتمل نعت خوانی سبھی امور محبت کی علامت ٹھہرے اور ان کا اہتمام کرنا ہر لحاظ سے مستحسن ٹھہرا۔

۴۔ شان سن کر خوش ہونا

محبت کی علامت یہ بھی ہے کہ محب، محبوب کی تعریف وثنا کے اس قدر خوش ہوتا ہے کہ وہ چاہتا ہے اسی کا ذکر ہوتا رہے۔

دو عالم سے کرتی ہے بیگانہ دل کو
عجب چیز ہے لذت آشنائی

محبّ کا دل محبوب کے ذکر سے ہی ٹھنڈا رہتا ہے، اور محبوب کریم ﷺ کی ذات اقدس کا تو یہ عالم ہے فرمایا جو شخص مجھ پر ایک دفعہ درود شریف پڑھے اللہ اس پر دس رحمتیں نازل فرماتا ہے، دس گناہ معاف اور دس درجات بلند فرماتا ہے، جب خالق کو آپ کے ذکر کے ساتھ اس قدر پیار ہے تو ہمیں کس قدر ہونا چاہیے؟ یہ فیصلہ خود ہی کر لیجئے۔

۵۔ تعظیم وتوقیر کرنا

محبت کی پانچویں علامت یہ ہے کہ ہر موقعہ پر رسول اللہ کی تعظیم وتوقیر کی جائے' آپ کے ذکر کے وقت' آپ کے اسم گرامی لیتے اور سنتے وقت اظہار محبت و خشوع ہونا چاہے، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے لے کر حضرت اعلیٰ ؒ تک ہر ایک محبّ صادق نے یہی فرمایا ہے کہ آپ ﷺ کے ذکر پر مشتمل مجلس کا وہی احترام کیا جائے جو رسول ﷺ کی بارگاہ کا ہے۔ امام مالک کے شیخ حضرت ابوایوب سختیانی کے

بارے میں منقول ہے کہ ان کے سامنے جب رسول اللہ ﷺ کا تذکرہ آتا تو اس قدر روتے کہ لوگوں کو ان پر ترس آجاتا، مزید امام مالک کا یہی حال تھا، لہذا نام لینے سے لے کر مجلس تک ہر موقعہ پر سراپا ادب بن جانا لازمی ہے۔ تفصیل کے لیے بندہ کی کتاب "مشتاقانِ جمالِ نبوی کی کیفیات جذب و مستی" کا مطالعہ کیجیے

٦۔ ملاقات کا شوق

محبت کی ایک اہم علامت یہ ہے کہ آدمی کو آپ ﷺ کے دیدار و ملاقات کا شوق ہر شی سے بڑھ کر ہو۔ امام مسلمؒ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ سرور عالم ﷺ نے فرمایا

من اشد امتی الی حب الناس	میری امت میں مجھ سے سب سے زیادہ
یکونون بعدی یوداحدھم	محبت کرنے والے لوگ میرے بعد آئیں
لورأنی باھله و ماله	گے ان میں سے کسی ایک شخص کی تمنا یہ ہو
(صحیح مسلم، ۲=۳۷۹)	گی کہ کاش اس کے تمام اہل اور مال کے
	عوض اسے میری زیارت نصیب ہو جائے

نیناں لائیاں کیوں جھڑیاں

پہلے مصرعوں میں بیان کیا کہ محبوب کی یاد آ گئی' اس میں دل اس قدر بے قرار ہوا کہ لوں لوں نے زیارت و ملاقات کا شدت سے اظہار شروع کر دیا' ان تمام کے نمائندے (آنکھوں) سے آنسوؤں کی جھڑیاں لگ گئیں' کسی محبّ کے لئے یہ بھی پریشانی ہوتی ہے کہ وہ اپنے محبوب کے فراق میں آنسو بہانا چاہے لیکن اس کی آنکھیں

اس کا ساتھ نہ دیں۔

۱۔ حضور ﷺ کی دعا ملتی ہے یا اللہ میں ایسے علم سے تیری پناہ میں آتا ہوں جو نافع نہ ہو اور ایسے دل سے جس میں خشوع نہ ہو

ومن عین لا تدمع — اور ایسی آنکھوں سے جو آنسو نہ بہائے

۲۔ اہل محبت ایسی آنکھوں سے رہائی مانگتے ہیں امام ابو بکر احمد حسین بیہقی (متوفی، ۴۵۸ھ) نے اللہ کی محبت میں دیوانہ خاتون سیدہ ریحانہ کی یہ دعا نقل کی ہے اے اللہ!

اعوذبک من بدن لا ینصب بین یدیک و عمیت عینان لا تبکیان شوقاً الیک و جفت کفان لا یبتھلان بالتضرع الک (شعب الایمان، ۱=۳۷۵)

میں تیری پناہ میں آتی ہوں اس بدن سے جو تیری بارگاہ میں قیام نہ کرے وہ آنکھیں اندھی ہو جائیں جو تیرے شوق میں نہ روئیں، وہ ہاتھ شل ہو جائیں جو عاجزی کرتے ہوئے تیری طرف نہیں اٹھتے

رونا کم انہاں

محبوب کے ہجر و فراق میں رونا اور آنکھوں کا آنسو بہانا عشق و محبت کی بنیادی علامت ہے، عارف کھڑی میاں محمد بخش رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

عشق جنہاں دے ہڈیں رچیا رونا کم انہاں
بیٹھے روندے چلدے روندے روندے پھردے راہواں

جہاں اہل معرفت کی آنکھیں خوف وخشیت الٰہی میں برستی ہیں وہاں وہ اس کی محبت، شوقِ ملاقات اور ہجر وفراق میں بھی برستی ہیں۔ آپ سید المحبین ﷺ کی سیرت مطہرہ کا مطالعہ کریں تو یہ حقیقت کھل کر سامنے آ جائے گی کہ جس قدر یاد الٰہی میں آپ کی آنکھیں برستیں کوئی دوسرا تصور بھی نہیں کر سکتا۔

محبت الٰہی میں حبیب پاک ﷺ کے آنسو

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے حضور ﷺ کی آنکھیں رب کی یاد ومحبت میں اس طرح آنسو بہاتیں جیسے سمندر بہہ رہا ہے

کان رسول اللہ ﷺ ابحر العینین	آپ کی مبارک آنکھیں سمندر کی طرح یاد محبوب میں بہا کرتیں

(سبل الہدیٰ، ۲: ۲۳)

حضرت عبید بن عمیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے میں نے ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے عرض کیا، ہمیں حضور ﷺ کی ایسی بات بتائیں جو بہت ہی عجیب ہو انہوں نے کچھ دیر خاموشی کے بعد فرمایا کہ ایک رات اللہ تعالیٰ کے حبیب ﷺ میرے ہاں تشریف لائے اور فرمایا عائشہ!

ذرینی اعبد اللیلۃ ربی	اے عائشہ! مجھے اجازت دو تا کہ میں آج رات اپنے رب کی عبادت ویاد میں بسر کروں

میں نے عرض کیا حضور! میں تو آپ کی خوشی چاہتی ہوں، اس کے بعد آپ نے وضو فرمایا اور نماز میں اللہ تعالیٰ کے حضور کھڑے ہو گئے

فلم یزل یبکی حتی بل وجهه — اس قدر روئے کہ آپ کا چہرہ اقدس تر ہو گیا
اس کے بعد آپ بیٹھ گئے

فلم یزل یبکی حتی بل لحیته — اور پھر اتنا روئے کہ داڑھی مبارک تر ہو گئی
پھر اس کے بعد

بکی حتی بل الارض — روتے رہے حتیٰ کہ زمین تر گئی

یہاں تک کہ فجر ہو گئی، حضرت بلال رضی اللہ عنہ نماز کے لیے عرض کرنے حاضر ہوئے تو دیکھا اللہ کے حبیب زار و قطار رو رہے ہیں، عرض کیا یا رسول اللہ! آپ اس قدر رو رہے ہیں، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بخشش کی خوشخبری عطا کر رکھی ہے، فرمایا

افلا اکون عبدًا شکورًا — کیا میں اپنے رب کا شکر گزار بندہ نہ بنوں

(الترغیب ۲، =۳۲)

---☆---

باب ۲

''لطیف سرّی'' معنیٰ و مفہوم

زیارت محبوب خدا ﷺ

جمال الٰہی کا آئینہ چہرہ

حلیمہ کے دیس میں خوشبوؤں کی بارات

دیدار محبوب ﷺ کی مستی

نیناں دیاں فوجاں سر چڑھیاں

--- ۲ ---

الطیف سریٰ من طلعته　　والشذ وبدیٰ من و فرته
فسکرت ھنا من نظرته　　نیناں دیاں فوجاں سر چڑھیاں

الفاظ کے معانی

الطیف، خواب وخیال۔ سریٰ، واحد مذکر غائب فعل از سرایۃ ظاہر ہونا' سرایت کرنا۔ من، سے۔ طلعته، رخ انور۔ الشذو، کستوری۔ بدیٰ، واحد مذکر غائب فعل ماضی از بدایۃ ظاہر ہونا۔ مہکنا' غالب آنا۔ وفرۃ، زلفیں۔ سکرت، میں مست وبے خود ہو گیا۔ ھنا، اسی جگہ، ھنالک دعاز کریا ربه (اس جگہ حضرت زکریا علیہ السلام نے دعا کی) نظرۃ، نگاہ۔ نیناں، آنکھیں۔ دیاں، کی۔ فوجاں، لشکر۔ یہاں محبوب کی نگاہوں کا حسن وجمال مراد ہے۔ سر چڑھیاں، غالب آنا۔

شعر کا مفہوم

خواب میں محبوب کی نورانی صورت دیکھنے کا شرف ملا۔ آپ کی زلفوں کی خوشبو کستوری سے بڑھ کر تھی' محبوب کے نوری نین دیکھ کر میں بے خود ہو گیا کیونکہ ان کے حسن وجمال کا جلوہ غالب آ گیا۔ اس شعر کا ترجمہ ''آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی لگ جاتا'' مناسب نہیں' ورنہ یہ تکرار ہوگا کیونکہ پیچھے ''اج نیناں لائیاں کیوں جھڑیاں'' آچکا ہے' ہم نے جو مفہوم بیان کیا ہے یہ ''سکرت'' کے بھی مناسب

ہے۔

شعر کی تشریح

سابقہ شعر میں محبوب کی یاد' بیقراری' اداسی میں ظاہر و باطن کے اضطراب اور آنکھوں کے آنسو بہانے کا تذکرہ کیا' اب یہاں یہ بتایا جا رہا ہے کہ وہ یادیں کس حوالے سے ہیں؟ تو وہ محبوب کا خواب میں آنا' دیدار کا شرف عطا کرنا' زلفوں کا خوشبو دار و معطر ہونا' اور یہ نور نگاہوں کا مست کر جانا' یہ اس خواب کی طرف بھی اشارہ ہے جو سفر حج میں نصیب ہوا کیا خبر کہ اس مرد کامل کو اس کے محبوب کریم نے کس قدر زیارت سے نوازا ہو، لہٰذا وہ ان یادوں کو ان خوبصورت اشعار میں سجا رہے ہیں۔

زیارت محبوب خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

تمام اہل معرفت اس پر متفق ہیں کہ جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد پہلے سے بھی اعلیٰ زندگی پر فائز ہیں' اب آپ کی زندگی فقط روحانی ہی نہیں جسمانی بھی ہے' آپ کی برزخی زندگی دنیاوی زندگی سے کہیں اعلیٰ و افضل ہے' آپ کا مرکز سرزمین طیبہ ہے مگر جہاں چاہیں جس وقت چاہیں تشریف لے جا سکتے ہیں۔ چاہیں تو کسی کو خواب میں زیارت بخش دیں' چاہیں تو بیداری میں مثلاً شیخ ابراہیم متبولی اور امام جلال الدین سیوطی رحمھما اللہ تعالیٰ جیسے متعدد بزرگ ایسے ہیں جنہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کثرت کے ساتھ بیداری میں زیارت کا شرف عطا فرمایا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

من رأنی فی المنام فقد رأنی فان الشیطان لا یتمثل بی (شمائل ترمذی)

جس نے خواب میں میری زیارت کی اس نے مجھے ہی دیکھا کیونکہ شیطان میری صورت نہیں اختیار کر سکتا

جمالِ الٰہی کا آئینہ، چہرۂ مصطفوی

یہ آپ ﷺ کی ذات اقدس کے جلوہ حسن اور چہرہ اقدس کا تذکرہ ہے یوں تو ساری کائنات حسن باری تعالیٰ کی نشاندہی کر رہی ہے۔ یہ چاند، سورج اور ستارے تمام کے تمام اس حسن مطلق کی تخلیق کے شاہکار ہیں مگر ان سب سے بڑھ کر جمال الٰہی کا مظہر چہرہ و ذات مصطفوی ہے۔

یہی وہ چہرۂ انور ہے جو ہر وقت اللہ تعالیٰ کی خصوصی رحمت و توجہ کا مرکز ہے، قرآن نے اسے یوں بیان کیا

فانک باعیننا — اے حبیب! آپ ہماری نگاہوں میں ہیں

(الطور، ۴۸)

آپ کا چہرہ اقدس جمال الٰہی کا مظہر کامل ہے، اس وجہ سے آپ ﷺ نے فرمایا

من رأنی فقد رأی الحق — جس نے مجھے دیکھا اس نے حق دیکھا

(شمائل ترمذی)

حضرت ملا علی قاری (متوفی ۱۰۱۴ھ) اس کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں

نعم یصح ان یرادبہ الحق سبحانہ و تعالٰی علی تقدیر مضاف ای رأی مظہرالحق او مظہرہ

یہاں الحق سے اللہ تعالٰی کی ذات اقدس بھی مراد لینا درست ہے' البتہ! مضاف مقدر ہو گا یعنی اس نے ذات الٰہی کا مظہر دیکھا

(جمع الوسائل، ۲=۲۸۹)

امام یوسف بن اسمٰعیل نبہانی' امام احمد بن ادریس کے حوالے سے حدیث کا ترجمہ ان الفاظ میں کرتے ہیں

من رأنی فقد رأی الحق

جس نے مجھے دیکھا گویا اس نے اللہ تعالٰی کو دیکھا

(جواہر البحار، ۳=۴۸)

برصغیر کے مسلم اور عظیم بزرگ حاجی امداد اللہ مہاجر مکی فرماتے ہیں، رسالت مآب ﷺ کے فرمان "من رأنی فقد رأی الحق" کے دو معنی ہیں

اول یہ کہ

من رأنی فقد رأنی الحق یقیناً فان الشیطان لا یتمثل بی

جس نے مجھے دیکھا یقیناً اس نے مجھے ہی دیکھا کیونکہ شیطان میری صورت اختیار نہیں کر سکتا

دوم یہ کہ

من رأنی فقد رأی اللہ تعالی

جس نے مجھے دیکھا اس نے اللہ تعالٰی کو دیکھا

(شمائم امدادیہ، ۹۲)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی چہرہ اقدس کو جمال الٰہی کا آئینہ قرار دیتے ہوئے

لکھتے ہیں

اماوجہ شریف صلی اللہ علیہ وسلم مرأت جمال الٰهی و مظهر انوار نامتناهی وے بود	آپ کا چہرہ اقدس اللہ تعالیٰ کے جمال کے لیئے آئینہ ہے اور اس قدر انوار الٰہی کا مظہر ہے کہ اس کی حد نہیں

(مدارج النبوۃ، ۱=۳)

آفتاب محوخرام

صحابہ کرام سے چہرہ مصطفوی کے حوالے سے متعدد روایات موجود ہیں' ان میں سے ہر ایک نے اپنے اپنے الفاظ میں اس کے حسن اور رعنائیوں کو بیان کرنے کی کوشش کی ہے یہاں صرف دو روایات کا تذکرہ کر دیتے ہیں

۱۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بڑھ کر کسی کو خوبصورت نہیں دیکھا' آپ کا چہرۂ اقدس دیکھ کر یوں محسوس ہوتا تھا کہ

کان الشمس تجری فی وجهه	گویا چہرہ انور میں آفتاب محوخرام ہے

(الترمذی، ۲=۲۰۶)

۲۔ حضرت عمار بن یاسر کے پوتے ابو عبیدہ نے صحابیہ حصرت ربیعہ بنت معوذ رضی اللہ عنہا سے عرض کیا کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حسن و جمال کے بارے میں کچھ بتائیں' وہ کہنے لگیں اے بیٹے!

لورأيته لقلت الشمس طالعة	اگر تو آپ کے رخ پرنور کو دیکھ لیتا تو اسے یوں پاتا جیسے سورج چمک رہا ہے

(سنن دارمی، ۱=۴۳)

والشذو بدامن و فرته

حضور ﷺ کے جسم اطہر کے جملہ اعجازات میں سے ایک اعجاز یہ بھی ہے کہ وہ خوشبودار تھا، آپ اگرچہ خوشبو استعمال فرماتے تھے لیکن خوشبو کی محتاجی نہ تھی، آپ کے جسم اقدس کی خوشبو اتنی نفیس ودلربا تھی کہ کوئی خوشبو اس کا مقابلہ نہیں کرسکتی۔

بوقت ولادت جسم اقدس کا معطر ہونا

امام ابونعیم اور خطیب نے حضور انور ﷺ کی والدہ ماجدہ سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے نقل کیا کہ جب حبیب خدا ﷺ اس کائنات میں جلوہ افروز ہوئے میں نے آپ کی زیارت کی تو میں نے چودھویں کے چاند کی طرح پایا اور جسم اطہر سے

ریحہ یسطح کالمسک	تروتازہ کستوری کی خوشبو کے حلے
الاذفر	پھوٹ رہے تھے

(زرقانی علی المواہب، ۴=۲۲۳)

حلیمہ کے دیس میں خوشبوؤں کی بارات

آپ کی محترمہ دایہ سیدہ حلیمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ جب میں آپ کو لے کر اپنے دیہات پہنچی تو

لم یبق منزل منازل من بنی سعد	قبیلہ بنو سعد کے تمام گھروں سے
الا شممنامنه ریح المسک	کستوری کی خوشبو آنے لگی

(سبل الہدی، ۱=۴۷۲)

بعداز وصال بھی

انسانی جسم سے جب روح پرواز کر جاتی ہے تو جسم کی تروتازگی بحال نہیں رہتی، جسم مصطفوی کا یہ بھی امتیاز ہے کہ وصال کے بعد وہ نہ صرف تروتازہ رہا' بلکہ اس کی مہک بھی اس طرح قائم رہی جس طرح قبل از وصال تھی۔ سیدنا علی المرتضی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وصال کے وقت حضور ﷺ کے جسد اطہر کو غسل دینے کے شرف مجھے نصیب ہوا تو غسل کے وقت

سطحت منه ريح طيبة لم نجد مثلها قط — آپ کے جسم اطہر سے ایسی خوشبو کے حلے شروع ہوئے کہ ہم نے کبھی ایسی خوشبو نہ سونگھی اور نہ سنی

(الشفاء، ا=۸۹)

شارح شفاء حضرت ابن سلطان (متوفی، ۱۰۱۴ھ) کہتے ہیں' ایک روایت میں یہ بھی ہے اس موقعہ پر خوشبو سے

انتشر فی المدينة — تمام شہر مدینہ مہک اٹھا

(شرح شفا، ا=۱۶۱)

ہر مسلمان جانتا ہے کہ آپ ﷺ کا پسینہ مبارک تمام خوشبوؤں سے بڑھ کر خوشبودار تھا۔ صحابہ دولہا، دلہن اور بچوں کو اسی کی خوشبو سے معطر کرتے۔

حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا شیشی میں پسینہ مبارک جمع کر رہی تھیں، پوچھا یہ کیوں جمع کر رہی ہو؟ عرض کی اسے ہم اپنی خوشبوؤں میں شامل کریں گے

وهو اطيب الطيب — اور یہ سب سے زیادہ خوشبودار ہے

شیخ محمد زکریا سہارنپوری نے اس موقعہ پر لکھا

ولما كان هذا حال عرقه ﷺ فرائحة شعره ﷺ ظاهرة لا تخفى	جب یہ شان آپ ﷺ کے پسینہ اقدس کا ہے تو پھر آپ کی مبارک زلفوں کی خوشبو کا عالم کیا ہوگا؟ (حجۃ الوداع، ۱۶۰)

حضرت گولڑوی ان کی مہک سے سرشار ہوئے اور پکار اٹھے 'الشذو بدامن وفرته' (آپ کی زلفوں کی خوشبو کستوری پر غالب ہے)

تین الفاظ کا استعمال

روایات میں حضور ﷺ کے مبارک بالوں کے بارے میں تین الفاظ ملتے ہیں

- جُمّۃ۔ ایسے بال جو کاندھوں کو چھو رہے ہوں
- وَفرۃ۔ ایسے بال جو کانوں کی لو تک ہوں
- لِمّۃ۔ ایسے بال جو کانوں سے نیچے ہوں مگر کانوں کو نہ چھوئیں

ان مرویات میں باہم تعارض ہے یعنی بعض صحابہ کا بیان ہے کہ آپ ﷺ کے بال کانوں تک تھے بعض کی رائے یہ ہے کہ کاندھوں تک تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ ان میں ہرگز تعارض نہیں، اس لئے کہ یہ مختلف اوقات کے احوال ہیں، یہی وجہ ہے کہ ایک ہی صحابی کے مختلف اقوال مروی ہیں۔ قاضی عیاض (متوفی ۵۴۴ھ) ان میں تطبیق دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ یہ مختلف اوقات کی وجہ سے ہے

فکان اذا ترک تقصیرھا بلغت المناکب واذا قصرھا کانت الی الاذن او شحمتھا او نصفھا فکانت تطول و تقصبر بحسب ذلک	عدم حجامت کی صورت میں کاندھوں تک پہنچ جاتے اور حجامت کے بعد کانوں تک یا ان کی لو تک ہوتے' اس اعتبار سے کبھی بڑے اور کبھی چھوٹے ہوتے

(جمع الوسائل، ۱۸۱)

حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے بھی محبوب کریم ﷺ کے جلوہ حسن کو یوں بیان کیا

الصبح بدا من طلعتہ والليل دجیٰ من و فرتہ

(آپ ﷺ کے چہرہ اقدس کے ظہور سے صبح نے آغاز پایا اور آپ کی زلف مبارک کے پھیلنے سے رات شب گوں ہوگئی)

قرآن اور چہرہ انور وزلف عنبریں کی قسم

قرآن نے جہاں آپ ﷺ سے منسوب دیگر اشیاء کی قسم کھائی، وہاں آپ کے چہرہ انور اور گیسوئے عنبریں کی قسم بھی کھائی ۔ ارشاد ہوتا ہے

والضحی واللیل اذا سجی (الضحیٰ، ۱-۲)	قسم ہے چاشت (کی طرح چمکتے ہوئے چہرہ زیبا کی) اور سیاہ رات کی طرح زلفوں کی

یہاں متعدد اہل محبت نے الضحیٰ سے چہرہ اقدس اور لیل سے مبارک زلفیں مراد لی ہیں۔

امام المفسرین امام فخر الدین رازی (متوفی، ۶۰۶) سوال کرتے ہیں کیا

کسی مفسر نے ''ضحیٰ'' کی یہ تفسیر کی ہے؟ اور خود ہی اس کا جواب بھی دیتے ہیں کہ

نعم ولا استبعاد فیه (مفاتیح الغیب، جز۳۱=۱۹۱)

ہاں! کی ہے اور اس میں کوئی حرج و بُعد نہیں

استاذ المحدثین حضرت ملا علی قاری اسی تصور و تفسیر کو ترجیح دیتے ہوئے رقمطراز ہیں

والانسب بهذا المقام فی تحقیق المرام ان یقال ان فی الضحی ایماء الی وجهه ﷺ کما ان فی اللیل استعارة الی شعره ﷺ (شرح الشفاء،۱=۸۲)

اس سورت کا نزول جس مقصد کی خاطر ہوا اس کا تقاضا ہے کہ یہ تفسیر کی جائے کہ ضحیٰ سے آپ ﷺ کا چہرہ انور اور لیل سے آپ ﷺ کی مبارک زلفیں مراد ہیں

شیخ سعدی شیرازی نے کیا خوب کہا

اگر نہ واسطہ روئے وموئے او بودے
خدا نہ گفتے قسم بہ لیل و نہار

(اگر آپ ﷺ کے چہرہ اقدس اور مبارک زلفوں کی بات نہ ہوتی تو اللہ دن اور رات کی قسم نہ کھاتا)

عارف گولڑہ نے بھی یہی بات یوں بیان فرمائی

نگارے والضحیٰ روئے واللیل سجی موئے
ابھی گذرے ہیں اسی راہ سے بھری مشامن میں

(مرأۃ العرفان،۳۰)

دیدار محبوب کی مستی

وہ چہرہ انور اور مبارک زلفیں کیا خوب ہیں جن کی قسم خود باری تعالیٰ اٹھا رہے ہیں جب اس قدر پیکر حسن و جمال محبوب کا جلوہ آنکھوں کے سامنے ہو تو محبّ کو اس موقع پر جو جذب و مستی اور بے خودی نصیب ہوتی ہے اسے یوں بیان کیا "فسکرت ھنا من نظرتہ" (میں تو اسی وقت مست و بے خود ہو گیا) واقعۃً ایسی مستی کسی بھی اور چیز میں تصور نہیں کی جا سکتی' اللہ تعالیٰ نے جب صحابہ کو شراب سے منع فرمانا چاہا تو تدریجاً حکم نازل فرمایا اور کہا

یایھا الذین امنوا لا تقربوا	اے اہل ایمان! حالت نشہ میں
الصلوۃ وانتم سکریٰ	نماز کے قریب نہ جاؤ

دوسرے الفاظ میں گویا یوں کہا جا سکتا ہے کہ یا تو شراب پی لو یا میرے حبیب کے پیچھے نماز پڑھ لو' ان دونوں میں سے ایک ترک کرنا پڑے گا یہ دونوں اکٹھے نہیں چل سکتے' صحابہ نے فی الفور شراب ترک کر دی کیونکہ انہیں نماز اور دیدارِ مصطفیٰ سے جو مستی نصیب ہوا کرتی تھی اس کا شراب میں سوچا بھی نہیں جا سکتا۔ عارف کامل سے سنیے

حیران ہوئے پریشان بہوں اس نرگس بیمار نوں ویکھ کے جی
بن پیتے شراب خراب پھرن اس مست سرشار نوں ویکھ کے جی
بن قید زنجیریں پھنس گئے اس زلف دی تار نوں ویکھ کے جی
شالا نرگس مست نوں مہر پوے کرے مہر بیمار نوں ویکھ کے جی

اللہ تعالیٰ نے اس بات کی نشاندہی قرآن میں ان الفاظ مبارکہ میں کر دی ہے

الا بذکر اللہ تطمئن القلوب کان کھول کر سنو! اللہ کی یاد میں دلوں کا اطمینان (مستی) ہے (الرعد، ۲۸)

یاد کا یہ مقام ہے تو جب خود محبوب سامنے ہو پھر مستی کا عالم کیا ہوتا ہوگا؟

مستی کا بے مثال واقعہ

احادیث معراج میں ایک جملہ ہے آپ ﷺ نے فرمایا جب میں سفر معراج سے واپس آیا

استیقظت و انا فی المسجد الحرام میں بیدار ہوا تو میں مسجد حرام میں تھا

اس سے ایک مغالطہ ہوتا ہے کہ معراج خواب میں ہوئی حالانکہ معراج بیداری کے عالم میں تھی۔ لہٰذا جو اس کا ترجمہ اہل معرفت نے کیا وہ پڑھیے' لذت حاصل کیجئے اور داد دیجئے۔

وہ فرماتے ہیں اس سفر میں آپ ﷺ کو جو دیدار اور آیات ربانیہ کا مشاہدہ ہوا ہزاروں سال کی مسافت طے کرنے کے باوجود اس کی مستی ختم نہ ہوئی۔ اس جملہ سے مراد یہ ہے کہ جب اس مستی سے مجھے افاقہ ہوا اور حالت بشری کی طرف پلٹا تو میں مسجد حرام میں تھا۔

حضرت قاضی عیاض نے اس پُر لطف نکتہ کو ان الفاظ میں ڈھالا ہے

لما كان غمره من عجائب ما طلع من ملكوت السموات والارض و خامر باطنه من مشاهدة الملأ الا علىٰ و مارأى من آيات ربه الكبرىٰ فلم يستفق و يرجع الى حال البشرية الا وهو بالمسجد الحرام

آسمانوں اور زمین کی سلطنتوں کے عجائبات کے مطالعہ اور ملاء اعلی اور رب کی آیات کبریٰ کے مشاہدہ کی وجہ سے آپ کے ظاہر و باطن پر جو بے خودی طاری ہوئی اس سے افاقہ نہ ہوا۔ ہاں! جب حالت بشری کی طرف لوٹے تو آپ مسجد حرام میں تھے

(الشفاء، ۱=۲۵۳)

کیا عالم ہوگا جب حبیب ﷺ اپنے محبوب رب عزوجل کے دیدار کی سرشاریاں پاکر واپس لوٹے؟

نیناں دیاں فوجاں سر چڑھیاں

یہی وجہ ہے کہ ان دیدار الٰہی پانے والی آنکھوں سے عرفاء کو ایسی مستی نصیب ہوتی ہے جس پر تمام ہوش قربان ہو جائیں تو کم ہیں وہ کیا نین ہوں گے جنہیں ماوشما کیا جنہیں حضرت موسی کلیم اللہ علیہ السلام جیسی ہستی بار بار دیکھنے کے بہانے تلاش کرے۔ اور نوری نو بار دیکھنے سے بھی سیر نہ ہوں۔ مزید دیدار کی تمنا کرتے رہ جائیں۔ واقعہ معراج پڑھیے جب حضور ﷺ واپس تشریف لائے تو حضرت موسی علیہ السلام نے عرض کیا پچاس نمازیں آپ کی امت کے لئے زیادہ ہیں انہیں کم کر

والیس تو آپ نو دفعہ اللہ رب العزت کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا اللہ تعالیٰ نے پینتالیس کم فرما دیں' پھر انہوں نے جانے کا عرض کیا تو کہا اب مجھے جاتے ہوئے شرم آتی ہے۔ تو نمازیں پانچ رہ گئیں' اس کی حکمت اہل معرفت نے یہی لکھی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام دیدار الٰہی نہ پا سکے تھے' آج رات جب انہوں نے دیکھا حضور علیہ السلام کو اس نعمتِ عظمیٰ سے مالا مال کیا گیا ہے

ردده فی امر الصلوات لیسعد برؤیة حبیب الحبیب

تو نمازوں کے حوالے سے آپ ﷺ کو بار بار لوٹاتے رہے' تا کہ محبوب کے حبیب کو ہی دیکھ سکوں

بعض نے یہ الفاظ تحریر کیے

اکثر السوال لیسعد برؤیة من قد رأی

(المواہب اللدنیہ،۳=۱۱۰)

متعدد دفعہ اس لیے کہا تا کہ میں دیکھنے والے کو دیکھ کر سکون وسعادت پاؤں

عارف کھڑی میاں محمد بخش نے خوب کہا

جنہاں اکھیں دلبر ڈٹھا او اکھیں تک لیاں
تو ملیوں تے ساجن ملیاں ہن آساں لگ پیاں

تفصیل کے لیے ہماری کتاب ''معراجِ حبیبِ خدا'' کا مطالعہ کیجیے۔

اپنے کلام میں دیگر مقامات پر بھی آپ ﷺ کے مقدس نینوں کا تذکرہ نہایت ہی منفرد اور اچھوتے انداز میں کرتے ہیں

آ کھیں جا انہاں دلجانیاں
گوڑھے نیناں والیاں مستانیاں

انہی مبارک نینوں کو دیکھ کر عارف گولڑہ مست و بے خود ہو جاتے ہیں اور فرماتے ہیں۔ ’’نیناں دیاں فوجاں سر چڑھیاں‘‘

---☆---



باب ۳

''مکھ چند بدر'' معنی و مفہوم

چہرہ اقدس اور چودہویں کا چاند

چہرہ اقدس کی ضیاباریاں

متھے چمکے لاٹ نورانی اے

کالی اور حسین زلفیں

--- ۳ ---

مکھ چند بدر شعشانی اے ‏ ‏ متھے چمکے لاٹ نورانی اے

کالی زلف تے اکھ مستانی اے ‏ ‏ مخمور اکھیں ہن مدھ بھریاں

الفاظ کے معانی

مکھ، چہرہ اقدس۔ **چند بدر**، چودھویں کا چاند۔ **شعشانی**، پرنور۔ **متھے**، جبین اقدس۔ **اکھ**، آنکھ۔ **تے**، اور۔ **مستانی**، مست کردینوالی۔ **مخمور**، آنکھیں۔ **اکھیں**، آنکھیں۔ **ھن**، ہیں۔ **مدھ بھریاں**، سرگیں آنکھیں۔

شعر کا مفہوم

اعلیٰ حضرت گولڑوی علیہ الرحمہ اپنے محبوب کریم ﷺ کا سراپا بیان کرتے ہیں کہ چہرہ اقدس چودھویں کے چاند سے بڑھ کر تاباں، جبین اقدس نور علیٰ نور، زلفیں سیاہ اور آنکھیں مست اور سرگیں ہیں۔

چہرہ اقدس اور چودھویں کا چاند

آپ ﷺ کی نعت کہنا اور سراپا مبارک بیان کرنا نہایت ہی نازک معاملہ ہے اس لیے اس موضوع پر لکھنے والے قرآن وسنت اور صحابہ کے الفاظ کو ہی ترجیح دیتے ہیں مثلاً جہاں حضرت نے آپ ﷺ کے چہرہ اقدس کا سراپا چودھویں کے چاند

سے بیان کیا تو یہ بعینہ الفاظ حدیث ہیں، بخاری شریف میں ہے

ایک شخص نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے سوال کیا۔ کیا رسالتمآب ﷺ کا چہرہ اقدس تلوار کی مانند تھا؟ تو انہوں نے فرمایا

لا بل مثل القمر نہیں بلکہ چاند کی طرح تھا

(البخاری، ۱=۵۰۲)

شیخ ابراہیم بیجوری اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں

سائل کا سوال دو چیزوں کے بارے میں تھا کہ آپ کا چہرۂ اقدس لمبائی اور چمک میں تلوار کی مانند تھا؟ آپ نے دونوں کا جواب دیتے ہوئے فرمایا: نہیں روشنی اور لمبائی میں چہرہ تلوار کی طرح نہیں، بلکہ چاند کی طرح گول اور نورانی تھا

(المواہب اللدنیہ، ۲۴۶)

اس طرح حضرت جابر بن سمرۃ رضی اللہ عنہ کے سامنے ایک شخص نے سوال کیا کیا، رسول اللہ ﷺ کا چہرہ انور تلوار کی مانند تھا تو انہوں نے فرمایا ایسا نہیں

بل کان مثل الشمس والقمر وکان مستدیرا بلکہ آپ کا چہرہ انور شمس و قمر کی طرح اور گولائی میں تھا

(مسلم ۲، ۲۵۹)

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اپنے حبیب کے بارے میں فرمایا کرتے

کان وجہ رسول اللہ ﷺ کدارۃ القمر آپ ﷺ کا رخ انور چاند کے ہالہ کی طرح تھا

(سبل الہدی، ۲=۵۶)

سیدنا علی رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے چہرہ اقدس کے خدوخال کے بارے میں لوگوں کو یوں آگاہ فرماتے

کان فی وجہ رسول اللہ ﷺ تدویر — حبیب خدا ﷺ کا چہرہ انور گولائی میں تھا (سنن ترمذی، ۲=۳۰۵)

چاند سے بڑھ کر خوبصورت

کسی نے بھی حضور ﷺ کے بارے میں جو کچھ لکھا ہے یہ صرف سمجھانے کے لئے ہے وگرنہ آپ کا حسن، نہ الفاظ میں بیان ہوسکتا ہے اور نہ ہی کوئی مخلوق اس کی وضاحت پر قادر ہے مثلاً چاند کے ساتھ محض تشبیہ ہے، ورنہ صحابی رسول حضرت جابر بن سمرۃ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، چاندنی رات تھی میرے محبوب ﷺ سرخ دھاری دار چادر اوڑھے محواستراحت تھے، میں کبھی چاند کو دیکھتا اور کبھی من موہنے چہرہ اقدس کو، بالآخر میں بے اختیار پکار اٹھا

فاذا ھواحسن عندی من القمر — آپ کا چہرہ انور چاند سے کہیں زیادہ خوبصورت ہے (شمائل ترمذی، ۴)

امام ابن عساکر یہ روایت ان الفاظ میں بھی بیان کی ہے

فھو فی عینی ازین من القمر — آپ ﷺ کا چہرۂ اقدس چاند سے زیادہ مزین تھا

فھو فی عینی ازھیٰ من القمر — آپ کا چہرۂ اقدس چاند سے زیادہ روشن تھا

(تہذیب ابن عساکر، ۱=۳۲۳)

چاند سے تشبیہ دینا یہ بھی کوئی انصاف ہے
اس کے چہرے پر چھائیاں مدنی کا چہرہ صاف ہے

یہاں یہ نکتہ قابل توجہ ہے کہ آپ ﷺ کے چہرہ تاباں کا تذکرہ کرتے ہوئے صحابہ نے اکثر چاند سے تشبیہ دی نہ کہ سورج سے کیونکہ اہل عرب کے محاورہ کے مطابق چاند مظہرِ حسن و جمال ہے جبکہ سورج پیکر جلال حالانکہ خود خالق اکبر نے آپ ﷺ کو سراجاً منیرا کہا یعنی چمکتا دمکتا سورج۔

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا فرمان ہے رسول اللہ ﷺ سب سے بڑھ کر حسین وخوش منظر تھے

لم يصفه واصف قط الاشبه وجهه بالقمر ليلة البدر	جس کسی نے بھی آپ کی نعت کہی، اس نے چہرۂ اقدس کو چودھویں کے چاند سے تشبیہ دی

(زرقانی علی المواہب، ۴: ۷=۲۲۵)

اس کی متعدد حکمتیں بھی بیان ہوئی ہیں' امام محمد بن یوسف صالحی یوں حکمت بیان کرتے ہیں

لان القمر يونس من شاهده ويجمع النور من غير اذى حرو تمكين من النظر اليه	چاند دیکھنے والا اس سے مانوس ہو جاتا ہے' اس سے روشنی کے حصول میں گرمی محسوس نہیں ہوتی اور اس پر نظر جمانا بھی ممکن ہوتا ہے۔

(سبل الہدیٰ ۲=۵۹)

چہرہ اقدس کی ضیاء باریاں

چہرہ انور کی تابانی و درخشانی عارضی نہ تھی' بلکہ ہر آن آپ ﷺ کے چہرۂ اقدس سے انوار کی رم جھم جاری رہتی۔ امام زرقانی رقمطراز ہیں

ان وجهه شديد النور حيث يقع نوره على الجدار اذا قابلها (زرقانی،۶=۲۱۰)	آپ کا چہرۂ مبارک اس قدر نورانی تھا کہ جب اس کی نورانیت دیواروں پہ پڑتی تو وہ چمک اٹھتیں

امام ابن اثیر النہایہ میں لکھتے ہیں جب سرور عالم ﷺ خوش ہوتے تو

فكان وجهه المرأة التى ترى فيها صور الاشياء وكان الجدر تلاحك وجهه	آپ کا چہرۂ اقدس آئینہ کی طرح شفاف اور مجلی ہو جاتا اور اس میں اشیاء حتی کہ دیواروں تک کا عکس صاف اور واضح دکھائی دیتا

(النھایہ،۲=۵۹۱)

انوار سے گمشدہ سوئی کا ملنا

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا آپ کے چہرہ انور کا اعجاز یوں بیان کرتی ہیں کہ ایک رات مجھ سے سوئی گم ہوگئی روشنی نہ تھی' میں اسے تلاش کر رہی تھی تو رسول اللہ ﷺ نے چہرۂ انور سے کپڑا اٹھایا

فتبينت الابرة بشعاع وجه رسول الله ﷺ	تو چہرہ اقدس کی روشنی کی وجہ سے میری گم شدہ سوئی مل گئی

یاد رہے یہ اتفاقی معاملہ نہیں' بلکہ آپ فرماتی ہیں

کنت ادخل الخیط فی البرۃ حالالظلمۃ لبیاض رسول اللہ ﷺ

میں ہمیشہ رات کی تاریکی میں آپ کے چہرہ اقدس کے نور کی روشنی میں سوئی میں دھاگہ ڈال لیا کرتی تھی

(الخصائص الکبریٰ، ۱=۱۵۶)

سوزن گم شدہ ملتی ہیں تبسم سے تیرے
شام کو صبح کرتا ہے اجالا تیرا

متھے چمکے لاٹ نورانی

اس مصرعہ میں محبوب کریم ﷺ کی مقدس پیشانی کے نور علی نور ہونے کا تذکرہ ہے، آپ کی جبین مقدس کشادہ فراخ، روشن اور چمکدار تھی، جس پر کبھی شکن پیدا نہ ہوئی اور کبھی کسی نے حزن اور بیزاری کے آثار نہ دیکھے۔ ہمہ وقت اس پر مسرت و شادمانی اور اطمینان و سرور کا احساس امڈ آتا تھا۔

عظیم محدث حافظ ابن خیثمہ نقل کرتے ہیں

کان رسول اللہ ﷺ اجلی الجبین

آپ ﷺ کی مبارک پیشانی نہایت ہی روشن تھی

جب اس سے مبارک زلفیں اٹھتیں تو یوں محسوس ہوتا

کانما طلع فی فلق الصبح

جیسے صبح طلوع ہو گئی ہے

جب رات کے وقت اپنے صحابہ کی طرف تشریف لے جاتے تو لوگ دیکھتے کہ

فرأوا جبينه كانه ضوء سراج قد تلألا وكانوا يقولون هو رسول الله ﷺ (سبل الہدی، ۲=۳۲)

تو آپ کی جبین اقدس یوں دیکھتے کہ اس سے روشن چراغ کی طرح نوری شعاعیں پھوٹ رہی ہوتیں' یہ دیکھتے ہی پکار اٹھتے وہ رسول اللہ ﷺ تشریف لے آئے

شاعر دربار رسالت حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے اس خوبصورت منظر کو یوں سجایا

متى يبد فى الليل البهيم جبينه
يلح مثل مصباح الدجىٰ المتوقد

(جب رات کی تاریکی میں آپ کی پیشانی سامنے آتی تو وہ اس طرح چمکتی جس طرح کوئی روشن چراغ چمک رہا ہے)

حضرت اعلیٰ نے اسی منظر کو بیان کیا "متھے چمک تے لاٹ نورانی اے" کہ آپ کی پیشانی چمکدار اور نور کا مرکز ہے

کالی زلفیں

شعر نمبر ۲ میں زلفوں کا معطر و معنبر ہونا بیان کیا' یہاں ان کی مبارک رنگت کا ذکر ہے کہ وہ نہایت ہی سیاہ اور انفرادی حسن کی حامل تھیں' حضرت ابوقرصافہ رضی اللہ عنہ آپ کی مبارک زلفوں کی سیاہی کا تذکرہ کرتے ہوئے کہتے ہیں

کان رسول اللہ ﷺ شدید السواد الشعر رسول اللہ ﷺ کی مبارک زلفیں گہری سیاہ تھیں

(تہذیب ابن عساکر، ۱=۳۱۷)

حضرت سعد بن ابی اقاص رضی اللہ عنہ تاریک رات سے بڑھ کر زلفوں کی سیاہی کے بارے میں کہتے ہیں کہ

شدید سواد الرأس واللحیة رسول اللہ ﷺ کی زلفیں اور داڑھی مبارک نہایت ہی سیاہ تھیں

(سبل الہدی، ۲=۲۵)

حضرت حسان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ کی زلفوں کی سیاہی کا یہ عالم تھا کہ ان سے رات کو تیرگی کی خیرات ملی

الصبح بدا من طلعته واللیل دجیٰ من و فرته

(آپ کے پرنور چہرہ سے صبح کو روشنی ملی اور آپ کی سیاہ زلفوں سے رات کو تیرگی نصیب ہوئی)

حسین زلفیں

سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ آپ کی مقدس زلفوں کا حسن یوں بیان کرتے ہیں

کان رسول اللہ ﷺ حسن الشعر آپ کی مبارک زلفیں نہایت ہی حسین اور خوبصورت تھیں

زلفوں کی سیاہی آج بھی نگاہوں میں

حضرت ابو الطفیل رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے۔ لوگو! حضور علیہ الصلوۃ والسلام

کے بارے میں کسی نے کچھ پوچھنا ہے تو مجھ سے پوچھ لے کیونکہ آج روئے زمین پر میرے علاوہ کوئی ایسا شخص نہیں جس نے محبوب خدا ﷺ کو دیکھا ہو، جب ان سے کوئی آپ ﷺ کے حلیہ مبارک کے بارے میں سوال کرتا تفصیلاً بیان کرتے' آخر میں بتاتے ہیں نے فتح مکہ کے موقع پر آپ کی جو زیارت کی تھی' وہ مجھے آج بھی یاد ہے

فما انسٰی شدۃ بیاض وجھہ و شدۃ سواد شعرہ

آپ ﷺ کے چہرہ اقدس کی خوبصوت سفید اور زلفوں کی سیاہی آج بھی میری نگاہوں میں ہے

(ابن عساکر، ۱=۳۱۷)

حضرت اعلیٰ گولڑوی ایک اور پنجابی نعت میں لکھتے ہیں

کیتی وچ غماں غلطان ہوئے
اندر یاد سجن مستان ہوئے

حیران بہوں پریشان ہوئے
انہاں پیچاں زلف سیاہاں نال

(مرأۃ العرفان،۲۳)

مخمور اکھیں

یہاں پیارے محبوب ﷺ کی چشمانِ مقدس کی شان وصفات کا ذکر ہے کہ وہ انتہا کی خوبصورت سیاہ' پرکشش تھیں ان میں ہمہ وقت سرور آفریں جاذبیت اور رعنائی ہویدا رہتی' پلکیں بھی سیاہ و دراز تھیں' جن پر گھنے بال آنکھوں کی فراخی اور حسن میں اضافہ کئے ہوئے تھے اور پھر وہ قدرتی طور پر سرگیں تھیں۔

آنکھیں کشادہ اور سیاہ تھیں

حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ عنہما آپ ﷺ کی مقدس آنکھوں کے

بارے میں فرماتے ہیں

كان رسول الله صلى عليه وسلم ادعج العينين — آپ ﷺ کی آنکھیں کشادہ اور خوب سیاہ تھیں

(دلائل النبوۃ للبیہقی، ۱=۲۱۳)

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے آنکھوں کے حسن اور کشادگی کی یوں بیان کیا ہے

كان رسول الله على ﷺ ابرج العينين (ایضاً) — آپ ﷺ کی آنکھیں نہایت ہی کشادا اور خوبصورت تھیں

آنکھیں موزونیت کے ساتھ بڑی تھیں

مقدس آنکھوں کی موزونیت بیان یوں ہے

كان رسول الله ﷺ عظيم العينين — آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھیں بڑی تھیں

(سبل الہدی، ۲=۴۰ ۲)

آنکھوں کی پتلی نہایت سیاہ

خوبصورت اور دراز آنکھوں کے اندر پتلی گہرے سیاہ رنگ کی تھی۔ پتلی کے علاوہ آنکھوں کا بقیہ سفید تھا

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں

کان رسول اللہ ﷺ اسود الحدقة — آپ ﷺ کی آنکھوں کی پتلی نہایت ہی سیاہ تھی

(الترمذی، دلائل النبوۃ للبیہقی، ۱۰=۲۱۳)

امام ابن کثیر لکھتے ہیں کہ کچ کچھ لوگوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے درخواست کی کہ

انعت لنا رسول اللہ — ہمیں رسول ﷺ کے اوصاف کے بارے میں کچھ بتائیں

تو آپ نے فرمایا

کان ابیض مشرباً بیاضه حمرة وکان اسو دلحدقة — آپ ﷺ کے جسم اطہر کا رنگ سفید مائل بہ سرخی تھا اور آپ ﷺ کی آنکھوں کی پتلیاں نہایت ہی سیاہ تھیں

(شمائل الرسول لابن کثیر، ۱۷۰)

سفید حصے میں سرخ ڈورے

پتلی کے علاوہ سفید حصہ میں سرخی کی آمیزش تھی جہاں پلکیں باہم ملتی تھیں وہاں سرخ ڈورے دکھاتی دیتے، حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے

کان رسول اللہ ﷺ اشکل العینین — آپ ﷺ کی آنکھوں کے سفید حصے میں سرخ ڈورے تھے

(الترمذی، ۲=۲۰۶)

اکھیں ہن مدھ بھریاں

حضرت نے واضح کیا کہ آپ ﷺ کی آنکھیں سرمہ لگانے کی محتاج نہ تھیں بلکہ وہ قدرتی طور پر ایسے محسوس ہوتی تھیں جیسے انھیں سرمہ لگایا گیا ہے روایات میں آتا ہے

ولد النبی ﷺ مختوناً مکحولاً — آنحضور ﷺ وقت ولادت ختنہ شدہ اور آنکھوں میں سرمہ لگائے ہوئے تھے

(مولد الدبیعی للا امام الشیبانی، ۸۷)

حضرت جاجر بن سمرۃ رضی اللہ عنہ اس کیفیت کو یوں نقل کرتے ہیں

کنت اذ نظرت الی رسول اللہ ﷺ قلت اکحل ولیس باکحل — جب بھی میں آپ ﷺ کی چشمان مقدس کو دیکھتا تو گمان کرتا کہ آپ نے ابھی سرمہ لگایا ہے حالانکہ ایسا نہیں تھا

(شمائل الرسول لابن کثیر، ۱۹)

سرگیں آنکھیں حریم حق کے وہ مشکیں غزال

ہے فضائے لامکاں تک جن کا رمنا نور

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں

کان ﷺ اکحل العینین — آپ ﷺ کی آنکھیں ہمیشہ سرگیں رہتی تھیں

(سبل الہدی والرشاد، ۲۷=۳۴)

امام محمد یوسف الشامی ”اکحل“ کا معنی کرتے ہیں

سوداء یکون فی مفاوز اجفان العین خلقه

الکحل اس سیاہی کو کہتے ہیں جو آنکھوں کی پلکوں وغیرہ میں قدرتی طور پر ہو

(سبل الہدی والرشاد، ۲۷=۳۸)

بیداری کے وقت تیل اور سرمہ لگا ہوتا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور دیگر بچوں کے درمیان بیداری کے وقت امتیاز بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں

کان الصبیان یصبحون شعثاً رمصاً ویصبح رسول اللہ وھو صبی دھیناً کحیلاً

(شرح شمائل اللمناوی،۱=۲۶)

بچے جب رات کی نیند سے بیدار ہوتے ہیں تو ان کے سر کے بال الجھے ہوئے اور آنکھیں آلودہ لیکن رسول خدا اپنے بچپن میں جب نیند سے بیدار ہوتے تو آپ کے سر اقدس پر تیل اور آنکھوں میں سرمہ لگا ہوا ہوتا تھا

حضرت سلیمان علیہ السلام اور چشمان مقدس

حضرت سلیمان علیہ السلام آپ ﷺ کی مقدس اور حسین آنکھوں کا تذکرہ ان الفاظ میں کرتے ہیں

عیناہ کالحمام علی مجاری المیاہ مغسولتان باللبن جالستان

آپ ﷺ کی آنکھیں ان کبوتروں کی مانند ہوں گی جو لب دریا دودھ میں نہا

فی وقبیھما　　　　　کر بیٹھے ہوں

(اسماء النبی الکریم، ۱=۲۴۵)

انہی سرگیں اور مست نگاہوں کے بارے میں کہا'' مخمور اکھیں ہن مدبھریاں''۔ تفصیل کے لیے بندہ کی کتاب 'شاہکار ربوبیت' کی طرف رجوع کیجیے۔

چہرۂ اقدس کی ضیاء باریاں صرف آنکھوں پر ہی منحصر نہیں بلکہ اس کی ہر چیز اپنی جگہ بے مثال ہے، عارفِ کامل سلسلۂ بیان جاری رکھتے ہوئے فرماتے ہیں

باب ۴

"دو ابرو قوس مثال دسن"

نوک مژہ دے تیر

لباں سرخ آکھاں کہ لعل یمن

دانتوں سے نور کی جھڑی

--- ۴ ---

دو ابرو قوس مثال دسن جیں توں نوک مژہ دے تری چھٹن
لباں سرخ آ کھاں لعل یمن چٹے دن موتی دیاں ہن لڑیاں

الفاظ کے معانی

قوس، کمان۔**مثال**، مانند۔**دسن**، نظر آنا۔**جبیں توں**، جن سے۔**مژہ**، پلک۔**دے**، کے۔**چھٹن**، نکلنا۔**لباں**، ہونٹ۔**آکھاں**، کہوں۔**که**، جو۔**لعل یمن**، یمن کے موتی۔**چٹے**، سفید۔**دند**، دانت۔**دیاں**، کی۔**لڑیاں**، لڑی کی جمع' ہار۔

شعر کا مفہوم

اس شعر میں محبوب کریم ﷺ کے سراپا میں سے چار چیزوں کا ذکر بہت ہی خوبصورت انداز میں کیا ہے

۱۔ آپ ﷺ کے دونوں ابرو کمان کی مانند باریک ہیں
۲۔ مقدس آنکھوں کی حسین پلکیں تیر کی نوک
۳۔ آپ کے ہونٹ مبارک یمن کے موتیوں کی طرح سرخ ہیں
۴۔ دانت مبارک نہایت سفید، حسن ترتیب اور جڑاؤ میں موتیوں کی لڑی کی طرح ہیں

شعر کی تشریح

سابقہ شعر میں چہرۂ انور، جبین مقدس، حسین زلفوں اور مخمور آنکھوں کا تذکرہ تھا، اس میں سب سے پہلے آپ ﷺ کے مبارک ابروؤں کا حسن و جمال بیان کرتے ہوئے کہا

دو ابرو قوس مثال دسن

آپ ﷺ کے ابرو مبارک باریک، گہرے سیاہ اور گنجان تھے وصافِ نبی حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ آپ کے ابروئے مقدس کے بارے میں کہتے ہیں

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ازج الحواجب سوابغ (الوفاء،۱=۲۸۸)	سرور کونین ﷺ کے ابرو مبارک کمان کی طرح خمیدہ، لمبے اور باریک تھے

حضرت ابن سلطان (متوفی ۱۰۱۴ھ) نے "ازج" کا مفہوم ان الفاظ میں بیان کیا

دقیق شعر الحاجبین طویلهما الی مؤخر العین مع التقویس (شرح الشفاء،۱=۱۵۱)	ابروؤں کے بالوں کا باریک، آنکھ کے آخر تک اور قوس کی شکل میں ہونا مراد ہے

امام ابن عساکر لکھتے ہیں

ودقته وسبوغه الی مؤخر العین	آبروؤں کا لمبا، باریک اور آنکھوں کے آخر تک ہونا ہے

(تہذیب ابن عساکر،۱=۳۳۱)

ایک اور صحابی کہتے ہیں

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دقیق الحاجبین

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ابروٗ مبارک نہایت ہی باریک ولطیف تھے

(سبل الہدی، ۲=۲۱ بحوالہ بیہقی)

جیسے کہ پیچھے عرض کیا حضرت کے مطالعہ کی وسعت کی داد دیجئے کہ ہر شعر کا ہر مصرعہ کسی نہ کسی حدیث یا قولِ صحابی سے مستنبط ہے' ابروؤں کو کمان کی مانند قرار دینا حدیث ہی کا ترجمہ ہے۔

نوک مژگاں دے تیر

یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حسین وجمیل پلکوں کا بیان ہے جو مقدس آنکھوں کے حسن کو دوبالا کر رہی تھیں۔ حضرت ابراہیم بن محمد کا بیان ہے سیدنا علی رضی اللہ عنہ جب بھی پیارے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حسن وجمال اور آپ کی مقدس آنکھوں کا تذکرہ کرتے تو کہتے کہ آپ کے چہرۂ اقدس میں کتابی گولائی تھی' رنگ مبارک میں سفیدی اور سرخی کا امتزاج تھا

وکان اھدب الاشفار

اور آپ کی پلکیں نہایت خوبصورت اور لمبی تھیں

(دلائل النبوۃ للبیہقی، ۱=۲۱۲)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ آپ کی پلکوں کے حسن کو یوں بیان کرتے ہیں

کان اھدب اشفار العینین

آپ کی مبارک آنکھوں کی پلکیں لمبی تھیں

(ایضاً)

صحابہ کرام نے آپ کی مقدس آنکھوں کے لئے لفظ ''اشکل'' بھی ذکر کیا ہے' امام لغت جوہری کہتے ہیں، میں نے شیخ سماک سے پوچھا

ما اشکل العینین؟ اشکل العینین سے کیا مراد ہے؟

توانہوں نے بتایا ان آنکھوں کو کہا جاتا ہے۔

طویل شعر ھا جن کی پلکیں لمبی ہوں

(ابن عساکر، ۱=۳۲۲)

حضرت ام معبد رضی اللہ عنہا نے مقدس پلکوں کو ان الفاظ میں بیان کیا

فی اشفارہ غطف آپ کی پلکیں خوبصورت اور لمبی تھیں

(سبل الہدی، ۲=۲۳)

امام احمد رضا قادری انہی خوبصورت پلکوں پہ یوں سلام کہتے ہیں

ان کی آنکھوں پہ وہ سایہ فگن مژہ

ظلہ قصر رحمت پہ لاکھوں سلام

''**نوک مژہ دے تیر چھٹن**'' میں عارف کامل حضرت گولڑوی نے محبت کے ایک اہم سبب کو بھی اجاگر کیا ہے اور وہ محبوب کی آنکھوں کا تیر ہے جو دیکھنے والے کو شکار کر لیتا ہے دوسرے مقام پر اس پہلو کو یوں الفاظ دیے

یہاں لا کر کیا قائل فنونِ سحر کا اپنے

کمند زلف میں تیر مژہ میں چشم پرفن میں

(مرآۃ العرفان، ۱۲)

حضرت نے خواجہ حافظ شیرازی کے رنگ میں ایک مقام پر فرمایا

دل کند زخمے رفو گر مہرباں دار د طلب
نوکِ مژگاں را صبا باد دگر گو مرہمے

(دل زخمی ہے، اپنے محبوب سے رفو کی امید ہے اے باد صبا! محبوب کی نوک مژگاں سے عرض کر کہ وہ اس زخمی دل کی مرہم کرے) (مرأۃ العرفان،۳)

اب تک ہم نے محبوب کی زلفوں کا سیاہ ہونا، مخمور اور سرمگیں آنکھوں، ابروؤں کا مانند کمان ہونا اور مژگان مقدس کا خوبصورت اور باریک ہونا پڑھا‘ حضرت نے دوسرے مقام پر ایک ہی شعر میں ان تمام کو بیان کیا‘ بلکہ وہاں ایک اور چیز کا بھی اضافہ کیا۔

اکحل العینین، املح ازج الحاجبین
سرمہ گیں چشمے کمال ابرو ملحمے لرحمے

یہاں پہلا مصرعہ عربی ہے اور دوسرے میں فارسی الفاظ ہیں۔ اس کا ترجمہ ہے ”کہ اے محبوب سرمگیں آنکھوں والے‘ جاذب نظر رنگ والے! ورابرو اوج کمال پر رکھنے والے ہم پر رحم فرماؤ“

املح کا ذکر

بلکہ اس شعر میں لفظ ”املح “ سے آپ کے مقدس رنگ کا ذکر فرمایا کہ وہ سفید اور جاذب نظر تھا، روایاتِ سراپا میں رنگ کے بارے میں یہی لفظ استعمال ہوا ہے، حضرت سعید الجریری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے حضرت ابوالطفیل رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا میں نے سرور عالم ﷺ کی زیارت کا شرف پایا ہے اور آج

روئے زمین پر میرے سوا کوئی ایسا شخص موجود نہیں۔ میں نے ان سے عرض کیا مجھے آپ ﷺ کا حلیہ بیان کریں تو انہوں نے بیان کرتے ہوئے یہ بھی بتایا

کان ابیض ملیحاً آپ ﷺ کا رنگ سفید اور جاذب نظر اور نمکینی لیے ہوئے تھا (الوفاء،۲=۴۰۶)

یہاں یہ واضح کرنا ضروری ہے کہ ملاحت میں نمکینی کا شائبہ پیدا کرنے کا سبب ہے، یعنی رنگت شلجم کی طرح پھیکے سفید رنگ کی طرح نہیں بلکہ سفیدی سرخی اور ملاحت کے امتزاج کی چاشنی لیے ہوئے تھی

لباں سرخ آکھاں کہ لعل یمن

یہاں "کہ" "جو" کے معنی میں ہے نہ کہ بمعنی "یا" یعنی آپ ﷺ کے ہونٹ مبارک یمنی موتیوں کی طرح سرخ ہیں، ہونٹوں کا نرم و نازک اور لطیف و سرخ ہونا خوبصورتی کی علامت ہے۔ امام طبرانی آپ کے مبارک ہونٹوں کے بارے میں نقل کرتے ہیں کہ آپ ﷺ کے ہونٹ مبارک

احسن عباد الله شفتین اللہ کے تمام بندوں سے بہت خوبصورت تھے (الانوار المحمدیہ،۲۰۰)

انھوں نے ہی دوسری روایت نقل کی جس کے الفاظ ہیں

الطف عباد الله شفتین رسول اللہ ﷺ کے مقدس ہونٹ تمام اللہ کے بندوں سے نرم و نازک تھے (الانوار المحمدیہ،۲۰۰)

سکوت کے وقت مبارک ہونٹوں پر جو حسن کی فراوانی ہوتی اسے صحابہ نے یوں بیان کیا

کان الطفھم ضم فم	بوقت سکوت آپ کے ہونٹ نہایت
(ایضاً)	ہی لطیف وشگفتہ محسوس ہوتے

وہ گل ہیں لب ہائے نازک ان کے کہ جھڑتے رہتے ہیں پھول جن سے
گلاب گلشن میں دیکھے بلبل یہ دیکھ گلشن گلاب میں ہے

چٹے دند

یہ محبوب کریم ﷺ کے مقدس دانتوں کے حسن کا تذکرہ ہے کہ آپ کے دہن مبارک میں دانت مبارک، باریک، چمکدار، نہایت سفید، آب دار اور ایک دوسرے سے جدا جدا تھے، مبارک دانتوں کے درمیان باریک ریخیں تھیں۔

وصاف نبی حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں

کان رسول اللہ ﷺ اشنب مفلج الاسنان یفتر عن مثل حب الغمام	آپ ﷺ کے مبارک دانت نہایت سفید، چمکدار اور کشادہ تھے تبسم کے وقت اولوں کی طرح
(الوفاء، ۲=۳۹۱)	دکھائی دیتے تھے

شیخ عبدالواحد مصری حب الغمام کا مفہوم اور وجہ شبہ ذکر کرتے ہیں

حب الغمام منجمد اولوں کے دانوں کو کہا جاتا ہے،

آپ کے مبارک دانتوں کی صفائی، سفیدی، چمک، دمک اور

رطوبت اولوں کی طرح محسوس ہوتی تھی' اس لیے صحابی نے
ان کے ساتھ تشبیہ دی

(حاشیہ الوفاء،۲=۳۹۱)

نور مجسم ﷺ کے یاقوتی دندان مبارک اور ان کی آب و تاب اور چمک دمک کے بارے میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ منقول ہے

کان رسول اللہ ﷺ براق الثنایا — آپ ﷺ کے مبارک دانت نہایت چمکدار اور روشن تھے

(الانوار المحمدیہ،۱۹۹)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سامنے کے دانتوں کی کشادگی اور حسن بیان کرتے ہیں

کان رسول اللہ ﷺ افلج الثنتین — حبیب مکرم ﷺ کے سامنے کے دانت باہم ملے ہوئے نہ تھے' بلکہ ان میں مناسب فاصلہ اور کشادگی تھی

(سبل الہدیٰ،۲=۴۲)

موتی دیاں ہن لڑیاں

دہن مبارک میں دندان مقدس کے خوبصورت جڑاؤ اور ان کے کمال حسن ترتیب کی طرف اشارہ ہے کہ وہ خوبصورت موتیوں کی طرح پروئے ہوئے تھے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ دندانِ مقدس کا مسوڑھوں اور جبڑوں کے اندر خوبصورت جڑاؤ یوں بیان کرتے ہیں

افلج الثنتین اذا تکلم رئی کالنور یخرج من بین ثنایاہ (سنن دارمی)

متصل نہ تھے بلکہ ان میں موزوں فاصلہ تھا جب آپ ﷺ کلام فرماتے تو ان ریخوں سے نور جھڑتا دکھائی دیتا

حضرت قاضی عیاض (متوفی،۵۴۴ھ) مختلف صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حوالہ سے حلیہ مبارک نقل کرتے ہوئے رقمطراز ہیں، رسول اللہ ﷺ

اذا افتر ضاحکا افتر عن مثل سنا ابرق و عن مثل حب الغمام اذا تکلم رئی کا لنور یخرج من ثنایاہ (الشفاء،۱=۸۳)

جب مسکراتے تو آپ کے مبارک دانت برف اور بجلی کی طرح چمکتے دکھائی دیتے اور جب آپ ﷺ گفتگو فرماتے تو مبارک دانتوں سے نور کی جھڑی لگ جاتی

شفاء کے محشی شیخ علی محمد بجاوی کہتے ہیں

لفظ "سنا" کا معنی چمک دمک ہے اور "افتر ضاحکا" دانتوں سے تبسم کے وقت ہونٹوں کا ہٹنا مراد ہے، اب معنی روایت یہ ٹھہرا جب تبسم کے وقت دانتوں سے ہونٹ تو ہٹتے تو ان کی سفیدی بجلی کی چمک کی طرح ظاہر ہوتی۔

(حاشیہ الشفاء،۱=۸۳)

حسان وقت امام بوصیری حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دندان مبارک کو

دُرِ درخشاں سے تشبیہ دیتے ہوئے یوں گویا ہوئے

کانما اللؤ لؤ المکنون فی صدف

من صدفی منطق منه و مبتسم

(آپ کے دانت مبارک اس خوبصورت آب دار موتی کی طرح ہیں جو ابھی صدف سے باہر آ کر ہاتھوں سے میلا نہیں ہوا)

---- ☆ ----



باب ۵

اس صورت نوں میں جان آکھاں

عدم تقدیم محبت کی سزا

جان جہان ﷺ

سچ آکھاں تے رب دی شان آکھاں

حضرت خالد بن ولید کا ارشاد گرامی

''عطا'' صرف علم یا مال کے ساتھ مخصوص نہیں

--- ۵ ---

اس صورت نوں میں جان آکھاں   جانان کہ جان جہان آکھاں

سچ آکھاں تے رب دی شان آکھاں   جس شان توں شاناں سب بنیاں

الفاظ کے معانی

صورت، صورت محبوب کریم ﷺ۔ **نوں**، کو۔ **آکھاں**، کہوں۔

شعر کا مفہوم

محبوب کریم ﷺ کی صورت اقدس میری جان بلکہ تمام کائنات کی جان ہیں، اگر میں حقیقت بیان کروں تو یہ رب تعالیٰ کی ہی شان ہیں، جس سے دیگر تمام شانیں وجود پاتی ہیں

شعر کی تشریح

حضرت اپنے محبوب کریم ﷺ کے سراپا اور حلیہ شریف ذکر کرنے کے بعد اب آپ کا مقام و مرتبہ بیان کرتے ہیں

اس صورت نوں میں جان آکھاں

آپ ﷺ اہل ایمان بلکہ تمام جہان کی جان ہیں، اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں حضور ﷺ اور اہل ایمان کے درمیان تعلق واضح کرتے ہوئے فرمایا

النبی اولیٰ بالمؤمنین من انفسهم

(الاحزاب، ٦)

نبی اہل ایمان کے ان کی جانوں سے بھی زیادہ عزیز و قریب ہیں

عارف کامل نے اسی طرف اشارہ یوں کیا

از نفوس ماست اولیٰ تر نبی

پس علی را ایں چنیں داں یا اخی

(مرأۃ العرفان، ۱۱۷)

اس کے علاوہ متعدد نصوص میں آپ ﷺ کے ساتھ ہر شی حتی کہ اپنی جان سے بھی بڑھ کر محبت کرنا ضروری قرار دیا گیا ہے، یہ تبھی لازم ہے کہ آپ ہماری جان سے بھی زیادہ عزیز و محترم ہیں، سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہے رسول ﷺ نے فرمایا

والذی نفسی بیده لا یؤمن احد کم حتی اکون احب الیه من والده وولده

(البخاری، باب حب الرسول)

قسم اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے تم میں سے کوئی اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک میں اسے اس کی جان، والدین اور اولاد سے بھی محبوب نہ ہو جاؤں

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں

والناس اجمعین

(ایضاً)

اور تمام لوگوں سے بڑھ کر میرے ساتھ محبت ہو

امام مسلم کی روایت میں اسی صحابی کے یہ الفاظ ہیں

حتی اکون احب الیه من اهله و ماله والناس اجمعین — یہاں تک کہ میں اسے اس کے اہل، مال اور تمام لوگوں سے زیادہ پیارا بن جاؤں

(مسلم، باب وجوب محبۃ الرسول)

واقعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ میں تصریح ہے کہ جان سے بھی بڑھ کر آپ ﷺ سے محبت لازم ہے، حضرت عبداللہ بن ہشام سے ہے، ہم حضور ﷺ کے ساتھ تھے آپ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، یارسول اللہ

لانت احب الی من کل شئی الامن نفسی — آپ مجھے اپنی جان کے سوا ہر چیز سے پیارے ہیں

تو آپ ﷺ نے فرمایا

لا والذی نفسی بیده حتی اکون احب الیک من نفسک — نہیں، قسم اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے حتیٰ کہ تمھیں مجھ سے اپنی جان سے بھی زیادہ محبت ہو

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا

والله لانت احب الی من نفسی — اللہ کی قسم آپ مجھے اپنی جان سے بھی زیادہ پیارے ہیں

آپ ﷺ نے فرمایا

الآن یا عمر — اے عمر! اب بات بنی

(بخاری، کتاب الایمان)

ان روایات نے واضح کر دیا کہ تمام مخلوق سے بڑھ کر آپ ﷺ کو عزیز جاننا فرض و لازم ہے، اس کے بغیر ایمان کامل نہیں ہوتا

عدم تقدیم محبت کی سزا

اگر کوئی شخص دنیا بھر کی ہر چیز سے زیادہ اللہ اور رسول اللہ ﷺ سے محبت نہیں کرتا تو اس کے لئے اللہ تعالیٰ نے عذاب وسزا کی دھمکی دی ہے، ارشاد ربانی ہے

قل ان کان آباء کم	اے حبیب ! آپ فرما دیجیے کہ اگر
وابناؤکم واخوانکم	تمھارے باپ ، بیٹے ، بھائی،
وازواجکم وعشیرتکم	تمھاری بیویاں، تمھارا کنبہ، تمھاری
واموال ن اقترفتموھا وتجارۃ	کمائی کے مال اور وہ سودا جس کے
تخشون کسادھا ومسکن	نقصان کا تمھیں ڈر ہے اور تمھاری
ترضونھا احب الیکم من اللہ	پسند کے مکان تمھیں اللہ اور اس
و رسولہ وجھاد فی سبیلہ	کے رسول اور اس کی راہ میں لڑنے
فتربصوا حتی یأتی اللہ بامرہ	سے زیادہ پیاری ہوں تو انتظار کرد
واللہ لا یھدی القوم	اس وقت کا کہ اللہ اپنا حکم لائے اور
الفاسقین	اللہ فاسقوں کو ہدایت نہیں دیتا

(التوبہ،۲۴)

ڈاکٹر خلیل ابراہیم ملا خاطر اس آیت اور مذکورہ احادیث کے تحت رقمطراز ہیں

فحصل من مجموع مافی	اس آیت کریمہ اور ان احادیث
الایۃ الکریمۃ والاحادیث	شریفہ میں مجموعی طور پر ان کا اشیاء کا
الشریفۃ الثلاثۃ کالتالی النفس	ذکر ہے، نفس، والد، اولاد، بھائی، بہن

الوالد، الولد، الاخوة الازواج،الاهل، العشيرة، بقية الناس، الاموال والتجارات والمساكن فلم يبق شئی فان كانت محبة هؤلاء جميعًا او فرادى مقدمة على محبة الله تعالىٰ ورسوله ﷺ فهذا دال على المحظورةو سيناله الوعيد والتهديد و يجب على المسلم ان يقدم محبة الله تعالىٰ و محبة رسوله الكريم ﷺ على محبة هؤلاء جميعا مجتمعين او متفرقين	خاوند بیوی، اہل خاندان، بقیہ لوگ، اموال، تجارات، رہائش، ان کے بعد کوئی شئے باقی نہیں رہ جاتی، اگر کوئی انسان ان تمام سے یا ان میں سے کسی سے، اللہ اور رسول ﷺ سے زیادہ محبت رکھتا ہے تو وہ خطرے میں ہے، اس پر عنقریب عذاب و عتاب ہوگا، لہذا ہر مسلمان پر لازم ہے کہ وہ ان سب سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے بڑھ کر محبت وعقیدت رکھے

(محبۃ النبی واطاعتہ، ۱۴۷)

مفسرین فرماتے ہیں، اس آیت مبارکہ کے آخر میں جو وعید ہے "فتربصوا حتی یأتی الله بامره والله لا يهدی القوم الفاسقين" ایسی شدید وعید اور سزا کسی اور آیت میں نہیں، شیخ جاراللہ زمخشری کے الفاظ ہیں

هذه آية شديدة لاترى اشد منها — اس آیت میں اس قدر شدت ہے کہ اس سے بڑھ کر کہیں ایسی شدت نہیں ملے گی

(الکشاف،۲=۱۴۵)

اوراس کی اس قدر شدت کی وجہ بھی اہل علم نے تحریر کی

نعت على الناس مالا يكاد يتخلص منه الامن تدارکه الله تعالٰى بلطفه وفضله — اس میں لوگوں کوایسی بات کا حکم دیا گیا ہے کہ اس پر وہی عمل پیرا ہوگا جس پر اللہ تعالیٰ کا خصوصی لطف و فضل ہوگا

(محبۃ النبی،۱۵۰)

گویا حضور ﷺ سے ہر شئی سے بڑھ کر محبت کا نصیب ہو جانا، اللہ تعالیٰ کا خصوصی فضل ولطف ہوتا ہے۔ بحمداللہ تعالیٰ عارف کامل حضرت پیر مہر علی شاہ علیہ الرحمۃ نے اسی محبت کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ آپ ﷺ کی ذات اقدس تو میری جان ہیں، آپ قرآن سے پوچھیں تو انہیں ایمان قرار دے گا اور ایمان سے پوچھو تو انہیں اپنی جان قرار دیتے ہوئے نظر آئے گا، مولانا احمد رضا قادری کہتے ہیں

اللہ کی سرتا بقدم شان ہیں یہ
ان سانہیں انسان وہ انسان ہیں یہ
قرآن تو ایمان بتاتا ہے انہیں
ایمان یہ کہتا ہے میری جان ہیں یہ

(حدائق بخشش،۲۲۳)

جان جہاں آ کھاں

یہ ذات اقدس فقط میری جان ہی نہیں بلکہ ساری کائنات کی جان ہیں کیونکہ انہی کے نور کے فیض اور وسیلہ سے اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوق کو پیدا فرمایا، اگر آپ نہ ہوتے تو کچھ بھی نہ ہوتا۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، میں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں عرض کیا میرے والدین آپ پر فدا ہوں، مجھے اس سے آگاہ فرمایئے کہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے کس شے کو پیدا کیا، آپ ﷺ نے فرمایا

ان اللہ تعالیٰ قد خلق قبل الاشیاء نور نبیک من نورہ — اللہ تعالیٰ نے ہر شی سے پہلے تیرے نبی کا نور اپنے نور (کے فیض) سے پیدا فرمایا

(اشرف الوسائل، ۳۲، بحوالہ مسند عبدالرزاق)

پھر اسے قدرت الٰہی نے جہاں چاہا رکھا، اس وقت لوح، قلم، دوزخ، فرشتے، آسمان، زمین، سورج، چاند، جن وانس کچھ نہ تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے دیگر مخلوق کو پیدا کرنا چاہا تو اس نور کے چار حصے فرمائے، پہلے سے قلم، دوسرے سے لوح، تیسرے سے عرش، پھر چوتھے کے چار حصے فرمائے پہلے سے حاملان عرش، دوسرے سے کرسی، تیسرے سے بقیہ فرشتے پھر چوتھے کے چار حصے کیے، پہلے سے آسمان، دوسرے سے زمین، تیسرے سے جنت بنائی۔

(زرقانی علی المواہب، ۱=۴۶)

امام ابوالحسن اشعری نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

اول ما خلق الله نوری ومن نوری خلق کل شئی

سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے میرا نور پیدا فرمایا اور میرے نور سے ہر شئ پیدا فرمائی

(مطالع المسرات، ۱۲۹)

امام ابن جوزی نے یہی روایت ان الفاظ میں نقل کی ہے

اول ما خلق الله نوری ومن نوری خلق جمیع الکائنات

سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے میرا نور پیدا کیا پھر میرے نور کے فیض سے تمام کائنات کو وجود بخشا

(المیلاد النبوی، ۲۴)

حضرت گولڑوی اسی ارشاد نبوی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں

کن فیکون تاں کل دی گل ہے اساں اگے پریت لگائی

توں میں حرف نشانی نہ آہا جدوں دتی میم گواہی

اجے دی سانوں اوہ پئے دسدے بیلے بوٹے کاہی

مہر علی شاہ رل تاہیوں بیٹھے جداں سک دوہاں نوں آہی

اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو تمام کائنات کے لئے رحمت بنایا ہے، ارشاد ربانی ہے

وما ارسلناک الا رحمة للعالمین

ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے

(الانبیاء، ۱۰۷)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

ان اللہ بعثنی رحمۃ للعالمین وھدی للمتقین	مجھے اللہ تعالیٰ نے تمام جہانوں کے لئے رحمت اور اہل ایمان کے لئے سراپا ہدایت بنایا ہے
(جواہر البحار، ۱=۲۸۵)	

یہاں عالمین سے تمام مخلوق مراد ہے، ہر وہ شئی جس کا رب اللہ ہے حضور ﷺ اس کے لئے رحمت ہیں، یہ کہنا کہ آپ صرف انسان یا جن وانس کے لئے رحمت ہیں کافی نہیں ہے۔

اس شان اقدس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا 'جانان کہ جان جہان آکھاں'

سچ آکھاں تے رب دی شان آکھاں

میرے محبوب اس قدر بلند و بالا ہیں کہ ان کی شان وعظمت کا احاطہ کیا ہی نہیں جا سکتا کیونکہ مخلوق میں سے کوئی اس پر قادر ہی نہیں، اس لیے کہ آپ ﷺ کے کمالات سے کامل طور پر آپ کا خالق ہی آگاہ ہے، امام عبد الرؤف مناوی (متوفی، ۱۰۰۳ھ) لکھتے ہیں

کل وصف یعبر بہ الواصف فی حقہ ﷺ خارج عن صفتہ ولا یعلم کمال حالہ الا خالقہ	جس نے آپ ﷺ کی کوئی نعت ووصف بیان کیا آپ کی شان اس سے بالاتر ہے اور آپ کے کمالات کی شان صرف آپ کا خالق ہی جانتا ہے
(شرح الشمائل، ۱=۴۰)	

حضرت ملا علی قاری (متوفی ،١٠١٤ھ) آپ ﷺ کے اوصاف کو دیگر اشیاء سے تشبیہ دینے پر رقمطراز ہیں

ثم تشبيه بعض صفاته بنحو الشمس والقمر انما جرى على عادة الشعراء والعرب او على التقريب والتمثيل والا فلاشئى يعادل شيئاً من اوصافه اذ هى اعلى واجل من كل مخلوق

(جمع الوسائل،١=٤١)

آپ ﷺ کے بعض اوصاف کو سورج اور قمر کے ساتھ تشبیہ دینا شعراء اور عرب اہل زبان کی عادت کے طور پر یا ایسا بطور مثال دینے اور معاملے کو قریب سے سمجھنے کے لیے کیا جاتا ہے ،ورنہ کوئی شئ بھی آپ ﷺ کے اوصاف کے برابر نہیں ہو سکتی کیونکہ آپ ﷺ تمام مخلوق سے اعلیٰ اور اجل ہیں

غالب ثنائے خواجہ بہ یزداں گذاشتیم

کاں ذات پاک مرتبہ داں محمد است

(غالب ہم حضور ﷺ کی ثنا اللہ تعالیٰ پر چھوڑ رہے ہیں کیونکہ اس کی ہی ذات پاک آپ ﷺ کے مرتبہ سے آگاہ ہے)

ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ کے اخلاق کریمہ کے بارے میں فرمایا

کا ن خلقه القر آن

سارا قرآن آپ ﷺ کے اخلاقِ حسنہ کا بیان ہے

اس کی تفسیر میں اہل معرفت لکھتے ہیں

وفیه ایماء الی ان اوصاف خلقه العظیم لا تتناهی کما ان معانی القران لا تتقاضیٰ وهذا غایة فی الا تساع و نهایة فی الا بتداع لا یهتدی لا نتهائها بل کل مایتوهم انه انتهاؤ ها فهو من ابتدائها

اس میں یہ اشارہ ہے کہ آپ کے خلق عظیم کے اوصاف ان گنت ہیں جیسے معانی قرآن نہ ختم ہونے والے ہیں یہ میدان انتہائی وسیع اور اس کی انتہا کوئی نہیں پا سکتا بلکہ جو گمان کرے گا کہ میں انتہا پر ہوں، وہ ابتدا میں ہی ہوگا

(جمع الوسائل، ۲=۱۸۷)

امام ابن حجر مکی (متوفی ۹۷۴ھ) اس حقیقت کو یوں واضح کرتے ہیں

لا یمکن الا حاطة بهابل ولا ببعضها من حیث الحقیقة والکمال الذی لانهایة له

حضور ﷺ کے تمام کمالات تو کہاں، فقط بعض کا حقیقۃً احاطہ نہیں کیا جا سکتا، یہ ایسا کمال ہے، جس کی انتہا ہی نہیں

(اشرف الوسائل، ۴۹۷)

آپ کی اسی بے مثل عظمت کے پیش نظر اہل نظر پکار اٹھتے ہیں ہم آپ کی

شان اقدس بیان کرنے پر قادر نہیں، ہاں! اتنا کہہ سکتے ہیں ''سچ آ کھاں تے رب دی شان آ کھاں''

حضرت خالد بن ولید کا ارشاد گرامی

روایات میں ہے کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کسی محاذ پر تشریف لے گئے، وہاں کے سردار نے ان سے کہا تم مجھے کچھ اپنے رسول کے بارے میں بیان کرو، انہوں نے دوسرے ساتھی سے کہا تم اسے حضور ﷺ کے بارے میں بتاؤ۔ وہ سردار کہنے لگا، میں آپ سے ہی سننا چاہتا ہوں، کہنے لگے اگر مجھ سے ہی سننا چاہتے ہو تو سنو میں آپ کی ذاتِ اقدس کے حوالے سے یہ کہوں گا کہ ہم آپ کے اوصاف بیان نہیں کر سکتے۔ البتہ آپ کی شان یہ ہے

المرسل علی قدر المرسل رسول اللہ ﷺ اپنے بھیجنے والے (اللہ تعالیٰ) کی شان عظیم کا مظہر ہیں (المواھب اللدنیہ)

مراد یہ کہ جب اللہ کی عظمت اور شان احاطۂ بیان میں نہیں آسکتی تو آنحضور ﷺ کی شان کماحقہ کیسے بیان ہو سکتی ہے۔ اسی کا ترجمہ اعلحضرت گولڑوی نے کیا

سچ آ کھاں تے رب دی شان آ کھاں
جس شان توں شاناں سب بنیاں

پیچھے گذرا کہ تمام مخلوق کی اصل آپ ﷺ کی ذات اقدس ہے اور اس کے بعد ازل تا ابد جس کو بھی کوئی مقام اور شان ملا یا ملے گا وہ آپ ﷺ کے توسل سے ہی ملے گا، اس شان اقدس کا اظہار آپ ﷺ نے ان کلمات میں فرمایا

انما انا قاسم و خازن والله یعطی
تقسیم کرنے والا اور خازن میں ہوں اللہ تعالیٰ عطا فرمانے والا ہے
(البخاری، ۱=۴۳۹)

امام حاکم نے اس حدیث کو صحیح قرار دیتے ہوئے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ الفاظ نقل کئے ہیں فرمایا

انا ابو القاسم الله یعطی وانا اقسم
میں ابو القاسم ہوں اللہ تعالیٰ عطا فرماتا ہے اور میں تقسیم کرتا ہوں
(المستدرک)

مسلم میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میرے نام پر اپنے نام رکھو مگر میرے نام اور میری کنیت کو اپنے ناموں میں جمع نہ کرو

فانی ابو القاسم اقسم بینکم
میں ابو القاسم ہوں میں تمہارے درمیان تقسیم کنندہ ہوں
(نسیم الریاض، ۲=۳۹۹)

امام احمد خفاجی نے متعدد کتب کے حوالہ سے یہ بھی لکھا ہے

انه کنی به لانه یقسم الجنة بین اهلها یوم القیامة
یہ آپ کی اس کنیت کی وجہ سے ہے کہ آپ ﷺ روز قیامت اہل جنت میں جنت تقسیم فرمائیں گے
(نسیم الریاض، ۲=۳۹۹)

جس طرح اللہ تعالیٰ کی عطا مخصوص اور اس کی حد نہیں، اس طرح آپ کی تقسیم بھی محدود نہیں، اللہ تعالیٰ ہر شی عطا فرماتا ہے اور آپ ﷺ ہر شی تقسیم کرتے ہیں

عطا صرف علم یا مال کے ساتھ مخصوص نہیں

ہمارے ہاں بعض لوگ اس روایت کو علم کے ساتھ مخصوص کرتے ہیں جبکہ

عربوں میں کچھ لوگ اسے مال کے ساتھ مخصوص کر دیتے ہیں۔ قرآن وسنت کے شواہد کی وجہ سے اہل محبت اسے عموم پر ہی رکھتے ہیں مثلاً مسلم میں حضرت ربیعہ بن کعب رضی اللہ عنہ سے ہے میں سرور عالم ﷺ کی خدمت کیا کرتا تھا، ایک دن آپ نے مجھے فرمایا ''ربیعہ مانگو'' میں نے عرض کیا، جنت میں آپ کی سنگت چاہتا ہوں، فرمایا، اس کے علاوہ بھی کچھ؟ عرض کیا بس یہی کافی ہے، فرمایا، کثرت سجود کے ساتھ میری مدد کرو

(مسلم، باب فضل السجود)

اس حدیث مبارکہ کی شرح میں محدثین نے جو کچھ لکھا ہے وہ اہل محبت کی تائید کرتا ہے چند تصریحات سامنے لے آتے ہیں

۱۔ اس حدیث کی شرح میں شیخ المحدثین ملا علی قاری (متوفی ۱۰۱۴ھ) لکھتے ہیں

ویؤخذ من اطلاقه علیه الصلوة والسلام الامر بالسؤال ان الله تعالیٰ مکنه من اعطاء کل ما اراد من خزائن الحق (مرقاۃ المفاتیح، ۱=۵۵۰)	آپ نے مانگنے کا حکم بغیر کسی پابندی کے دیا 'جو کچھ مانگنا ہے مانگ لو' اس سے واضح ہو رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کو اس بات پر قادر کر دیا ہے کہ وہ اللہ رب العزت کے خزانوں میں سے جو کچھ چاہیں عطا کریں

۲۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ نے بھی یہی بات ان الفاظ میں بیان کی ہے

از اطلاق سوال کہ فرمود سل بخواہ و تخصیص نکرد بمطلوبے خاص معلوم شود کہ کارھمہ بدست ھمت و کرامت اوست ﷺ ھرچہ خواھد ھر کرا خواھد باذن پروردگار خود بدھد
(اشعۃ اللمعات،۱=۳۹۶)

یہ کہہ کر کہ "مانگ" سوال کو مطلق رکھا کسی خاص مطلوب کے ساتھ مخصوص نہیں فرمایا، جس سے معلوم ہو رہا ہے کہ تمام امور حضور کے ہاتھ میں ہیں جو چاہیں جس کے لئے چاہیں اپنے پروردگار کے حکم سے عطا کردیں

امام عبداللہ غماری تخصیص کرنے والوں کا رد کرتے ہوئے رقمطراز ہیں کہ احادیث مبارکہ

تبین انہ ﷺ یقسم بین العباد مایرزقھم اللہ من معارف و علوم و اموال وغیرھا ولیس قسمتہ علیہ الصلوۃ والسلام خاصا بمال الفئی والغنائم بل ھو عام (الاحادیث المنتقاۃ،۲،۷)

واضح کر رہی ہیں آپ ﷺ لوگوں کے درمیان اللہ تعالیٰ کے عطا فرمودہ، معارف، علوم، اموال، اور دیگر اشیاء تقسیم فرماتے ہیں اور آپ ﷺ کی تقسیم مال فئی اور غنائم کے ساتھ مخصوص نہیں، بلکہ عام ہے

آگے چل کر لکھتے ہیں کہ عموم پر دو دلائل ہیں

۱۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے

انما بعثت قاسما

مجھے تقسیم کنندہ بنا کر بھیجا گیا ہے

اورحدیثِ ذیل میں اس کی مزید وضاحت ہے

انما بعثت لقسم ما اؤتی من الھدی والنور والعلم و العرفان	میری بعثت ہدایت، نور، علم اور عرفان تقسیم کرنے کے لئے ہوئی ہے

رہا مال غنیمت کا تقسیم کرنا تو وہ ثانوی معاملہ ہے وہ تو جہاد کی فرضیت اور ہجرت کے بعد کے مرحلہ پر وقوع پذیر ہوا۔

۲۔ آپ ﷺ نے دوسروں کو اپنی کنیت ابو القاسم رکھنے سے منع فرمایا اور حکمت یہ بیان کی کہ میں تقسیم کنندہ ہوں اب اگر مراد صرف مال غنیمت کی تقسیم ہوتی تو پھر اس ممانعت کا کیا فائدہ؟ کیونکہ ہر بادشاہ مال غنیمت تقسیم کرتا ہے جیسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کیا کرتے تھے

فلولا انہ علیہ الصلوۃ و السلام اختص فی القسم بشئی لم یشر کہ فیہ غیرہ لم یکن للنھی معنی	اگر تقسیم کرنے میں آپ ﷺ کو دوسروں سے امتیاز نہ ہوتو پھر ایسی کنیت سے منع کرنے کی کوئی حکمت باقی نہیں رہ جاتی

(الاحادیث المنتقاۃ،۴۷)

تو آپ نے ملاحظہ کیا اہل علم نے اس فرمان کو عموم پر رکھا اعلیحضرت گولڑوی نے بھی اس عموم کو واضح کرتے ہوئے فرمایا

سچ آکھاں تے رب دی شان آکھاں
جس شان تھیں شاناں سب بنیاں

باب ۶

صورت اور بے صورت (معنٰی اور مفہوم)

بندہ کا مظہرِ الٰہی ہونا

مقام حبیب خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

بے رنگ دسے

جمال الٰہی کا آئینہ ذات مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

وچ وحدت پھٹیاں جد گھڑیاں

اول الخلق کی تخلیق

---- ۶ ----

ایہہ صورت ہے بے صورت تھیں　　بے صورت ظاہر صورت تھیں
بے رنگ دسے اس مورت تھیں　　وچ وحدت پھٹیاں جد گھڑیاں

الفاظ کے معانی

ایہہ، یہ۔ **صورت**، مراد صورت محبوب خدا علیہ الصلوٰۃ السلام ہے۔ **بے صورت**، ذاتِ خداوندی **بے رنگ**، اللہ سبحانہ تعالیٰ کی ذات۔ **وچ**، میں۔ **وحدت**، ذات باری تعالیٰ **پھٹیاں**، ظاہر ہونا' پھوٹنا۔ **جد**، جس وقت۔ **گھڑیاں**، خوبصورت اور نئی شاخیں۔

شعر کا مفہوم

یہ صورت، جان جہاں، رب کی شان اور تمام شانوں کی اصل (وسیلہ) کیوں نہ ہو؟ یہ توحقیقتہً بے صورت رب سبحانہ وتعالیٰ کی نشاندہی کرنے والی ہے۔ آپ کی صورت ہے، اللہ تعالیٰ کی بے صورت ذاتِ اقدس کا اظہارِ کامل اسی صورت سے ہوتا ہے اور جب اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کریم ﷺ کو تخلیق فرمایا تو ان کے ذریعے مخلوق کو معرفت خداوندی نصیب ہوئی، ورنہ کہاں خالق اور کہاں مخلوق؟ اس صورت میں بے رنگ نظر آتا ہے گویا آپ سراپا مظہر خداوندی ہیں

بے صورت تھیں

اللہ تعالیٰ کی ذات اقدس جسم جسمانیات، مکان، مکانیات اور حدود و جہات

سے پاک ہے، بلکہ مخلوق کی کوئی صفت بھی اس کے شایانِ شان نہیں، مثلاً مخلوق کھانے کی محتاج ہے اور وہ اس سے پاک ہے، ارشاد فرمایا

وھو یطعم ولا یطعم — وہ سب کو کھانا کھلاتا ہے اس کو کوئی نہیں کھلا سکتا

(الانعام،۱۴)

مخلوق، اولاد و والدین کی محتاج و ضرورت مند ہے، وہ ذات اقدس ان سے بالاتر ہے، فرمایا

لم یلد ولم یولد — وہ نہ کسی کا والد ہے اور نہ اولاد

(اخلاص،۳-۴)

قرآن میں کفار کے غلط عقائد میں سے ایک عقیدہ یہ بیان ہوا ہے کہ وہ ملائکہ کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں قرار دیتے ہیں، ان کی مذمت کرتے ہوئے فرمایا اگر تم نے اس کے لئے کچھ ثابت کرنا ہی تھا تو کم از کم ایسی چیز کرتے جو تمہیں پسند تھی

ام له البنات ولکم البنون — کیا تم اس کے لئے بیٹیاں اور اپنے لئے بیٹے پسند کرتے ہو

(الطور،۳۹)

پھر انہوں نے بتوں کو خدا سبحانہ تعالیٰ کا درجہ دے رکھا تھا، فرمایا

ولم یکن له کفوا احد — اس کے ہم پلہ کوئی نہیں ہو سکتا

(اخلاص،۵)

ایک اور مقام پر اپنی شان اقدس کا ذکر یوں فرمایا

لیس کمثله شئی — اس کی مثل کوئی شی نہیں

(الشوریٰ،۱۱)

باقی جن آیات قرآنیہ میں اس کے ید، وجہ، ساق اور عین کا ذکر آیا ہے وہاں

مخلوق کی طرح ہاتھ، چہرہ اور آنکھیں مراد نہیں، بلکہ ان سے اس کے شایان شان صفات مراد ہیں، انہیں متشابہات کہا جاتا ہے، ان کا کما حقہ علم اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے پاس ہے۔ الغرض! اسلام نے ہمیں ذات باری تعالیٰ کے بارے میں جو عقائد عطا فرمائے ہیں، ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ ہم اسے جسم وجسمانیات سے پاک ومنزہ مانیں۔

اعلیٰ حضرت گولڑوی نے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی اس شان اقدس کا اظہار یوں فرمایا ہے کہ وہ ہر طرح کی صورت اور رنگ سے پاک وبالاتر ہے، یہ صفات مخلوق کی تو ہوسکتی ہیں مگر خالق ان سے منزہ ہے۔

بے صورت ظاہر صورت تھیں

لیکن اس بے صورت ذات اقدس نے کرم ولطف کی بنا پر اپنے ذاتی نور کے فیض سے ایک شخصیت کو تخلیق فرمایا جس سے اس کی ربوبیت کا اظہار ہوا۔ اہل علم و معرفت فرماتے ہیں جب اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنی معرفت کے لئے مخلوق پیدا کرنے کا ارادہ فرمایا تو وہ جانتا تھا کہ میں قدیم ہوں اور مخلوق حادث، قدیم وحادث کے درمیان کوئی نسبت ہی نہیں تو وہ میری معرفت کی طاقت نہیں رکھیں گے، لہٰذا وجود نسبت کے لئے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ایک ایسی ہستی کو پیدا فرمایا جو اس کی ذاتی تجلیات کا مظہر ومرکز ہو اور اس سے آگے تمام مخلوق کو پیدا کیا تاکہ اس نسبت کے حوالے سے وہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی معرفت حاصل کرسکیں

یعنی اگر اللہ سبحانہ وتعالیٰ آپ علیہ الصلوٰۃ السلام کی ذات اقدس کو پیدا نہ فرماتا تو نہ کوئی مخلوق ہوتی اور نہ کوئی صاحب معرفت، حدیث قدسی میں اس کا بیان یوں ہے

فرمان باری تعالیٰ ہے اے حبیب!

لو لاک لما اظھرت الربوبیة — اگر آپ کو پیدا نہ فرماتا تو میں اپنی ربوبیت کا اظہار نہ کرتا

اس مصرعہ میں حضرت اعلیٰ نے حضور ﷺ کا یہ مقام بیان کیا کہ آپ ﷺ کا وجود، وجود الٰہی میں کامل طور پر گم اور فنا تھا کہ آپ کی ذات وصفات اللہ تعالیٰ کا مظہر اتم واکمل ہیں۔ اب اگرچہ ذوات دو ہیں، اللہ خالق اور حضور مخلوق، اللہ معبود اور حضور عابد مگر ہر معاملہ میں دوئی نہیں دونوں کی رضا، ناراضگی، اطاعت نافرمانی اور اوامر ونواہی ایک ہیں۔ آپ کے اس مقام عالی کو جاننے کے لئے اس بات کا علم ضروری ہے کہ بندہ صفات الٰہیہ کا مظہر بن سکتا ہے۔

بندہ کا مظہر الٰہی ہونا

اللہ تعالیٰ نے جن وانس کی تخلیق کا مقصد یہ بیان فرمایا ہے

وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون — میں نے جن وانس کو فقط اپنی عبادت کے لئے پیدا فرمایا ہے

(الذاریات، ۵۶)

عبادت کا اصل مقصد، رب سبحانہ وتعالیٰ کی بارگاہ میں اپنی ہستی وانانیت کو ریاضت ومجاہدہ کے ذریعے ختم وفنا کر دینا ہے جس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ بندہ میں اپنی صفات بشری کی بجائے صفات حق متجلی ہوتی ہیں اور انوار صفات الٰہیہ سے بندہ منور ومستنیر ہو جاتا ہے اس حقیقت وراز سے امت کو آگاہ کرتے ہوئے رحمۃ للعالمین ﷺ نے فرمایا

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے جس نے میرے ولی سے عداوت کی، میں

اس سے اعلان جنگ کرتا ہوں اور جن چیزوں کے ذریعے بندہ میرا قرب پاتا ہے ان میں سب سے زیادہ محبوب چیز فرائض کی ادائیگی ہے اور میرا بندہ نوافل کے ذریعے میرا ہمیشہ قرب حاصل کرتا رہتا ہے، یہاں تک کہ میں اسے اپنا محبوب بنالیتا ہوں

فاذا احببتہ فکنت سمعہ الذی یسمع بہ وبصرہ الذی یبصر بہ ویدہ التی یبطش بھا ورجلہ التی یمشی بھا وان سألنی لا عطینہ ولئن استعاذنی لا عیذنہ

(البخاری، باب التواضع)

جب میں اسے محبوب بنا لیتا ہوں تو میں اس کی سماعت بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے۔ میں اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے۔ میں اس کے ہاتھ بن جاتا ہوں جن سے وہ گرفت کرتا ہے۔ میں اس کے چلنے کی قوت بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے۔ اگر وہ مجھ سے مانگے تو میں عطا کرتا ہوں اور اگر وہ مجھ سے پناہ مانگے تو پناہ دیتا ہوں

اس فرمان قدسی کا ہر ہر لفظ وکلمہ بول رہا ہے کہ جب متقرب بندہ اپنے آپ کو ذات الٰہی کے سامنے فنا کر دیتا ہے تو اس کے ظاہری جسم وصورت کے علاوہ کچھ نہیں رہ جاتا۔ پھر اس میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہی متصرف ہو جاتا ہے۔ امام فخر الدین رازی (متوفی ۶۰۶ھ) اس حدیث قدسی کے تحت لکھتے ہیں

هذا الخبر يدل على انه لم يبق فى سمعهم لغير الله ولا فى بصرهم ولا فى سائر اعضائهم اذ لو بقى هناك نصيب لغير الله لما قال انا سمعه و بصره

(مفاتیح الغیب،۵=۶۸۶)

یہ حدیث اس پر شاہد ہے کہ بندگان بارگاہ الٰہی کی آنکھوں، کانوں بلکہ تمام اعضاء میں اللہ کے سوا کسی کا کوئی حصہ نہیں رہتا اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر کسی اور کے لئے حصہ باقی ہوتا تو اللہ تعالیٰ ہرگز نہ فرماتا کہ میں اس کی سمع و بصر بن جاتا ہوں

تواریخ وسیر میں سیدنا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کا قول مبارک منقول ہے کہ اللہ کی قسم! میں نے خیبر کا دروازہ جسمانی قوت سے نہیں بلکہ ربانی طاقت وتوانائی سے اکھاڑ پھینکا تھا۔ آگے لکھتے ہیں کہ یہ شان حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہی مخصوص نہیں ہے۔ بلکہ ہر اس شخص کی ہے جو اپنے مولا تعالیٰ کی اطاعت و بندگی پر ہمیشگی اور استقامت اختیار کرتا ہے

بلغ المقام الذى يقول الله كنت له سمعا و بصرا فاذا صار نور جلال الله سمعاله سمع القريب والبعيد و اذا صار ذلك النور بصراله رأى القريب والبعيد واذا صار ذلك النور يدا له قدر على التصرف فى الصعب والسهل

تو اسے یہ مقام حاصل ہو جاتا ہے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے، میں اس کی سمع و بصر بن جاتا ہوں جب اللہ تعالیٰ کا نور جلال اس کی سمع ہو جاتا ہے تو وہ دور و نزدیک سے سن لیتا ہے، جب یہی نور اس کی بصارت میں ڈھل جاتا ہے تو وہ دور و نزدیک کی ہر شے دیکھ لیتا ہے

والبعید والقریب	اور جب یہ نور اس کا ہاتھ بنتا ہے تو وہ ہر مشکل و آسان اور ہر قریب و بعید پر متصرف ہو جاتا ہے
(مفاتیح الغیب، ۵=۶۸۷)	

علامہ سید محمود آلوسی (متوفی، ۱۲۷۰ھ) نے بڑے ہی کھلے الفاظ میں حدیث کا یہی مفہوم واضح کیا ہے

و ذکروا ان من القوم من یسمع فی اللہ وللہ و باللہ ومن اللہ جل وعلا ولا یسمع بالسمع الانسانی بل یسمع بالسمع الربانی کمافی الحدیث القدسی کنت سمعہ الذی یسمع بہ	اہل علم و معرفت فرماتے ہیں کہ بعض ایسے مقام والے اشخاص ہوتے ہیں جو اللہ سے، اللہ کے لئے، اللہ کے ساتھ، اور اللہ سے سنتے ہیں۔ وہ انسانی سماعت سے نہیں بلکہ سمع ربانی سے سنتے ہیں جیسا کہ حدیث قدسی 'کنت سمعہ الذی یسمع بہ' اس پر شاہد ہے
(روح المعانی، ۲۱=۱۰۲)	

کچھ اہل علم نے اس کے معنی کو محدود رکھا اور لکھا کہ یہاں یہ مراد ہے کہ ان کے اعضاء رضائے رب کے خلاف حرکت نہیں کرتے تو سمع و بصر بن جانے کا معنی یہی ہے۔ مولانا محمد انور شاہ کشمیری اس کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں

قلت و ھذا عدول عن حق الالفاظ لان قولہ کنت بصیغۃ المتکلم یدل علی انہ لم یبق من المتقرب بالنوافل الا جسدہ	میرے نزدیک حدیث کا یہ معنی بیان کرنا حق الفاظ سے اعراض اور کج روی ہے اس لئے کہ بصیغہ متکلم اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا کنت سمعہ فرمانا

و شبهه و صار المتصرف فيه الحضرة الالهية فحسبه وهو الذى عناه الصوفية بالفناء فى الله اى الا نسلاخ عن دواعى نفسه حتى لا يكون التصرف فيه الا هو

(فیض الباری،۴=۴۲۸)

اس بات پر شاہد ہے کہ عبد متقرب بالنوافل میں اس کے جسم اور صورت کے سوا کچھ باقی نہیں رہ جاتا اور اس میں اب صرف اللہ سبحانہ و تعالیٰ متصرف ہو گیا اور صوفیہ اسے فنافی اللہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی تصرف (سننے دیکھنے اور بولنے) کرنے والا نہیں ہوتا

درخت کا مظہر بننا

اس کے بعد اس کی عملی مثال دیتے ہوئے لکھا کہ قرآن میں ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو درخت سے آواز آئی تھی۔ میں تمہارا رب ہوں جوتا اتار دو، تم وادی مقدس میں ہو

اذا صح للشجرة ان ينادى فيها بانى انا الله فما بال المتقرب بالنوافل ا لا يكون الله سمعه و بصره فكيف وان ابن ادم الذى خلق على صورة الرحمن ليس بدون من شجرة موسى عليه السلام

(فیض الباری،۴=۴۲۹)

جب درخت سے میں تمہارا رب ہوں کی آواز آ سکتی ہے تو متقرب بالنوافل کی کیا شان ہو گی اللہ سبحانہ و تعالیٰ اس کی سمع و بصر کیوں نہ بنے پھر یہ محال کیسے ہے جب کہ وہ ابن آدم ہے جسے صورت رحمٰن پر پیدا کیا گیا وہ کسی طرح بھی شجر موسیٰ علیہ السلام سے کم نہیں

الغرض! بندہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی صفات کا مظہر بن جاتا ہے اور وہ اللہ تعالی کے نورِ سمع سے سنتا، نورِ بصر سے دیکھتا اور اس کے نورِ قدرت سے تصرف کرتا ہے، نہ خدا بندے میں حلول کرتا ہے نہ بندہ خدا بن جاتا ہے۔ بلکہ یہ مقرب بندہ مظہرِ خدا ہو کر کمالِ انسانیت کے اس مقام پر فائز ہوتا ہے جس کے لئے اس کی تخلیق ہوئی تھی

مقام حبیب خدا ﷺ

باقی بندوں کو یہ مقام ومرتبہ عبادت وریاضت اور مجاہدہ سے نصیب ہوتا ہے لیکن حضرات انبیاء کرام علیہم السلام خصوصاً حبیب ﷺ کو یہ مقام عطا کر کے مبعوث کیا گیا۔ اس لیے کہ ولایت کسبی شئی ہے جبکہ نبوت ورسالت وہبی اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا خصوصی انعام وعطیہ ہے، اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے

الله اعلم حيث يجعل رسالته	اللہ رب العزت ہی بہتر جانتا ہے
(الانعام، ۱۲۴)	کہ رسالت کسے عطا کرنی ہے

آپ ﷺ کو یہ مقام اگرچہ روزِ اول سے حاصل تھا مگر اللہ تعالیٰ جل مجدہ نے کائنات کو عملاً معجزہ معراج کی صورت میں حضور ﷺ کے اس مقام سے آگاہ فرمایا، اس موقع پر قرب وفنائیت میں وہ کمال حاصل ہوا جو آپ ہی کا حصہ ہے اسی قرب فنائیت کو قرآن نے ان الفاظ میں بیان کیا

ثم دنا فتدلّٰی فكان قاب	پھر وہ قریب ہوئے اور قریب
قوسين او ادنٰی	ہوئے حتی کہ دو کمانوں کی مانند بلکہ
(النجم=۸،۹)	اس سے زیادہ قریب ہوئے

اس کا مطلب یہ ہوا کہ محبّ ومحبوب میں تمام فاصلے ختم، حضور ﷺ کی ذات گرامی

تمام جہات سے آزاد ہو کر وحدت کلی میں اس طرح جذب ہو گئی جس طرح قطرہ سمندر میں جذب ہو جاتا ہے، اہل معرفت کے ہاں فنا کا اعلیٰ و بلند مقام یہی ہے کہ بندہ وجود حق میں اس طرح کامل طور پر فنا ہو جائے کہ اپنی فنا کے مشاہدہ سے بھی آگاہ نہ رہے۔ امام قشیری فنا و بقا کے بارے میں فرماتے ہیں۔ ابتدائی فنا ذات و صفات کے لیے ہے جن کی بقا صفات حق سے ہے دوسرا مرتبہ حق تعالیٰ کے مشاہدہ کی وجہ سے صفات حق سے فنا ہے اس کے بعد تیسرا مرتبہ یہ ہے

فنائه من شهود فنائه باستهلاكه فى وجود الحق (الرسالۃ القشیریہ، ۴۰)

کہ وجود حق میں کامل فنا ہونے کی وجہ سے اپنی فنا کے مشاہدہ سے بھی فنا حاصل کر لینا

مفسر قرآن شارح بردہ شیخ زادہ مقام کلیم علیہ السلام کے بعد مقام حبیب ﷺ پر روشنی ڈالتے ہوئے رقمطراز ہیں جب حبیب ﷺ مقام ''دنا فتدلٰى فكان قاب قوسين او ادنٰى'' پر پہنچے اور آپ کے رفیق سفر حضرت جبریل امین یہ کہتے ہوئے رک گئے کہ اگر ایک پورے کے برابر آگے بڑھتا ہوں تو میں جل جاؤں گا، پھر آپ ﷺ نے نعلین اتارنے کا ارادہ فرمایا تو عرش نے روتے ہوئے عرض کی اے اللہ کے حبیب! مجھے اپنے نعلین کے شرف سے محروم نہ کیجیے کیونکہ آپ کی ہر شی اللہ کے آثار سے ہے

حيث انمحت هويتك فى هويته واضمحلت انا نيتك فى احديتك فانت من الله والى الله ولله و بالله ارادتك

کیونکہ آپ کی ہویت اس کی ہویت اور آپ کی ہستی اس کی احدیت میں فنا ہو چکی ہے۔ پس آپ اللہ سے اللہ کی طرف، اللہ کے لیے اور اللہ کے ساتھ

منہ ورجوعک الیہ	ہیں۔آپ کاارادہ اس کی طرف سے،
وسعیک وقیامک بہ	آپ کا رجوع اس کی طرف سے اور
(شرح بردۃ،۱۷۰)	آپ کی سعی وقیام اس کے ساتھ ہے

آپ کی اسی مظہریت کاملہ کا بیان اعلیٰ حضرت نے ان الفاظ میں کیا''بے صورت ظاہر صورت تھیں''ایک اور مقام پر آپ ﷺ کے اسی مرتبہ کا بیان یوں کرتے ہیں

دوست دیدارش کہ اومحبوب مااست ۔۔۔ ورفعنالک ذکرک راسزااست
دادہ اسمش شرح صدرورفع ذکر ۔۔۔ ذکراو ہرجا کہ ازمااست ذکر
ما نہ بے او او نہ بے ما بالیقین ۔۔۔ گفتہ او گفتہ باشد ازیں
ما رمیت اذ رمیت زیں بود ۔۔۔ لیک نے ہرکس سزائے ایں بود
ذالک فضل منہ اللہ یصطفی ۔۔۔ من یشاء من عبادہ یا اخی

(مرأۃ العرفان،۳۵)

بے رنگ دسے اس صورت تھیں

آپ ﷺ فنا فی اللہ اور مقام مظہریت کے اعلیٰ درجہ پر فائز ہیں۔اس پر اس سے بڑھ کر گواہی کیا ہو گی کہ قرآن نے حضور ﷺ کے قول وعمل کو اللہ رب العزت کا قول وعمل قرار دیا، بلکہ اس صورت مبارک کے اعضاء کے بارے میں فرمایا یہ ان کے نہیں بلکہ اللہ جل مجدہ کے ہیں

یہ ہاتھ اللہ کے

بیعت رضوان کے موقع پر صحابہ نے آپ کے دست اقدس پر بیعت کا

شرف حاصل کیا تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ان کی اس بیعت کو اپنے دست مبارک پر بیعت قرار دیا اور فرمایا

ان الذین یبا یعونک انما یبایعون اللّٰہ ید اللّٰہ فوق ایدیھم

بلاشبہ جنہوں نے آپ کی بیعت کی ہے انہوں نے اللہ کی بیعت کی ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے

(الفتح، ۱۰)

یہ کنکریاں اللہ جل مجدہ نے پھینکی

ایک غزوہ کے موقعہ پر حضور ﷺ نے سنگریزوں کی مٹھی بھر کر دفاع کے لئے دشمن کی طرف پھینکی جس سے کفار کے منہ اور آنکھیں بھر گئیں۔ آپ کے اس عمل کے بارے میں فرمایا

وما رمیت اذ رمیت ولکن اللّٰہ رمیٰ

وہ کنکر جو آپ نے پھینکے، آپ نے نہیں پھینکے بلکہ اللہ نے پھینکے

(الانفال، ۱۷)

زبان ودل کی ضمانت

آپ کے دل وزبان کے بارے میں فرمایا کہ ان کی ذاتی خواہش نہیں بلکہ ان کی سوچ اور ان کا قول اللہ رب العزت کی طرف سے ہی ہوتا ہے

وما ینطق عن الھویٰ ان ھو الا وحی یوحیٰ (النجم، ۳-۴)

یہ خواہش نفس سے بولتے ہی نہیں بلکہ ان کا کلام وحی الٰہی ہوتا ہے

جمال الٰہی کا آئینہ ذات مصطفیٰ ﷺ

پیچھے تفصیل کے ساتھ "الطیف سریٰ من طلعتہ" کے تحت گذرا آپ ﷺ نے فرمایا

من رأنی فقدرأی الحق — جس نے مجھے دیکھا اس نے حق دیکھا (شمائل ترمذی)

یعنی جس نے مجھے دیکھ لیا اس نے ذات الٰہیہ کا کامل مظہر و جلوہ دیکھ لیا' حضرت نے اسی کی طرف اشارہ فرمایا کہ اس صورت مبارکہ سے بے رنگ ذات کا جلوہ دکھائی دیتا ہے اور وہ اس ذات گرامی سے اس قدر ظاہر دکھائی دیتا ہے کہ جو کوئی چاہے میں اپنے رب کی رضا و اطاعت کروں تو وہ ان کی رضا و اطاعت حاصل کرے ارشاد فرمایا

قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ (آل عمران، ۳۱) — فرما دیجئے اگر تم اللہ رب العزت سے محبت کا دعویٰ رکھتے ہو تو میری اتباع کرو اللہ تمہیں اپنا محبوب بنا لے گا

ایک اور مقام پر فرمایا

من یطع الرسول فقد اطاع اللہ (النساء، ۸۰) — جس نے رسول کی اطاعت کر لی اس نے اللہ رب العزت ہی کی اطاعت کی

ایک اور مقام پر اپنی اور اپنے حبیب ﷺ کی رضا کو ایک قرار دیتے

ہوئے فرمایا

واللّٰہ و رسولہ احق ان یرضوہ (التوبہ،۶۲)

اللہ اور اس کا رسول زیادہ حقدار ہیں کہ انہیں راضی کیا جائے

آخر میں یہاں شیخ ابن تیمیہ کے الفاظ بھی ملاحظہ کیجئے انہی آیات کی روشنی میں لکھا

فقد اقامہ اللہ مقام نفسہ فی امرہ ونہیہ و اخبارہ و بیانہ فلا یجوزان یفرق بین اللّٰہ والرسول شئی من ھذہ الامور (الصارم المسلول،۴۱)

اللہ جل مجدہ نے اپنے تمام اوامر و نواہی اور اخبار و بیان میں حضور ﷺ کو اپنے ہی مقام پر فائز فرما دیا ہے۔لہٰذا ان امور میں سے کسی ایک میں بھی اللہ اور اس کے رسول کے درمیان تفریق کرنا ہرگز جائز نہیں

وچ وحدت پھٹیاں جد گھڑیاں

یہ بے صورت کی صورت، اور اس کا مظہر ہونا اور اس سے ذات خداوندی کے جلووں کا دیدار تب ہوا جب اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے ذاتی نور کے فیض سے حضرت محمد ﷺ کی ذات کریم کو پیدا فرمایا۔ خود سرورِ عالم ﷺ نے بیان کیا کہ اللہ جل شانہ کا فرمان ہے

کنت کنزا مخفیا فاحببت ان اعرف فخلقت الخلق (مرقاۃ المفاتیح،۱=۳۳۲)

میں ایک مخفی انمول خزانہ تھا، مجھے اس سے محبت ہوئی کہ میں پہچانا جاؤں تو میں نے مخلوق کو پیدا کیا

۱۔ امام عبدالکریم الجیلی اس کی تشریح میں لکھتے ہیں جب اللہ تعالیٰ نے مخلوق کی تخلیق کا ارادہ فرمایا تو وہ جانتا تھا کہ مخلوق حادث ہونے کی وجہ سے میری ذات کی معرفت حاصل نہ کر پائے گی

فخلق من تلک المحبة حبیبا اختصه لتجلیات ذاته و خلق العالم من ذلک الحبیب لتصح النسبة بینه و بین خلقه فیعرفوه بتلک النسبة

(جواہرالبحار،۱=۲۴۶)

تو اس نے اس محبت سے اپنے حبیب ﷺ کو پیدا کیا اور انہیں تجلیات ذات کے فیض کے ساتھ مخصوص کیا اور اس حبیب سے آگے تمام عالم کو پیدا کیا تاکہ اللہ جل مجدہ اور اس کی مخلوق کے درمیان نسبت قائم ہو جائے اور وہ اس نسبت کی بنا پر اپنے خالق کی معرفت پالیں

۲۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی آپ کے اسم گرامی ''حبیب اللہ'' کی حکمت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں

مراد توجہ حبی اول نشاء ایست کہ صادر شدہ است از جناب الٰہی در ایجاد مخلوقات و ہمہ فروع اویند و جمیع حقائق ظاہر نشدہ است مگر بواسطہ حب و اگر نمی بود حب پیدا کردہ نشد خلق و اگر پیدا کردہ نمی شد خلق شناختہ نمی شد اسماء صفات الٰہی

توجہ حبی سے مراد امر تخلیق ہے جو بارگاہ الٰہی سے ایجاد خلق کے لئے صادر ہوا' تمام حقائق حب کے واسطہ سے ہی معرض وجود میں آئے اگر حب نہ ہوتی تو مخلوق پیدا نہ کی جاتی اور اگر مخلوق پیدا نہ کی جاتی تو اسماء صفات الٰہی کی پہچان و معرفت نہ ہوتی۔ لہٰذا

وخلق ظاہر نشد مگر بواسطہ روح مطہر محمدی چنانکہ معلوم شد پس اگر روح پاک محمدی نمی بود نمی شاخت خدا راہیچ احدی زیرا کہ پیدا نہ بود ہیچ احدی پس حب واسطہ اولی است مر وجود موجودات راوبہ تحقیق وارد شدہ است کہ حق تعالیٰ در شب معراج باحبیب گفت **لولاک لما خلقت الافلاک** پس معلوم شدہ کہ حضرت محمد ست مقصود از حب الٰہی وغیروی، ہیچو فرع است مراورا،پس ازیں جہت مخصوص گردانیدہ است اور احق سبحانہ باسم حبیب نہ غیراورا

(مدراج النبوۃ،۲=۶۱۷)

تمام مخلوق محمد عربی کے روح طیبہ کے صدقہ میں پیدا ہوئی ہے۔ اگر روح محمدی نہ ہوتی تو کسی کو بھی اللہ کی معرفت نصیب نہ ہوتی کیونکہ کسی کا وجود ہی نہ ہوتا اس سے واضح ہوگیا کہ پہلا واسطہ موجودات کی تخلیق کا حب ہے اور حدیث میں ثابت ہے کہ بوقت معراج اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ سے فرمایا اگر آپ نہ ہوتے تو میں افلاک پیدا ہی نہ کرتا اس سے معلوم ہو رہا ہے کہ حب الٰہی سے مقصود ذات محمدی ہے اور دیگر فرع، یہی سبب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کا نام "حبیب اللہ" رکھا ہے

۳۔ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ العزیز اس بات پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں کہ حضور ﷺ کی ذات اقدس تمام حقائق کی حقیقت ہے۔ "فقیر پر مراتب ظلال طے کرنے کے بعد یہ انکشاف ہوا کہ

حقیقت محمدی علیہ وعلی آلہ الصلوۃ والسلام کہ حقیقۃ الحقائق است آنچہ درآخر کار بعداز طی مراتب ظلال ایں

حقیقت محمدیہ جو حقیقۃ الحقائق ہے وہ تعین اور ظہور حب ہے جو مبدأ ہے تمام ظہورات کا اور منشا ہے خلق وایجاد

فقیر منکشف گشتہ است و تعیین و ظہور حبی است کہ مبدأ ظہور است و منشا خلق مخلوقات است و در حدیث قدسیکہ مشہور است آمدہ است کنت کنزًا مخفیا فاحببت ان اعرف فخلقت الخلق لا عرف اول چیزی کہ ازاں گنجینۂ مخفی بر منصۂ شہود آمد حب بودہ است کہ سبب خلق خلائق گشت اگر ایں حب نمی بود در ایجاد نمی کشود عالم در عدم راسخ و مستقر بود سر حدیث قدسی لو لاک لما خلقت الافلاک راکہ در شان ختم المرسلین واقع است اینجا باید جست و حقیقت لو لاک لما اظہرت الوبوبیۃ را ازیں مقام باید طلبید

(مکتوبات، مکتوب، ۱۲۲)

مخلوقات و کائنات کا۔ مشہور حدیث قدسی ہے کہ میں کنز مخفی تھا، پس مجھے اس امر سے محبت ہوئی کہ میں پہنچانا جاؤں تو میں نے مخلوق کو پیدا کیا تا کہ وہ مجھے پہچانیں اور میری شان کو بقدر استعداد سمجھیں اس کنز مخفی سے پہلی پہلی شیئی جو منصۂ ظہور و شہود پر جلوہ فرما ہوئی، وہ تھی حب جو ایجاد مخلوقات کا سبب بنی، اگر یہ حب نہ ہوتی تو ایجاد کائنات کا دروازہ کبھی نہ کھلتا اور تمام عالم ہمیشہ کے لئے پردۂ عدم میں مستتر رہتا۔ حدیث لو لاک لما خلقت الافلاک جو شان ختم المرسلین میں واقع ہے اس کا اصل مقام و محل یہی ہے اور لو لاک لما اظہرت الربوبیۃ والی روایت کا مقصد و معنی اسی مقام پر طلب کرنا چاہیے

الغرض یہ بات از خود کھل کر سامنے آ گئی کہ کائنات کے ایجاد کا سبب ''محبت'' ہے اور اس کا ظہور اول، ذات حبیب، ﷺ ہے

یعنی جس نسبت سے تمام مخلوق کو معرفت الٰہی نصیب ہو رہی ہے' یہ تمام ذات مصطفیٰ ﷺ کی نسبت کا فیض ہے' علامہ اقبال نے اپنے الفاظ میں یوں بیان کیا

نمی دانی عشق و مستی از کجا است

ایں شعاع از آفتاب مصطفیٰ است

(اے مخاطب تو نہیں جانتا یہ عشق الٰہی کی مستی اور گرمی کہاں سے ہے' یہ محمد مصطفیٰ ﷺ کے آفتاب نبوت کی ہی ایک شعاع ہے)

اول الخلق کی تخلیق

حضرت اعلیٰ نے اس مصرعہ میں یہ بھی واضح کر دیا ہے کہ آپ ﷺ اول الخلق ہیں یعنی اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے سب سے پہلے آپ ﷺ کے نور کو تخلیق فرمایا، سیدنا جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، میں نے عرض کیا یارسول اللہ! سب سے پہلے اللہ رب العزت نے کس شی کو پیدا فرمایا تو آپ ﷺ نے فرمایا، اے جابر

ان اللہ تعالٰی قد خلق قبل الاشیاء نور نبیک من نورہ — اللہ تعالیٰ نے تمام اشیاء سے پہلے تیرے نبی کے نور کو پیدا فرمایا

(اشرف الوسائل، ۳۲، بحوالہ مسند عبدالرزاق)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے میں نے آپ ﷺ سے عرض کیا

متی کنت نبیاً؟ — آپ کب نبی بنائے گئے؟

تو آپ ﷺ نے فرمایا

کنت نبیاو آدم بین الروح والجسد (سنن ترمذی) — میں اس وقت نبی تھا کہ ابھی آدم روح اور جسم کے درمیان تھے

یعنی ابھی حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق نہیں ہوئی تھی مگر میں اس وقت بھی نبی تھا۔

دو اہم فوائد

اس مقام پر دو اہم فوائد کا حاصل کر لینا ضروری ہے۔

فائدہ اول

یہ کہ بعض روایات میں آیا ہے کہ قلم اور عقل کو سب سے پہلے پیدا کیا گیا تو تمام محدثین اور اہل سیر نے ان تمام روایات میں موافقت اور تطبیق دیتے ہوئے یہی کہا ہے کہ حقیقی اولیت آپ ﷺ کے نور کو ہی حاصل ہے۔

۱۔ محبوب سبحانی غوث صمدانی سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ السامی فرماتے ہیں

فالمراد منها شئ واحد هو الحقيقة المحمدية لكن سمي نورا لكونه صافيا من الظلمات الضلالة كما قال الله تبارك و تعالىٰ قد جاء كم من الله نورو كتاب مبين وعقلاً لكونه مدر كا كليا و قلماً لكونه سبباً لنقل العلم كما ان القلم سبب له في عالم المرونات فالروح المحمدية خلاصة الا كوان

ان سے مراد شئے واحد ہے اور وہ حقیقت محمدی ہے لیکن اسے نور کہا کیونکہ وہ تمام ظلمتوں سے پاک ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا قد جاء کم من اللہ نور و کتاب مبین اور آپ ﷺ کو عقل کہا گیا کیونکہ آپ ﷺ تمام اشیاء کے حصول کا ذریعہ ہیں، آپ ﷺ کو ہی قلم کہا گیا کیونکہ آپ ﷺ نقل علم کا سبب ہیں جس طرح قلم عالم تحریر میں علم کا سبب ہے لہذا روح محمدی تمام کائنات کا خلاصہ ہیں اور کائنات میں

و اول الکائنات و اصلها کما قال علیه الصلوة و السلام انا من اللّٰه و المؤمنون منی

(سرالاسرار فیما یحتاج الیہ الابرار،١٢)

سب سے پہلے اور اس کی اصل ہیں جیسا کہ آپ ﷺ نے خود فرمایا کہ میں اللہ سے ہوں اور تمام اہل ایمان مجھ سے ہیں

٢۔ سید شریف علی بن محمد جرجانی (متوفی ،٨١٦ھ) رقمطراز ہیں

ان المعلول الاول من حیث انه مجرد یعقل و مبدأه یسمیٰ عقلاً و من حیث انه واسطة فی صدور سائر الموجودات و نفوس العلوم یسمی قلما و من حیث توسطه فی رفاقته انوار النبوة کان نورا سید الانبیاء

(شرح المواقف،٧=٢٥٤)

معلول اول کو عقل کہا اس لیے کہ وہ مکمل اور مطلق طور پر عقل کل ہے اور تمام عقل وخرد کا مبداء شعور ہے، قلم کہا کہ وہ تمام موجودات کے صدور کا سبب ہے اور چونکہ یہ تمام علوم کی اصل اور وجود ہے اس لیے اس کو قلم کہا اور چونکہ تمام انوارِ نبوت کے لیے یہی واسطہ ہے اس لیے اس نور کو سید الانبیاء قرار دیا گیا

٣۔ حضرت ملا علی قاری (متوفی،١٠١٤ھ) کے الفاظ ہیں

فعلم ان اول الاشیاء علی الاطلاق النور المحمدی، ثم الماء ثم العرش، ثم القلم فذکر الاولیة فی غیر نوره ﷺ اضافیة (المورد الروی،٤٠)

تو معلوم ہوا مطلقاً ہر شے سے پہلے نور محمدی ہے، پھر پانی پھر عرش پھر قلم آپ ﷺ کے نور کے علاوہ باقی سب کی اولیت اضافی ہے نہ کہ حقیقی

شرح مشکوۃ میں متعدد مقامات پر انہوں نے یہی تصریح کی ہے۔ ایک مقام ملاحظہ فرمائیں

حضرات انبیاء کرام علیہم السلام سے عہد میثاق کے بارے میں قرآنی الفاظ ہیں

واذا خذنا من النبیین میثاقھم و منک و من نوح	اور جب ہم نے انبیاء سے عہد لیا اور تم سے اور نوح سے

(الاحزاب، ۷)

یہاں سب سے پہلے آپ ﷺ سے عہد لینے کا ذکر ہے۔ اس کی حکمت یوں لکھتے ہیں

وقدم نبینا ﷺ فی الذکر لتقدمه فی الرتبة اوفی الوجود ایضًا لقوله " اول ما خلق الله روحی و قوله کنت نبیاً و آدم بین الروح والجسد"	ہمارے نبی ﷺ کا ذکر پہلے کیا، کیونکہ آپ ﷺ مرتبہ یا وجود میں بھی پہلے ہیں، اس پر آپ کا فرمان ہے سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے میری روح کو پیدا کیا ہے، اسی طرح فرمایا میں نبی تھا حالانکہ آدم ابھی روح اور جسم کے درمیان تھے

(مرقاۃ المفاتیح، ۱=۳۳۳)

دوسرا اہم فائدہ

بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ آپ نے جو فرمایا میں حضرت آدم سے پہلے نبی تھا، اس کا مفہوم یہ ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کے علم میں نبی تھا، یہ نہیں کہ میری تخلیق پہلے تھی اس بات کا رد بھی متعدد محدثین نے کیا اور واضح کیا کہ اس سے مراد آپ ﷺ کی

تخلیق ہے۔

١۔ امام تقی الدین سبکی (متوفی ٧٥٦ھ) اپنی کتاب "التعظیم و المنة فی تفسیر قوله تعالیٰ لتؤ منن به و لتنصرنه" میں ایسے لوگوں کا رد کرتے ہوئے رقمطراز ہیں، ان احادیث میں آپ ﷺ کے جس وصف نبوت کا تذکرہ ہے، اس کا اس وقت امر ثابت اور محقق ماننا لازمی ہے۔ یہی وجہ ہے سیدنا آدم علیہ السلام نے عرش پر آپ کا نام "محمد رسول اللہ" کی صورت میں دیکھا تھا، اگر مراد اتنی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علم میں تھا آپ مستقبل میں نبی ہوں گے

لم یکن له خصوصیة للنبی ﷺ بانه نبی و آدم بین الروح والجسد لان جمیع الانبیاء یعلم اللّٰه نبوتهم فی ذلک الوقت و قبله فلا بد من خصوصیة للنبی ﷺ اخبر بهذا الخبر اعلاماً لامته لیعرفوا قدره عند اللّٰه تعالی	پھر یہ آپ ﷺ کی خصوصیت نہیں رہتی کہ میں نبی تھا حالانکہ آدم روح اور جسم کے درمیان تھے کیونکہ اللہ تعالیٰ تمام انبیاء کے بارے میں پہلے ہی جانتا تھا۔ جب آپ ﷺ نے اپنے بارے میں اطلاع دی ہے تو ضروری ہے اس میں آپ کی خصوصیت ہو تاکہ اللہ تعالیٰ کے ہاں آپ کی قدر ومنزلت واضح ہو جائے
(فتاوی السبکی، ١=٣٩)	

٢۔ امام ابن حجر مکی (متوفی ٩٧٤ھ) آپ ﷺ کے اس ارشاد گرامی کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں وجوب وکتابت نبوت کا مفہوم خارج میں اس کا ثبوت و ظہور ہے اور یہ ظہور نبوت ملائکہ پر ہوگا اور آپ کا یہ فرمان مبارک دیگر انبیاء کرام علیہم السلام سے امتیاز پر شاہد ہے

فحقيقته موجودة في ذلك الوقت وان تأخر جسده الشريف المتصف بها فحينئذ اتيانه النبوة والحكمة وسائر اوصاف حقيقة وكمالاتها كلها معجل لا تأخر فيه وانما التأخر تكونه وتنقله في الاصلاب وارحام الطاهرة الى ان ظهر ﷺ

آپ ﷺ کی حقیقت اس وقت موجود تھی اگرچہ اس سے متصف ہونے والا جسم بعد میں ہے،تو اب نبوت وحکمت اور باقی تمام صفات حقیقۃً موجود تھیں آپ ﷺ کے تمام حقیقۃً موجود تھیں آپ ﷺ کے تمام کمالات اسی وقت سے ہیں نہ کہ اب کے،البتہ پشتوں اورارحام میں منتقل ہونا بعد کا معاملہ ہے

دیگرلوگوں کی رائے کارد کرتے ہوئے رقم طراز ہیں

ومن فسر ذلك بعلم الله بانه سيصير نبياً لم يصل لهذا المعنىٰ لان علمه تعالىٰ يحيط بجميع الاشياء والوصف بالنبوة في ذالك الوقت ينبغي ان يفهم منه انه امر ثابت له فيه والا لم يختص بانه نبي حينئذ اذ الانبياء كلهم كذلك لنسمة

جن لوگوں نے اس کا یہ معنیٰ کیا ہے کہ آپ ﷺ کا نبی بننا اللہ تعالیٰ کے علم میں تھا وہ اس حقیقت کو نہ پاسکے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا علم تو تمام اشیاء کا احاطہ کرنے والا ہے پھراس وقت آپ کا وصف نبوت بیان کرنا بتارہاہے کہ یہ امر ثابت ومحقق ہے ورنہ اس وقت آپ ﷺ کا نبی ہونا مخصوص نہ ہوگا کیونکہ اللہ تعالیٰ کے

لعلمه تعالیٰ — علم میں تو تمام انبیاء علیھم السلام کا معاملہ اسی طرح تھا

(اشرف الوسائل، ۳۴، ۳۵)

۳ حضرت ملا علی قاری آپ ﷺ کی شان اقدس کے بارے میں لکھتے ہیں کہ آپ کی نبوت چالیس سال کے بعد نہیں بلکہ آپ ﷺ ولادت کے وقت سے ہی نبی ہیں، جبکہ آپ کا ارشاد گرامی 'کنت نبیاو آدم بین الروح والجسد' تو یہ واضح کررہا ہے کہ آپ عالم ارواح (قبل از اجسام) میں بھی نبی تھے

هذا وصف خاص له لا نه	یہ حضور ﷺ کا وصف خاص ہے یہ
محمول علی خلقه للنبوة	مراد نہیں کہ آپ کو نبوت و رسالت
واستعداده للرسالة كما يفهم	کے لیے پیدا کیا جیسے حجۃ الاسلام
من كلام الا مام حجة الاسلام	کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کیونکہ
فانه حينئذ لا يتميز عن غيره	اس صورت میں آپ کا امتیاز نہیں
حتی يصح ان يكون ممدوحا	رہے گا چہ جائیکہ آپ کی مخلوق کے
بهذا النعت بين الا نام	درمیان یہ مدح بن جائے

(شرح الفقہ الاکبر، ۶۰)

۴۔ امام شہاب الدین خفاجی (متوفی، ۱۰۶۹) نے متعدد مقامات پر بڑی شاندار گفتگو کی ہے آپ ﷺ کے ارشاد گرامی ''وآدم بین الماء والجسد'' کے تحت لکھتے ہیں

وفي هذا الحديث روايات	اس مسئلہ پر متعدد احادیث صحیحہ ہیں
متعددة صحيحة منها انی	ایک یہ کہ میں اللہ کے ہاں خاتم النبیین
عند الله لخاتم النبيين و ان	تھا ابھی آدم مٹی میں تھے دوسری یہ کہ

آدم لمنجدل فی طینته ومنها متی استنبأت قال و آدم بین الروح والجسد وفی روایة بین الماء والطین وقال ابن تیمیة والزرکشی وغیرهما حدیث کنت نبیاو آدم بین الماء و الطین و کنت نبیا ولا آدم ولا ماء ولا طین لا اصل لها یعنی بهذا اللفظ قلت لیس معناه انه موضوع کما توهم فانه روایة بالمعنی وهی جائزة لانه بمعنی الحدیث السابق ولیس المعنی انه کان نبیاً فی علم الله کما قیل لانه لا یختص به بل ان الله خلق روحه قبل سائر الا رواح وخلع علیها خلعة التشریف بالنبوة اعلاماً للملاء الاعلی وهذا هو المراد بقوله ان الله تعالیٰ خلق نوره قبل ان یخلق آدم علیه السلام

عرض کیا گیا آپ کب نبی تھے؟ فرمایا ابھی آدم روح اور جسم کے درمیان تھے ایک اور روایت میں ہے ابھی پانی اور مٹی کے درمیان تھے ابن تیمیہ اور زرکشی وغیرہ نے کہا یہ حدیث کہ میں نبی تھا ابھی آدم ماء اور طین تھے، میں نبی تھا نہ آدم تھے نہ پانی اور نہ مٹی، اس کی اصل نہیں اس سے ان کی مراد یہ ہے کہ یہ الفاظ ثابت نہیں میں کہتا ہوں اس کا مفہوم یہ ہرگز نہیں کہ یہ موضوع ہے جیسا کہ بعض لوگوں کو وہم ہو گیا کیونکہ یہ روایت بالمعنیٰ ہے جو جائز ہے اس لئے کہ سابقہ حدیث اس کے معنیٰ کی تائید کر رہی ہے پھر اس کا یہ مفہوم نہیں کہ آپ صرف علم باری تعالیٰ میں نبی تھے اس لئے کہ یہ آپ ہی کے ساتھ خاص نہیں (یعنی وہ ہر ایک کے بارے میں جانتا تھا) بلکہ مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی روح مبارک کو باقی ارواح سے

باربعة عشر الف عام كما رواه ابن القطان وهذا صريح في ان نبوته ﷺ ظهرت في الوجود العيني قبل نبوة آدم وغيره وان الملائكة لم تعرف نبيا قبله وانه ﷺ النبي المطلق وسائر الا نبياء عليهم الصلوة والسلام خلفاء ه والشرائع شريعة ظهرت عى لسان كل نبي بقدر استعداد اهل زمانه فهو ﷺ اول الانبياء و آخر هم

(نسیم الریاض،۲=۲۲۰)

پہلے پیدا فرما کر خلعت نبوت پہنائی اور ملاء اعلیٰ کو اطلاع دی آپ ﷺ کے اس فرمان سے یہی مراد ہے خلقت آدم سے چودہ ہزار سال پہلے اللہ تعالیٰ نے میرے نور کو پیدا فرمایا اسے ابن القطان نے روایت کیا ہے۔ یہ تصریح ہے کہ آپ کی نبوت حضرت آدم کی نبوت سے پہلے واقع اور ثابت تھی اور ملائکہ آپ سے پہلے کسی نبی کو نہیں جانتے تھے اور آپ نبی مطلق و کامل ہیں اور باقی انبیاء آپ کے خلفاء ہیں اور آپ کی شریعت ہی اصل ہے جو نبی کی زبان پر اہل زمانہ کی استعداد کے مطابق ظاہر ہوئی۔ اور آپ ہی سب سے پہلے اور آخری نبی ہیں

ایک اور مقام پر 'جعلتک اول النبیین خلقا' پر دلیل دیتے ہوئے لکھتے ہیں

لانه خلق روحه قبل الا رواح ثم خلق الا رواح و نبأه فهو اولهم خلقا و نبوة

(نسیم الریاض،۲=۲۵۶)

اس لئے کہ آپ ﷺ کی روح تمام ارواح سے پہلے پیدا کی گئی اور پھر دیگر ارواح کو پیدا کیا گیا اور آپ کو نبی بنایا تو آپ خلقت اور نبوت میں تمام سے اول ٹھہرے

ایک اور مقام پر آپ ﷺ کے اللہ تعالیٰ کا خلیفہ اعظم ہونے پر دلیل دیتے ہوئے رقمطراز ہیں

اقول الحق ان نقول ان الله	میں کہتا ہوں یہی کہنا حق ہے کہ اللہ
خلق روحه ﷺ قبل	تعالیٰ نے آپ ﷺ کی روح پاک
الارواح و خلع عليها خلعة	کو پیدا فرما کر خلعت نبوت پہنائی
النبوة ثم خلق ا رواح البشر	پھر دیگر ارواح کو پیدا کیا اور ارواح
وامر ارواح الا نبياء بان	انبیاء کو آپ پر ایمان لانے کا حکم دیا
يؤمنو ا به واخذ عليهم	اور ان سے آپ کے اتباع کا عہد لیا
الميثاق باتباعه ان ادر كوه	بشرطیکہ وہ آپ کا زمانہ پالیں جیسے کہ
كما نطق به الكتاب العزيز	کتاب اللہ میں صراحت ہے

(نسیم الریاض،۲=۲۹۳)

ابوالموجودات کا لقب

اس گفتگو سے یہ واضح ہو گیا کہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے نور وروح کو پیدا فرمایا

باقی کائنات کی ہر شی آپ کے نور کے فیض سے پیدا فرمائی یہی وجہ ہے آپ ﷺ تمام موجودات کے والد کا درجہ رکھتے ہیں اس لئے اہل سیر نے آپ کا لقب ''ابو الموجودات'' تحریر کیا ہے

شارح بخاری امام احمد بن محمد قسطلانی (متوفی ،۹۲۳) آپ ﷺ کی اس اولیت، تمام کائنات کا آپ کے فیض سے معرض وجود میں آنے اور آپ کے پوری

کائنات کے لیے بمنزل والد ہونے پر لکھتے ہیں

لما تعلقت ارادة الحق تعالیٰ بایجاد خلقه و تقدير رزقه ابرز الحقيقة المحمدية من الانوار الصمدية فى الحضرة الاحدية ثم سلخ منها العوالم كلها علوها و اسفلها على صورة حكمه كما سبق فى سابق ارادته و علمه ثم اعلمه تعالیٰ بنبوته و بشره برسالته هذا و آدم لم يكن الا كما قال بين الروح و الجسد ثم انبجست منه صلی اللہ علیہ وسلم عيون الارواح فظهر بالملاء الا على وهو بالمنظر الا جلى فكان لهم المورد الا حلى فهو صلی اللہ علیہ وسلم الجنس العالى على جميع الاجناس والاب الاكبر لجميع الموجودات والناس (المواہب اللدنیہ،١=٥٥)

جب اللہ تعالیٰ نے خلق کی ایجاد اور اس کے رزق کی تقدیر کا ارادہ فرمایا تو حضرت احدیت میں انوار صمدیہ سے حقیقت محمدیہ کو ظاہر فرمایا پھر اپنے سابقہ ارادہ ،علم اور حکم کے مطابق کیا پھر آپ کو اپنی نبوت کے بارے میں آگاہ کیا اور رسالت کی بشارت عطا فرمائی حالانکہ اس وقت حضرت آدم نہ تھے جیسا کہ فرمایا آدم روح اور جسم کے درمیان تھے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ارواح کے چشمے پھوٹے پھر خوبصورت منظر کے ساتھ آپ کا ظہور ملاء اعلیٰ میں ہوا تو آپ تمام کے لئے فیض کا سرچشمہ قرار پائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمام کے لئے جنس عالی اور تمام موجودات اور لوگوں کے اب اکبر ٹھہرے

ابوالا رواح آپ ہیں

اسی وجہ سے اہل علم ومعرفت نے اس حقیقت کو ہمیشہ آشکار کیا کہ اجسام میں تمام کے والد سیدنا آدم علیہ السلام ہیں لیکن ارواح کے والد حضور ﷺ ہیں یعنی حضرت آدم علیہ السلام ابو البشر اور آپ ﷺ ابو الا رواح ہیں ،امام محمد زرقانی (متوفی، ۱۱۲۲ھ) نے امام قسطلانی کی مندرجہ بالاتحریر کی شرح میں لطائف الکاشی کے حوالہ سے لکھا

وبھذا الاعتبار سمی المصطفٰی بنور الانوار و بابی الارواح	اس وجہ سے سرور عالم ﷺ کا اسم گرامی نور الانوار اور ابو الا رواح ہے

(اشراق مصابیح السیرۃ المحمدیہ،۱=۵۴)

اس مقام پر شیخ عبداللہ سراج الدین (متوفی ،۱۴۲۲ھ) نے متعدد احادیث کی روشنی میں جولکھا وہ بھی قارئین کی نظر کر دیتے ہیں

واول الارواح البشریة خلقاً ھو السید الاعظم کما اخبر عن ذٰلک بقوله کنت اول الناس فی الخلق و آخرھم فی البعث رواہ ابن سعد مرسلاً باسناد صحیح و رواہ ابو نعیم و ابن ابی حاتم فی تفسیرہ وابن لال و الدیلمی	خلقت میں ارواح بشریہ میں سے پہلے آپ ﷺ روح سید اعظم ہیں جیسا کہ آپ ﷺ کے اس فرمان "میں تمام لوگوں سے پہلے ہوں اور بعثت میں آخری، اسے ابن سعد نے سند صحیح کے ساتھ مرسلاً نقل کیا اور اسے امام ابونعیم اور ابن ابی حاتم نے اپنی تفسیر میں اور ابن لال اور دیلمی نے سعید بن بشیر انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ

کلهم من حديث سعيد بن بشير عن قتادة عن الحسن عن ابی هريرة رضی الله عنه بلفظ كنت اول النبيين فی الخلق و آخرهم فی البعث وهذه الرواية تفسر رواية ابن السعد وان المراد من الناس الا نبياء فهو ﷺ اولهم فی عالم الارواح وخاتمهم فی عالم الا شباح ﷺ وقد نبأه الله تعالٰی فی عالم الا رواح قبل الانبياء كلهم فيه فتحت النبوة فی عالم الا رواح و به ختمت فی عالم الاشباح ﷺ فهو الفاتح وهو الخاتم روی الترمذی عن ابی هرير ة رضی الله عنه قال قالوا يارسول الله متی و جبت لک النبوة؟ قال و آدم بين الروح

سے یہ الفاظ نقل کیے میں انبیاء میں خلقت میں سب سے پہلے ہوں اور بعثت میں آخری یہ روایت ابن سعد والی روایت کی تفسیر کر رہی ہے کہ الناس سے مراد انبیاء ہیں تو آپ عالم ارواح میں انبیاء سے پہلے اور عالم اجسام میں خاتم ہیں اور اللہ تعالٰی نے تمام انبیاء سے پہلے عالم ارواح میں نبی بنایا عالم ارواح میں نبوت کا افتتاح آپ سے ہوا اور عالم اجسام میں آپ پر ہی اس کا اختتام ہوا آپ ہی فاتح اور خاتم ٹھہرے، امام ترمذی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا صحابہ نے آپ ﷺ سے پوچھا آپ ﷺ کے لئے نبوت کب ثابت ہوئی؟ فرمایا ابھی آدم روح اور جسم کے درمیان تھے امام ترمذی لکھتے ہیں یہ حدیث حسن غریب ہے۔اور اسے امام ابو نعیم بیہقی اور حاکم نے روایت کر کے صحیح

والجسد وقال الترمذی حدیث حسن غریب ورواہ ابو نعیم والبیهقی والحاکم وصححه ورواہ البزار والطبرانی و ابو نعیم ایضا من روایة ابن عباس رضی الله عنهما وعن میسرة الفجر قال قلت یا رسول الله متی کنت نبیاً؟ قال کنت نبیا وآدم بین الروح والجسد رواہ الامام احمد والبخاری فی التاریخ والطبرانی والحاکم وصححه وقال الحافظ الهیثمی فی رجال احمدوالطبرانی رجالهما رجال صحیح

قرار دیا اور اسے بزار، طبرانی اور ابو نعیم نے بھی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا۔ حضرت میسرۃ الفجر رضی اللہ عنہ سے ہے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ، آپ کب سے نبی ہیں؟ فرمایا میں نبی تھا ابھی آدم روح اور جسم کے درمیان تھے۔ اسے امام احمد اور امام بخاری نے تاریخ میں اور طبرانی اور حاکم نے نقل کر کے صحیح قرار دیا۔ حافظ ہیثمی نے امام احمد اور طبرانی کے رجال کو رجال صحیح کہا

(الایمان بعوالم الاخرۃ، ۳۵)

خلاصہ یہ ہوا کہ آپ ﷺ کے نور مقدس کی تخلیق سب سے اول ہے۔ اس وقت ابھی حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق بھی نہ ہوئی تھی اور اس نور کے فیض سے اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوق کو پیدا کیا، اعلحضرت گولڑوی نے اس بنیادی عقیدہ کو اپنے الفاظ ''وِچ وحدت پھٹیاں جد گھڑیاں'' سے بیان کیا کہ اس وقت صرف اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی ہی ذات تھی اور کوئی دوسرا نہ تھا تو گلستان وحدت میں پہلا پھول جو لگا اس کا

اسم گرامی ''محمد رسول اللہ'' ہے پھر اس کی نسبت سے توحید کی مہک مخلوق کو نصیب ہوئی۔علامہ اقبال نے حضور ﷺ کے اس مقام کو ان الفاظ میں تحریر کیا

ہر کجا بینی جہان رنگ و بو　　آں کہ از خاکش بروید آرزو

یا ز نور مصطفیٰ او را بہا است　　یا ہنوز اندر تلاش مصطفیٰ است

امام احمد رضا قادری (متوفی ۱۳۴۰ھ) اپنے مشہور سلام میں اس مقام نبوت کو یوں آشکار کرتے ہیں

نقطۂ سرِ وحدت پہ لاکھوں درود

مرکز دور کثرت پہ لاکھوں سلام

یہ صورت مبارکہ فقط خالق کائنات کی مظہر ہی نہیں بلکہ اس تک پہنچنے اور اس کی بارگاہ میں رسائی حاصل کرنے کا ذریعہ بھی ہے اس لیے حضرت فرماتے ہیں کہ

باب

دسے صورت راہ بے صورت دا

یہ تو اللہ کے نبی ﷺ ہیں

یہ جھوٹے کا چہرہ نہیں

یاد آتا ہے خدا دیکھ کے صورت تیری

غلامی سے محبوبیت الہیہ کا مقام

مشاہدہ ذات حق جل شانہ

پوری امت کا اتفاق

--- ۷ ---

دسے صورت راہ بے صورت دا　　توبہ راہ کی عین حقیقت دا

پر کم نہیں بے سوجھت دا　　کوئی ورلیاں موتی لے تریاں

الفاظ کے معانی

دسے، بتانا۔ **صورت**، ذات محبوب کریم ﷺ۔ **راہ**، راستہ۔ **بے صورت**، ذاتِ باری تعالیٰ۔ **توبہ**، رجوع کرنا۔ **عین حقیقت**، ذات باری تعالیٰ۔ **پر**، لیکن۔ **کم**، کام۔ **بے سوجھت**، بے سمجھ۔ نااہل، یہاں مراد باطنی اندھا ہے۔ **دا**، کا۔ **ورلیاں**، ورلی کی جمع ہے بہت تھوڑے۔ **لے**، حاصل کرنا۔ **تریاں**، سلامتی سے پار ہو جانا۔ لے تریاں، یعنی گوہر مقصود حاصل کرلیا۔

شعر کا مفہوم

آپ ﷺ اللہ رب العزت کی طرف سے وحی، شریعت اور ایسی تعلیمات لے کر مبعوث ہوئے کہ کوئی بھی آدمی اگر آپ کی بتائی ہوئی راہ پر چل پڑے تو اسے مقام محبوبیت نصیب ہو جائے گا۔ پھر آپ ﷺ جیسا دردمند، غم خوار اور تمام مخلوق کی بھلائی چاہنے والا کہاں؟ آپ کی یہی تمنا رہی اور ہے کہ ہر کوئی اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی توحید سے وابستہ ہو کر اپنی دنیا و آخرت سنوار لے مگر بہت سے لوگوں نے اپنی بے عقلی، بے سمجھی اور غفلت کی وجہ سے آپ کی مبارک آواز و تعلیمات کی طرف کان نہ

لگایا لیکن جنہوں نے غلامی اختیار کی وہ تمام کائنات کے راہبر و راہنما بن گئے اور انہوں نے گوہر مقصود حاصل کر لیا

شعر کی تشریح

پہلے شعر میں حضرت اعلیٰ علیہ الرحمۃ والرضوان نے حضور اقدس ﷺ کے بارے میں واضح کیا کہ آپ ﷺ، اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی ذات کے کامل مظہر ہیں اور آپ کی ہی سب سے پہلے تخلیق ہے، اب واضح کر رہے ہیں کہ آپ ﷺ کی ہزاروں سال تربیت و تعلیم کے بعد مخلوق کی رہنمائی کے لئے اس کائنات میں مبعوث کیا اور اپنی توحید پر کامل دلیل و برہان قرار دیا

دسے صورت راہ بے صورت دا

اللہ رب العزت نے آپ ﷺ کو اس قدر سراپا ہدایت و رہنمائی بنایا کہ اگر کسی نے اسلام کی تعلیمات کا مطالعہ نہیں کیا صرف آپ ﷺ کی زیارت و دیدار کا شرف پایا تو وہ محسوس کرتا یہ اللہ رب العزت کے پیغمبر ہیں اور وہ پکار اٹھتا

وہ مصور کیسا ہوگا جس کی یہ تصویر ہے

یہی بات شاعر دربار رسالت حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے یوں بیان کی

لو لم یکن فیه ایات مبینة　　　كانت منظره تبينك عن خبره

(اگر آپ سے معجزات کا ظہور نہ بھی ہوتا تب بھی آپ کے نبی ہونے پر آپ کے حسن کا نظارہ ہی کافی تھا)

مفسرین کرام نے اس کی تائید میں یہ قرآنی الفاظ مبارکہ بھی ذکر کئے ہیں

ارشاد ربانی ہے

یکاد زیتھا یضیئی ولولم تمسہ نار نور علی نور یھدی اللہ لنورہ من یشاء (النور،۳۵)	قریب ہے کہ وہ تیل از خود روشن ہو جائے اگرچہ اسے آگ نے مس نہ کیا نور علی نور ہے۔ اللہ جل مجدہ اپنے نور کے لئے جسے چاہے ہدایت دیتا ہے

قاضی ثناء اللہ پانی پتی لکھتے ہیں سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے حضرت کعب سے کہا مجھے اس آیت کی تفسیر بتائیں تو انہوں نے فرمایا، اللہ جل جلالہ نے اس آیت مبارکہ میں اپنے نبی ﷺ کی مثال بیان کی ہے۔ مشکوۃ سے آپ کا سینہ، زجاجہ سے قلب انور اور اس میں چراغ سے مراد نور نبوت ہے

یکاد نور محمد ﷺ امرہ یتبین للناس ولولم یتکلم انہ نبی کما کان یکاد (المظہری،۷=۵۲۵)	تو آپ ﷺ کا نور اور تعلیمات لوگوں پر آشکار ہو جاتے اگرچہ آپ اپنی زبان سے اعلان نبوت نہ بھی فرماتے

قاضی صاحب اس قول کی مدح کرتے ہوئے لکھتے ہیں

و لنعم ما قال کعب (ایضاً)	حضرت کعب نے بہت ہی خوب تفسیر کی ہے

یہ تو اللہ کے نبی ہیں

حضرت ابو رمثہ تیمی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے میں رسالت مآب ﷺ کی

خدمت اقدس میں حاضر ہوا، ساتھ میرا بیٹا بھی تھا، لوگوں نے جب مجھے رسول اللہ ﷺ کی نشاندہی کی۔

فلما رأیته قلت هذا نبی الله — جب میں نے آپ کی زیارت کی تو میں پکار اٹھا یہ تو اللہ کے نبی ہیں

(شمائل ترمذی)

یہ جھوٹے کا چہرہ نہیں

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ یہود کے مشہور عالم تھے اپنے قبول اسلام کا واقعہ یوں بیان کرتے ہیں جب ہمیں اطلاع ملی کہ محمد عربی ﷺ جنہوں نے نبی آخرالزماں ہونے کا دعویٰ کیا ہے مدینہ کی بستی میں ان کی آمد ہو چکی ہے تو ہم بھی آپ کو دیکھنے کی غرض سے گئے، جب میری نظر آپ کے حسین وجمیل چہرہ اقدس پر پڑی

عرفت ان وجهه لیس وجه كذاب — تو میرے دل نے گواہی دی یہ پر نور چہرہ کسی جھوٹے کا نہیں ہو سکتا

(مشکوۃ المصابیح، باب فضل الصدقہ)

یاد آتا ہے خدا دیکھ کے صورت تیری

حضرت حارث بن عمرو سہمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں منیٰ کے مقام پر اپنے آقا کریم علیہ السلام کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوا، لوگ آپ ﷺ کے گرد حلقہ بنائے حاضر تھے، میں نے دیکھا جو بھی کوئی دیہاتی آتا

فاذا رأوا وجهه قالوا هذا وجه مبارک — چہرہ انور کا دیدار کرتے ہوئے پکار اٹھتا یہ چہرہ اقدس انوار الہیہ کا مظہر اتم ہے

(ابوداؤد، ۱=۲۴۳)

دیکھنے والے کہا کرتے ہیں اللہ! اللہ!
یاد آتا ہے خدا دیکھ کے صورت تیری

اعلیحضرت گولڑوی علیہ الرحمۃ نے بھی یہی بات فرمائی ہے کہ آپ کی صورت مبارکہ ہی اس ذات وحدہ لاشریک کی طرف رہنمائی کر دیتی ہے اور اگر کوئی اس کے ساتھ آپ کی سنہری تعلیمات سے آگاہی حاصل کر لے تو پھر سونے پہ سہاگا اور اس میں کوئی شبہ نہیں' اگر آج کائنات، اللہ رب العزت کی ذات' اس کے وحدہ لاشریک ہونے، جنت و دوزخ، حشر و نشر، پل صراط اور قیامت کے تمام مراحل پر ایمان رکھتی ہے تو اس کی بنیاد ذات مصطفیٰ ہی ہے، آپ ہی کی ذات پر اللہ جل مجدہ نے ان امور کو منکشف فرمایا اور آپ نے تمام مخلوق کو ان سے آگاہ کیا قرآن مجید نے اسے ایمان بالغیب سے تعبیر کیا ہے

ھدی للمتقین الذین یؤمنون بالغیب	یہ قرآن ہدایت ہے ان صاحب تقویٰ کے لئے جو غیب پر ایمان رکھتے ہیں

(البقرۃ،۲-۳)

تمام مفسرین فرماتے ہیں یہاں غیب سے مراد وہ حقائق ہیں جو ہم پر اس طرح اوجھل ہیں کہ انہیں کسی ذریعہ سے حاصل نہیں کر سکتے مثلاً اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی صفات، قیامت، جنت، دوزخ، میزان، عذاب قبر، مگر ان سب پر ایمان فرض و لازم ہے کیونکہ اگر چہ ہم اپنے عقل وحواس سے ان کا ادراک نہیں کر سکتے مگر اللہ جل جلالہ کا رسول ان پر مطلع ہو کر ہمیں آگاہ فرما رہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ علماء امت نے یہاں غیب سے مراد وہ اشیاء لی ہیں جن کی اطلاع نبی دیتا ہے۔

امام راغب اصفہانی انہی قرآنی الفاظ کی تفسیر میں لکھتے ہیں

الـغـيـب مـا لا يقـع تـحـت	غیب سے مراد وہ مخفی حقائق ہیں
الـحـواس و لا تـقـتضيه بداهة	جن کا ادراک حواس و عقل نہیں کر
الـعـقـول و انـمـا يـعـلم بخبر	سکتے ان کا علم صرف حضرات
الانبياء عليه السلام	انبیاء علیہم السلام کے ذریعے ہی
(المفردات، ٣٧٣)	ہوسکتا ہے

اس لئے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے دوسرے مقام پر فرمایا

عـالـم الـغـيـب فلا يظهر على	غیب جاننے والا اپنے غیب پر
غيبـه احدا الا من ارتضى من	کسی کو مطلع نہیں کرتا مگر اپنے
رسول (الجن، ٢٦)	چنے ہوئے رسول کو

توبہ راہ کی عین حقیقت دا

توبہ کا لفظ یہاں استفہامیہ انداز میں استعمال ہوا کہ جو راستہ آنحضور ﷺ کی ذات اقدس کی راہنمائی میں نظر آتا ہے یعنی جس راستے پر آپ انسان کو لے جاتے ہیں وہی راستہ دراصل صحیح راستہ ہے اور اسی راستے پر چل کر ہی کائنات کی اصلیت اور اسرار واضح ہوتے ہیں یہ کوئی عام راستہ نہیں بلکہ انسان کی نجات کے لیے یہی حقیقی راستہ ہے یہ وہی بات ہے جو علامہ اقبال نے کہی ہے

خلاف پیمبر کسے رہ گزید
کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید
بمصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
اگر بہ او نہ رسیدی تمام بولہبی ست

غلامی سے محبوبیت الٰہیہ کا مقام

یہ صرف آپ ﷺ ہی کی ذات ہے جن کی غلامی کی برکت وفیض سے بندہ اللہ جل شانہ کا محبوب بن جاتا ہے، یہ مقام وعظمت کسی بھی اور ہستی کو حاصل نہیں، ارشاد باری تعالیٰ ہے

قل ان کنتم تحبون اللّٰہ	اے نبی! فرما دیجئے اگر تم اللہ سے
فاتبعونی یحببکم اللّٰہ	محبت (کا دعویٰ) رکھتے ہوتو آؤ میری
(آل عمران،۳۱)	اتباع کرلو اللہ تمہیں محبوب بنالے گا

یہاں یہ بات ذہن نشین کر لینا ضر، ی ہے کہ جس ہستی کی غلامی سے بندہ اللہ جل جلالہ کی محبوبیت کا مقام پالیتا ہے اس ۔ ستی کی اپنی محبوبیت کا عالم کیا ہوگا؟ اس لئے اہل معرفت آپ ﷺ کے لئے حبیب اعظم اور محبوب اکرم کا لفظ استعمال کرتے ہیں۔ بلکہ بعض نے فرمایا خلیل وحبیب کا جامع ہونا آپ کا امتیاز ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، صحابہ کرام ایک مجلس میں انبیاء علیہم السلام کے کمالات کا تذکرہ کررہے تھے، حضرت آدم علیہ السلام صفی اللہ، حضرت ابراہیم خلیل اللہ حضرت موسیٰ کلیم اللہ اور حضرت عیسیٰ روح اللہ ہیں، اتنے میں آپ ﷺ تشریف لے آئے، فرمایا کیا ہو رہا ہے؟ عرض کیا ہم حضرات انبیاء کرام علیہم علیہ السلام کے مراتب عالیہ کا تذکرہ کررہے ہیں۔ آپ نے سن کر فرمایا تم جو کچھ بیان کر رہے ہو یہ تمام حق ہے البتہ! میرے بارے میں سنو

الا وانا حبیب اللّٰہ	میں اللہ کا حبیب ہوں

(سنن ترمذی)

مشاہدۂ ذاتِ حق

یہ بھی مسلمہ حقیقت ہے کہ جس طرح معرفت باری تعالیٰ میں آپ ﷺ سب سے مقدم ہیں اسی طرح اس معرفت میں کامل بھی آپ ہی ہیں کیونکہ اگر مشاہدۂ ذات کسی ہستی کو حاصل ہے تو وہ صرف آپ ﷺ ہی ہیں۔ قرآن مجید میں اس مشاہدہ کا تذکرہ ان الفاظ میں ہے

ثم دنا فتدلیٰ فکان قاب قوسین او ادنیٰ فاوحی الی عبده ما اوحیٰ ما کذب الفواد مارأی افتمارونه علی مایریٰ (النجم، ۸-۱۱)	پھر وہ اتنا قریب ہوا کہ دو کمانوں سے بھی کم فاصلہ رہ گیا تب اس نے اپنے بندے کی طرف جو وحی کرنا تھی کی اور اس نے جو دیکھا اس کے دل نے نہیں جھٹلایا پس کیا تم اس کی دیکھی ہوئی چیز میں جھگڑتے ہو؟

۱۔ اس قرب کی تفسیر حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے یہ الفاظ مبارکہ کرتے ہیں

ودنا الجبار رب العزت فتدلیٰ حتی کان قاب قوسین او ادنیٰ (البخاری، کتاب التوحید)	جبار رب العزت کی ذات قریب ہوئی اور آپ جھک گئے حتی کہ دو کمانوں سے بھی کم فاصلے سے آپ ﷺ کو قرب نصیب ہوا

۲۔ امام طبری وغیرہ نے انہی سے

دنا ربک عزوجل — آپ کا رب قریب ہوا

(فتح الباری، ۱۳=۴۸۳)

کے الفاظ نقل کئے ہیں۔

۳۔ امام قرطبی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے تفسیر یوں نقل کی

دنا الله سبحانه و تعالی — اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا قرب مراد ہے

(ایضاً، ۴۸۴)

۴۔ امام بیہقی نے حضرت ابن عباس ہی سے ولقد راه نزلة اخرى کی تفسیر ان الفاظ میں نقل کی ہے

دنا منه ربه — یہ رب اکرم کا قرب ہے

۵۔ امام ابن ابی حاتم، طبرانی اور ابن مردویہ نے انہی سے "ثم دنا فتدلى" کی تشریح یوں نقل کی ہے

هو محمد ﷺ دنا فتدلیٰ الی ربه عزوجل — یہ حضور ﷺ کو جو اللہ عزوجل کا قرب نصیب ہوا اس کا بیان ہے

(فتح الباری، ۱۳=۴۸۳)

۶۔ امام ابن المنذر اور ابن مردویہ نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے نقل کیا جب آپ ﷺ معراج پر تشریف لے گئے

اقترب من ربه فکان قاب قوسین او ادنیٰ — تو آپ اپنے رب کے اس قدر قریب ہوئے کہ دو کمانوں سے بھی کم فاصلہ رہ گیا

(دلائل النبوہ للبیہقی، ۲=۱۳۰)

۷۔ امام نسائی نے سند صحیح کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ کلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے، خلت حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے اور

والرؤیة لمحمد ﷺ

لیکن دیدار حضور ﷺ کے ساتھ مخصوص ہے

امام حاکم نے بھی اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے۔ امام ذہبی نے بھی ان کے اس فیصلہ کو برقرار رکھا (المستدرک، ۱=۶۵)

امام ترمذی نے اسے حسن کہا اور اضافہ نقل کیا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنھا نے فرمایا، ہم بنو ہاشم

نقول ان محمدا ﷺ رای ربه (سنن ترمذی، کتاب التفسیر)

ہم بیان کیا کرتے تھے کہ حضور ﷺ نے اللہ رب العزت کو دیکھا ہے

امت کے عظیم محدث شارح مسلم امام نووی اس مسئلہ کو حل کرتے ہوئے لکھتے ہیں

الحاصل ان الراجح عند اکثر العلماء ان رسول اللہ ﷺ رای ربه بعینی رأسه لیلة الا سراء بحدیث ابن عباس وغیرہ و اثبات ھذا لا یأخذو نه الا بالسماع من رسول اللہ ﷺ ھذا ممالا ینبغی ان یتشکک فیه

(النووی علی مسلم، ۳=۹)

خلاصہ یہ ہے کہ اہل علم کی اکثریت اس کو راجح قرار دیتی ہے کہ معراج کی رات حضور ﷺ نے سر کی آنکھوں کے ساتھ اپنے رب کو دیکھا جیسا کہ حضرت ابن عباس اور دیگر صحابہ سے مروی احادیث میں ہے۔ اور یہ بات وہ آنحضور ﷺ سے سنے بغیر اپنی طرف سے نہیں کہہ سکتے اور اس روایت میں کسی شک کا امکان نہیں ہے

دیدار الٰہی ہی جمہور امت کا موقف ہے ہماری کتاب 'معراج حبیب خدا' میں تفصیل موجود ہے تو اس دنیا میں مشاہدہ حق کے مرتبہ پر فائز صرف آپ ﷺ کی ذات ہی ہے لہٰذا جس کامل طریقہ سے آپ ﷺ رہنمائی کے لئے خطاب فرماتے تو صحابہ کرام محسوس کرتے کہ بیان فرمودہ حقائق کا ہم مشاہدہ کر رہے ہیں۔

جنت و دوزخ کا مشاہدہ

مثلاً جب دوران خطبہ جنت یا دوزخ کا ذکر کرتے تو اس کا نقشہ یوں کھینچتے کہ صحابہ محسوس کرتے کہ ہم ان کا مشاہدہ کر رہے ہیں حضرت حنظلہ بن ربیع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میری ملاقات سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ہوئی' آپ نے مجھ سے میرا حال پوچھا تو میں نے عرض کیا حنظلہ منافق ہو گیا ہے، فرمانے لگے تم تو مسلمان ہو، یہ کیا کہہ رہے ہو؟ میں نے عرض کیا

نکون عند رسول اللہ ﷺ یذکرنا بالنار والجنۃ کانا رأی عین فاذا اخرجنا من عندہ عافسنا الا زواج والاولاد والضیعات نسینا کثیراً

(سیدنا محمد رسول اللہ: ۴۴)

جب ہم اپنے آقا علیہ الصلوٰۃ السلام کے پاس ہوتے ہیں اور وہ جنت و دوزخ کا ذکر کرتے ہیں تو یوں محسوس ہوتا ہے کہ ہم ان کا مشاہدہ کر رہے ہیں جب ہم یہاں سے جا کر اولاد، بیوی اور دیگر کاموں میں مشغول ہوتے ہیں تو یہ کیفیت ہی بدل جاتی ہے اور یہ چیزیں اکثر بھول جاتی ہیں

رب کا عرش دیکھ رہا ہوں

حضرت حارثہ بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے پوچھا تمھاری زندگی کیسے گزری ہے؟ عرض کیا یا رسول اللہ! مومن حق کے طور پر، فرمایا ہر حق کی حقیقت ہوا کرتی ہے

فما حقیقته ایمانک ؟ تمھارے ایمان کی حقیقت کیا ہے؟

عرض کیا میرا دل دنیا سے روٹھ چکا ہے، راتوں کو بارگاہ الٰہی میں قیام کرتا ہوں اور دن کو روزہ رکھتا ہوں اور اب یہ حالت ہے

فکانی عرش ربی بارزا للحساب گویا اپنے رب کا عرش حساب کے لیے اپنے سامنے دیکھ رہا ہوں

فکانی انظر الیٰ اهل الجنة گویا اہل جنت کو آپس میں ملاقات کرتے ہوئے دیکھتا ہوں

فکانی اسمع عواء اهل النار گویا دوزخیوں کے چیخنے کی آوازیں سن رہا ہوں

یہی بات حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ کے بارے میں ملتی ہے، جب رسول اللہ نے ان سے پوچھا تو انھوں نے یہی تین باتیں عرض کیں تھیں، آپ ﷺ نے فرمایا

عبد نور اللہ الایمان فی قلبه عرفت فالزم اللہ نے اس بندے کے دل کو ایمان اور معرفت سے منور کر دیا ہے اب اس پر استقامت لازم ہے

(مصنف ابن ابی شیبہ، کتاب الایمان)

پر کم نیں بے سوجھت دا

پیچھے گذرا کہ یہ ہستی اللہ جل جلالہ کی کامل مظہر ہے' نور علی نور ہے' اس کی صورت و سیرت سے صرف انہی کی ہی نہیں بلکہ ذات خداوندی تک وصال کا کامل و اتم ذریعہ ہے مگر ان سے فیض انہی خوش نصیبوں کو نصیب ہوگا جن پر اللہ جل شانہ کا خصوصی کرم ہوگا لیکن جن کے من سیاہ ہیں وہ اس در سے محروم رہیں گے' قرآن نے اس بات کو یوں بیان کیا

نور علی نور یھدی اللہ	نور علی نور ہے، اللہ جسے چاہتا ہے
لنورہ من یشاء	اپنے نور کی طرف راہنمائی عطا کر
(النور، ۳۵)	دیتا ہے

اس میں بڑی بنیادی بات کہی گئی ہے کہ یہ ہستی اگرچہ نور علی نور ہے، انہیں دیکھتے ہی خدا یاد آجاتا ہے اہل محبت پہچان لیتے ہیں کہ یہ اللہ کے نبی ہیں۔ مگر ان کی طرف ہدایت و رہنمائی صرف اللہ جل شانہ کی مشیت پر موقوف ہے۔ کیا سینکڑوں لوگ ایسے نہیں جنہوں نے سید کائنات ﷺ کے پرانوار چہرہ اقدس کی زیارت کی مگر انہیں آپ کے دامن سے وابستگی کا شرف نہ مل سکا۔ علامہ اقبال مرحوم کہتے ہیں

بلال از حبش صہیب از روم سلمان از فارس
زخاک مکہ ابوجہل ایں چہ بوالعجبیست

من سیاہ آپ کو دیکھ ہی نہیں پاتے

قرآن مجید نے یہ بھی واضح کر دیا ہے کہ ہر کوئی حبیب خدا ﷺ کو دیکھ ہی نہیں سکتا۔ بلکہ جس کا من ضد اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے سیاہ ہوگا وہ آپ کو دیکھے بھی تو

اسے آپ دکھائی نہیں دیں گے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے

وتراھم ینظرون الیک وھم لا یبصرون (الاعراف،۱۹۸)	آپ نے ملاخطہ کیا وہ آپ کی طرف نظر کرتے ہیں مگر وہ دیکھ نہیں سکتے

ا۔ علامہ محمود آلوسی (متوفی،۱۲۷۰ھ) نے ان الفاظ کی تفسیر امام سدی اور مجاہد سے یوں نقل کی ہے

وتری المشرکین ناظرین الیک والحال انھم لا یبصرونک کما انت علیه	مشرکین تمہاری طرف نظر اٹھاتے ہیں مگران کا حال یہ ہے کہ وہ آپ کو آپ کی حقیقت میں نہیں دیکھ پاتے

آگے کہتے ہیں کہ امام حسن بصری کے نزدیک "وتراھم" سے خطاب حضور ﷺ سے ہے

وفی الکلام تنبیه علی ان مافیه علیه الصلوة والسلام من شواھد النبوة ودلائل الرسالة من الجلاء بحیث لا یکاد یخفی علی الناظرین (روح المعانی،پ۹=۱۹۴)	اس گفتگو میں اس بات پر تنبیہ ہے حضور ﷺ کی ذات اقدس کے اندر نبوت و رسالت پر اس قدر روشن دلائل ہیں کہ وہ ناظرین پر مخفی نہیں رہ سکتے مگر دیکھنے والی آنکھ ضروری ہے

قاضی ثناءاللہ پانی پتی نے امام حسن بصری سے جو الفاظ نقل کئے ہیں وہ بات کو نہایت ہی آشکارا کر دیتے ہیں

وتراهم ينظرون اليک باعينهم وهم لا يبصرون بقلوبهم	مشرکین آپ کی طرف ظاہری آنکھوں سے دیکھتے ہیں مگر دل سے نہیں دیکھتے

(المظہری، پ۹=۵۰۱)

شیخ عبداللہ سراج الدین شامی (۱۴۲۲) کفار و منافقین کے اندھے ہونے پر اسی آیت کا حوالہ دیتے ہوئے لکھتے ہیں

فهم صم القلوب و بكمها وعميها و قال الله تعالیٰ و تراهم ينظرون اليک وهم لا يبصرون	یہ دلوں کے اندھے گونگے اور بہرے ہیں ارشاد ربانی ہے وہ تمہاری طرف نظر کرتے ہیں مگر وہ دیکھ نہیں پاتے

(الایمان بعوالم الاخرۃ،۲۱۰)

قرآن مجید میں یہ بھی واضح کر دیا گیا ہے بعض اوقات ظاہری آنکھیں دیکھنے والی ہوتی ہیں مگر دل کی آنکھیں اندھی ہو جاتی ہیں، ارشاد فرمایا

لا تعمى الابصار و لكن تعمى القلوب التي في الصدور	آنکھیں اندھی نہیں مگر دل اندھے ہیں جو سینوں کے اندر ہیں (الحج،۴۶)

الغرض! اللہ رب العزت کے حبیب ﷺ کو دیکھنے کے لئے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ جیسے محبّ صادق کی آنکھ کی ضرورت ہے۔

میں آئینہ ہوں

روایات میں ہے کہ ایک دن رسالت مآب ﷺ تشریف فرما

تھے، دشمن رسول ابوجہل آیا اس نے آپ کو دیکھ کر کہا اے محمد! (العیاذ باللہ) میں نے تجھ سے بدصورت کوئی نہیں دیکھا آپ ﷺ نے فرمایا تو نے سچ کہا، اتنے میں شمع رسالت کے پروانہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ آ گئے انہوں نے زیارت کا شرف پا کر عرض، کیا یارسول اللہ! آپ پر میرے والدین قربان ہوں آپ سا میں نے حسین دیکھا ہی نہیں، آپ ﷺ نے سنا اور فرمایا تم نے سچ کہا، سامعین صحابہ نے خدمت اقدس میں عرض کیا یارسول اللہ! یہ کیا ماجرا ہے؟ آپ ﷺ نے دونوں کو سچا قرار دے دیا حالانکہ ابوجہل سراسر جھوٹا اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سچے تھے آپ ﷺ نے فرمایا میں آئینہ کے مانند ہوں، مجھے جو دیکھتا ہے، اسے اپنی ہی صورت ہی دکھائی دیتی ہے ابوجہل کو اپنا بدصورت چہرہ نظر آیا تو اس نے جو کہا سچ کہا، ابوبکر نے اپنا ایمانی اور نورانی چہرہ دیکھا تو پکار اٹھے، آپ سا کوئی حسین نہیں، علامہ اقبال نے خوب کہا

معنی حرفم کنی تحقیق اگر   بنگری با دیدۂ صدیق اگر
قوتِ قلب وجگر گردد نبی   از خدا محبوب تر گردد نبی

اعلیحضرت گولڑوی نے اسی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا ”پر کم نیں بے سوجھت دا“

مسئلۂ نور وبشر

آج بھی جن لوگوں کی نگاہ فقط گوشت پوست پر رہتی ہے اور وہ اللہ سبحانہ تعالیٰ کے حبیب ﷺ کو اپنے جیسا تصور کرتے ہیں، وہ معرفت خداوندی سے محروم ہی رہتے ہیں اور جن کی نگاہ اس سے آگے بڑھ کر آپ کے کمالات، نورانیت، خلیفہ اعظم اور محبوب خدا ﷺ پر رہتی ہے وہ صاحب معرفت ہی نہیں، بلکہ کائنات ان سے

فیض یاب ہوتی ہے اگر انسان محبت کی نگاہ سے قرآن کا مطالعہ کرے تو واضح طور پر قرآن نے آپ کی دونوں شانیں بیان کی ہیں، یعنی آپ ﷺ کامل نور بھی ہیں اور کامل بشر بھی، آپ کی دونوں شانیں اپنی مثل نہیں رکھتیں آپ ﷺ کی نورانیت کے مقام کا تصور تو کجا، کوئی نوری آپ ﷺ کی بشریت کا مقابلہ نہیں کرسکتا۔ اس لیے اہل اسلام کا یہ عقیدہ ہے کہ آپ ﷺ حقیقت میں نور ہیں اور ہماری ہدایت کے لئے لباس بشریت میں تشریف لائے اور بشریت بھی کاملہ ہے تا کہ ہمارے لئے آپ ﷺ کی زندگی اسوہ بن سکے۔

قرآن اور نور مصطفیٰ ﷺ

اللہ جل شانہ نے اپنے حبیب ﷺ کو سراپا نور قرار دیتے ہوئے فرمایا

قد جاء کم من اللہ نور و کتاب مبین (المائدہ،۱۵)

یقیناً تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور آیا اور روشن کتاب

ترجمان القرآن حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کی تفسیر یوں مروی ہے

نور رسول یعنی محمد (تفسیر ابن عباس،۷۲)

نور سے مراد رسول کی ذات ہے جن کا اسم گرامی محمد ﷺ ہے

امام المفسرین امام فخر الدین رازی (متوفی،۶۰۶ھ) لکھتے ہیں

المراد بالنور محمد و بالکتاب القرآن (مفاتیح الغیب،۶=۱۸۹)

نور سے حضرت محمد ﷺ اور کتاب سے قرآن مراد ہے

امام ابن جریر، امام بیضاوی، امام سیوطی، علامہ محمود آلوسی اور دیگر تمام

مفسرین نے نور سے آپ ﷺ کی ذات اقدس مراد لی ہے۔

بعض لوگ آیت مذکورہ میں ''واوٗ'' کو تفسیری قرار دیتے ہوئے نور اور کتاب دونوں سے قرآن ہی مراد لیتے ہیں۔ مفسرین اور محدثین نے ان کی خوب خبر لی ہے۔ حضرت ملا علی قاری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ واو اصلاً عطف (مغائرت) کے لئے ہے۔ کوئی مانع ہو تو بطور مجاز تفسیر کے لئے آتا ہے اور یہاں کوئی مانع ہی نہیں۔ اگر ہم یہاں اسے تفسیر کے لیے ہی مان لیں تو تب بھی کوئی حرج نہیں، کیونکہ اس صورت میں بھی نور اور کتاب دونوں سے حضور کی ذات مراد ہوگی

وقد يقال فی مقابلهم ای مانع من ان يحمل النعتان للرسول ﷺ فانه نور عظيم كمال ظهوره بين الانوار و كتاب مبين من حيث انه جامع لجميع الاسرار و مظهر الاحكام و الاحوال والا خبار

(شرح الشفا، ۱=۴۲)

نور و کتاب سے قرآن ہی مراد لینے والوں سے یہ کہا جائے گا کہ یہاں ان دونوں کو حضور کی نعت اور وصف بنانے میں کیا رکاوٹ اور دشواری ہے۔ آپ کی ذات نور ہی نہیں بلکہ انوار کا سرچشمہ ہے اور روشن کتاب بھی ہیں کیونکہ آپ تمام اسرار الٰہی کے جامع، احکام شرعیہ کے شارح اور احوال و اخبار سے آگاہ فرمانے والے ہیں

علامہ سید محمود آلوسی علیہ الرحمہ نے یہی بات کہی اور ساتھ یہ واضح کیا کہ نور اور کتاب کا اطلاق کامل طور پر آپ کی ذات اقدس پر یقیناً ہوتا ہے

لا یبعد عندی ان یراد بالنور والکتاب المبین ھو النبی ﷺ ولا شک فی صحة اطلاق کل علیه الصلاة والسلام

میرے نزدیک اس میں کوئی بعد نہیں کہ نور اور کتاب مبین دونوں سے حضور کی ذات مراد لی جائے کیونکہ ان کا اطلاق آپ کی ذات اقدس پر بلاشبہ ہوتا ہے

(روح المعانی،٦=٩٧)

منکرین کے دو دلائل

بعض لوگ دونوں سے قرآن ہی مراد لینے پر اصرار کرتے ہوئے جو دلائل وہ ذکر کرتے ہیں ان میں سے اہم دو دلائل ہیں

١۔ سابقہ آیت میں حضور ﷺ کا ذکر ہو چکا ہے لہٰذا یہاں قران کریم ہی مراد ہے وہ آیت یہ ہے

یا ھل الکتاب قد جاء کم رسولنا یبین لکم کثیراً مما تخفون من الکتاب و یعفو عن کثیر

(المائدہ،١٤)

اے اہل کتاب تمہارے پاس ہمارے رسول آئے ہیں وہ بہت سی ایسی چیزوں کو واضح کرتے ہیں جو تم نے چھپا دیں اور تمھاری بہت سی غلط باتوں سے در گذر کرتے ہیں

٢۔ بعد والی آیت میں ''یھدی به'' میں ضمیر واحد ہے جو واضح کر رہی ہے کہ یہاں الگ الگ نہیں بلکہ ایک ہی شے مراد ہے اور وہ قرآن ہے کیونکہ حضور کا ذکر پہلی آیت میں آچکا ہے۔

دلائل کا تجزیہ

پہلی دلیل اس لئے غلط ہے کہ سابقہ ذکر دوبارہ ذکر کی نفی نہیں کرتا بلکہ سابقہ ذکر دوبارہ ذکر پر قرینہ ہوتا ہے۔

اس پر دو تصریحات ملاحظہ ہوں جن میں واضح کیا گیا ہے کہ سابقہ آیت نے اس بات کا تعین کر دیا ہے کہ یہاں حضور ﷺ کی ذات مراد ہے۔

علامہ محمود آلوسی امام طیبی کے حوالہ سے اسی بات کا تذکرہ ان الفاظ میں کرتے ہیں

انه اوفق لتكرير قوله سبحانه و تعالى قد جاء كم بغير عطف معلق به اولاً وصف الرسالة والثانى وصف الكتاب

(روح المعانی، ۶=۹۷)

نور سے ذات رسول مراد لینا زیادہ مناسب ہے کیونکہ سابقہ آیت یااھل الکتاب اور قد جاء کم من اللہ کے درمیان اللہ تعالیٰ نے واو عاطفہ (مغایرت) ذکر نہیں کیا تاکہ واضح ہو کہ رسولنا اور نور سے ایک ہی ذات مراد ہے

یعنی دونوں جگہ اہل کتاب کو رسول منتظر کے تشریف لانے کی بشارت دی گئی۔ پہلے آیت میں وصف رسالت اور دوسری میں وصف کتاب کا ذکر ہے اور دونوں آپ کے وصف ہیں

اسی بات کی تصریح مولانا اشرف علی تھانوی نے بھی کی ہے وہ قد

جاء کم من اللہ نور و کتاب مبین کی تفسیر کرتے ہوئے کہتے ہیں

اس کی ایک تفسیر یہ ہے جو میں نے ذکر کی کہ نور سے
مراد حضور ﷺ ہوں اور اس تفسیر کی ترجیح کی وجہ یہ ہے کہ
اس سے مراد اوپر بھی قد جاء کم رسولنا فرمایا ہے تو یہ قرینہ ہے
اس پر کہ دونوں جگہ جاء کم کا فاعل ایک ہو

(رسالہ النور، ۳۱)

ان تصریحات نے واضح کر دیا کہ سابقہ ذکر دوبارہ ذکر کے منافی نہیں بلکہ تعین پر قرینہ ہوتا ہے۔ رہا معاملہ ضمیر کے واحد ہونے کا تو اولاً گذارش یہ ہے کہ دونوں سے حضور ہی کی ذات مراد ہے لہذا ضمیر واحد ہی آنا چاہیے تھی

ثانیاً یہ کہ اگر دو چیزیں بھی مراد ہوں تو پھر ضمیر واحد کا آنا جائز ہوتا ہے کیونکہ ضابطہ یہ ہے کہ جب دو چیزیں کسی وصف میں مشترک ہوں تو دونوں کی طرف واحد کی ضمیر لوٹائی جا سکتی ہے کیونکہ وہ دونوں بمنزل واحد ہوتے ہیں

علامہ ابوالسعود نے ضمیر واحد لانے کی مختلف حکمتیں بیان کین

توحید الضمیر لمجرور	یا تو دونوں ایک ہی شے ہیں
لاتحاد المرجع بالذات	(حضور یا قرآن) یا دونوں حکم
اولکونھا فی حکم اوارید	واحد میں ہیں یا مذکور مراد ہے
یھدی بما ذکر	

نور ہدایت ہی نہیں بلکہ سراپا نور

آپ ﷺ کی ذات اقدس نور ہدایت ہی نہیں بلکہ سراپا نور ہے یعنی نور

معنوی ہی نہیں بلکہ نور حسی کی شان رکھتے ہیں قران وحدیث کے یہ دلائل اس پر شاہد ہیں۔

پیچھے بیان ہو چکا کہ آپ کی تخلیق، بشریت کی تخلیق سے پہلے کی ہے اور بشریت کی ابتدا سیدنا آدم علیہ السلام سے ہوئی ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے صحابہ نے آپ ﷺ سے عرض کیا یا رسول اللہ!

متی و جبت لک النبوة ؟ آپ نبی کب بنائے گئے؟

آپ نے فرمایا، میں اس وقت نبی تھا

و آدم بین الروح والجسد جبکہ آدم ابھی روح اور جسم کے درمیان تھے

(سنن ترمذی، باب فضل النبی)

امام حاکم حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں میں نے رسول ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا

انی عبدالله و خاتم النبیین میں اس وقت اللہ کا عبد اور خاتم الانبیا

وابی منجدل فی طینته کے درجہ پر فائز تھا جب میرے باپ (آدم) ابھی مٹی کے درمیان تھے

اس پر امام حاکم نے یوں تبصرہ کیا ہے

هذا حدیث صحیح الاسناد اس حدیث کی سند صحیح ہے

(المستدرک، ۲=۴۵۳)

اگر کسی کے ذہن میں یہ بات آئے کہ ان کا حدیث کو صحیح کہہ دینا کافی نہیں کیونکہ وہ اس معاملہ میں متساہل واقع ہوئے ہیں تو ہم یہ واضح کر دیتے ہیں امام ذہبی نے ان کے اس فیصلہ کو برقرار رکھ کر فرمایا ہے

هذا حديث صحيح یہ حدیث صحیح ہے

(تلخیص المستدرک،۲=۴۵۳)

حضرت میسرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے میں نے حبیب خدا ﷺ سے

عرض کیا

متیٰ کنت نبیاً؟ آپ نبی کب بنائے گئے؟

آپ ﷺ نے فرمایا

و آدم بين الروح والجسد ابھی آدم روح اور جسم کے

درمیان تھے

اس کے بعد امام حاکم نے ترمذی کی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت مذکورہ اس کی تائید میں ذکر کی اور امام حاکم اور امام ذہبی نے روایت کو صحیح قرار دیا

(المستدرک،۲=۶۶۵)

اللہ رب العزت نے قرآن مجید میں آپ ﷺ کے بارے میں فرمایا ہے

وداعيا الى الله باذنه و آپ اللہ کے حکم سے اس کی طرف

سراجاً منيراً بلانے والے اور روشن چراغ ہیں

(الاحزاب،۴۶)

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے یہاں آپ ﷺ کو منیر قرار دیا ہے کہ آپ ﷺ کی ذات اقدس خود سراپا نور ہی نہیں بلکہ دوسروں کو روشن کرنے والی ہے اس فرمان باری تعالیٰ سے صحابہ کرام آپ ﷺ کے سراپا اور حسی نور ہونے پر استدلال کیا کرتے۔ مستدرک میں حضرت عرباض بن ساریہؓ بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میری والدہ نے خواب دیکھا تھا اس کی تفصیل یوں ہے

ان ام رسول الله ﷺ	حضور ﷺ کی والدہ ماجدہ نے
رأت حين وضعت له نورا	ولادت کے وقت ایک نور دیکھا
اضأت لها قصور الشام	جس سے شام کے محلات روشن ہو گئے تھے

یہ بیان کرنے کے بعد انہوں نے اس آیت کی تلاوت کی

يا ايها النبی انا ارسلناک	اے نبی! ہم نے آپ کو شاہد،
شاهداً و مبشراً و نذيراً	مبشر، نذیر اور اللہ کے حکم سے اس
و داعياً الى الله باذنه سراجاً	کی طرف بلانے والا اور روشن
منيراً	چراغ بنا کر مبعوث کیا ہے

(المستدرک، ۲=۴۵۳)

غور تو کیجئے صحابی رسول، آپ ﷺ کو حسی نور قرار دیتے ہوئے مذکورہ آیت کو بطورِ استدلال پیش کر رہے ہیں جس سے صحابہ کا عقیدہ آشکار ہو رہا ہے کہ وہ آپ ﷺ کو بشر ماننے کے ساتھ ساتھ حقیقۃً نور بھی تسلیم کرتے تھے۔ چودہ سو سال سے امت مسلمہ اور جمہور علماء کا یہی عقیدہ رہا ہے کہ آنحضور ﷺ نورانیت اور بشریت کے مظہر اتم ہیں

قرآن اور بشریت انبیاء

اس میں امت کے کسی فرد کو اختلاف نہیں کہ اللہ کے نبی بشر ہوتے ہیں کیونکہ اللہ جل شانہ نے قرآن مجید میں ''بشریت اور نبوت'' کے درمیان تضاد سمجھنے والوں کا بار بار رد کرتے ہوئے حضرات انبیاء علیہم السلام کی بشریت کو آشکار فرمایا؟

سورۃ الکہف میں فرمایا

قل انما انا بشر مثلکم یوحیٰ الی — اے نبی اعلان کیجئے میں بھی تمہاری طرح انسان ہوں لیکن میری طرف وحی کی جاتی ہے

(الکہف،۱۱۰)

بشریت انبیاء کا امتیاز

لیکن اس کے ساتھ ساتھ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ان کی بشریت اور دیگر انسانوں کی بشریت میں خط امتیاز کھینچ رکھا ہے تا کہ معاملہ واضح رہے ابھی پیچھے مذکورہ آیت کے الفاظ پڑھیے

انما انا بشر مثلکم یوحیٰ الی — میں تمہاری مثل انسان ہوں مگر مجھ پر وحی کی جاتی ہے

(الکہف،۱۱۰)

یعنی نبی کی بشریت تم سے ممتاز ہے اس لئے کہ ان کی ذات وحی الٰہی کا مہبط و مرکز ہے اور تمہیں یہ مقام حاصل نہیں۔ ایک اور مقام پر ارشاد ہوتا ہے

قل سبحان ربی هل کنت الا بشراً رسولاً — اے نبی آپ فرما دیجیے کہ اللہ پاک ہے اور میں ایک بشر و رسول ہوں

(الاسراء،۹۳)

یعنی میں خدا نہیں ہوں اس کا رسول ہوں۔ یہاں بھی نبی کی بشریت کا امتیاز لفظ رسالت سے کر دیا کفار نے حضرات انبیاء علیہم السلام کو جب اپنی مثل سمجھ کر ان کی پیروی سے انکار کیا تو ان کے جواب میں ارشاد ہوا ہم بلاشبہ انسان ہیں

ولـكـن الـلـه يمن على من يشاء من عباده وما كان لنا نـأتيـكـم بسـلطن الا باذن الـلـه وعـلـى الله فليتو كل المؤمنون	مگر اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے فضل کرتا ہے اللہ کے حکم بغیر ہماری مجال نہیں کہ ہم کوئی معجزہ تمہیں دکھاسکیں اور اہل ایمان تو صرف اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھتے ہیں

(ابراہیم، ١١)

حضور ﷺ کا اعلان

انبیاء علیہم السلام کی بشریت کا مفہوم سمجھنے کے لئے حضور ﷺ کے اس مبارک فرمان واعلان کو اگر سامنے رکھ لیا جائے تو معاملہ ازخود واضح ہوجاتا ہے اور جو وصال کے روزے رکھنے پر صحابہ کے سامنے فرمایا تھا

ایکم مثلی ابیت یطعمنی ربی ویسقینی (البخاری، کتاب الصوم)	تم میں کون ہے میری مثل؟ میں رات اس حال میں بسر کرتا ہوں کہ میرا رب مجھے کھلاتا بھی ہے اور پلاتا بھی ہے

بعض روایات میں الفاظ یہ ہیں

انی لست کاحد کم (مسند احمد، ٢=٢٤٤)	میں ہرگز تم میں سے کسی کی مانند نہیں ہوں

کیا آیات بشریت یاد نہ تھیں

کیا یہ اعلان کرتے وقت آپ ﷺ کے سامنے آیاتِ بشریت نہ تھیں؟ کیا صحابہ کو مثلیت والی آیات یاد نہ تھیں؟ ضرور سامنے تھیں اور صحابہ کو بھی یاد تھیں لیکن وہ

ان کے صحیح مفہوم سے آگاہ تھے کہ ان آیات میں بھی آپ کی بشریت کو دوسروں سے ممتاز رکھا گیا ہے ان میں بھی آپ کو عام بشر قرار نہیں دیا گیا

عارف گولڑوی کا فتویٰ

یہی وجہ ہے اہل معرفت کو انبیاء علیہم السلام اور دیگر افراد بشر میں امتیاز کامل طور پر نظر آتا ہے اور وہ کبھی بھی مثلیت کا دعویٰ نہیں کرتے یہاں اس معاملہ میں ہم عارف گولڑویؒ کی مبارک رائے نقل کئے دیتے ہیں تاکہ مسئلہ اور آشکار ہو جائے ملتان کے مشہور بزرگ حضرت مخدوم صدرالدین شاہ گیلانیؒ نے حضور ﷺ کی ذات پاک پر لفظ بشر کے اطلاق کے بارے میں سوال ارسال کیا، اس کے جواب میں عارف گولڑہ نے جو کہا وہ قابل مطالعہ ہے اس کی چند سطور سے آپ بھی استفادہ کیجئے

اس تقریر سے ثابت ہوا کہ عارف کا بشر کہنا از قبیل ذکر آنحضرت ﷺ بالاسماء المعظمہ ہوا بخلاف غیر عارف کے کہ اس کے لئے بغیر انضمام کلمات تعظیم صرف بشر ذکر کرنا جائز نہیں چنانچہ آیت کریمہ میں بشر کے بعد "یوحیٰ الی" اور تشہد میں عبدہ ورسولہ اور کلام اہل عرفان میں ہے۔

فمبلغ العلم فیہ انہ بشر وانہ خیر خلق اللہ کلھم

میرے خیال میں فریقین از علمائے کرام متنازعین اہل سنت والجماعت ہیں اور ذکر آنحضرت ﷺ کو بالاسماء المعظمہ واجب اور ضروری اعتقاد کرتے ہیں لہٰذا ان سے ہرگز ہرگز متصور نہیں کہ معاذ اللہ فرقہ ضالہ نجدیہ وہابیہ کی طرح

صرف بشر کا اطلاق جائز نہیں البتہ ان کا خیال ہے کہ بقصد تحقیر لفظ بشر کا استعمال ناجائز اور بغیر اس کے جائز مگر میری رائے وہی ہے جو اوپر بیان کر چکا ہوں کہ صرف لفظ بشر کا اطلاق بغیر انضمام کلمات تعظیم نہ چاہے کہ بعجہ شیوع عرف و قصد فرقہ ضالہ (گمراہ) صرف بشر کہتے ہیں ایہام امر ناجائز ہے۔ (فتاویٰ مہریہ،۵)

آپ نے اندازہ کیا کس قدر خوبصورت گفتگو اور علمی تحقیق ہے "یوحیٰ الی" کے الفاظ مبارکہ سے آپ نے کس طرح ادب کا استنباط اور استخراج فرمایا ہے یعنی جب بھی کہنا ہو سید البشر، خیر البشر اور افضل البشر کہو بغیر اضافی کلمہ کے فقط بشر بشر کی رٹ مت لگاؤ

ایک یا غیر محدود فرق

کچھ بے سوجھت لوگ "یوحیٰ الی" پر گفتگو کرتے ہوئے کہہ دیتے ہیں ہمارے اور نبی کے درمیان فقط ایک ہی فرق ہے حالانکہ اس امتیاز نے ہمارے اور نبی کے درمیان غیر محدود فرق کی نشاندہی کر دی ہے، سید سلیمان ندوی لکھتے ہیں

نبی اور غیر نبی میں صرف وحی کے امر فارق ہونے کے یہ معنی نہیں کہ نبی القائے ربانی سے متصف ہونے کے علاوہ تمام اوصاف و کمالات یا عیوب و نقائص میں عام انسانوں کے برابر ہوتا ہے۔ یہ کہنا ایسا ہی ہے جیسے کوئی یہ کہے کہ عالم و جاہل میں صرف علم کا فرق ہے ورنہ دونوں برابر

کے انسان ہیں اور ان میں عقل ،اخلاق وتہذیب' سلیقہ رائے اور حکمت و دانائی کا کوئی فرق نہیں حالانکہ ان میں علم وجہل کا فرق کہہ کے درحقیقت ان دونوں کے درمیان علم و جہل کے سینکڑوں اوصاف' لوازم اور خصائص کا فرق وامتیاز تسلیم کرنا ہے اس طرح نبی اور غیر نبی کا فرق مان کر وحی والے انسانوں میں لوازم' خصائص اور اوصاف کا فرق تسلیم کرنا پڑے گا۔

(سیرت النبی،۴=۴۷ تا ۷۶)

ندوی صاحب نے وحی کی وجہ سے نبی اور غیر نبی میں سینکڑوں فرق کی بات کی ہے یہ بھی خوب ہے لیکن آیئے ان لوگوں کی طرف جنہیں مقامِ نبوت کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے خوب شرح صدر سے نوازا ہے، امام احمد رضا قادری (متوفی ،۱۳۴۰) ایک ایسے سوال کا جواب دیتے ہوئے رقمطراز ہیں

واقعی جب ان خبثاء (کفار) کے نزدیک وحی و نبوت باطل تھی تو انہیں اپنی ہی بشریت کے سوا کیا نظر آتا لیکن ان سے زیادہ دل کے اندھے وہ کہ وحی و نبوت کا اقرار کریں اور پھر انہیں اپنا سا بشر جانیں' زید کو "قل انما انا بشر مثلکم" سوجھا اور "یوحیٰ الی" نہ سوجھا جو غیر متناہی فرق ظاہر کرتا ہے زید نے اتنا ہی ٹکڑا لیا جو کافر لیتے تھے انبیاء علیہم السلام کی بشریت جبریل علیہ السلام کی ملکیت سے بھی اعلیٰ ہے وہ ظاہری صورت بینوں کی آنکھوں میں بشریت رکھتے ہیں۔

جس سے مقصود خلق کا ان سے حاصل کرنا اور ان سے فیض پانا ہے

(فتاویٰ رضویہ ،۱۴=۶۶۲)

بشریت پر فوقیت

بے سوجھت لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ حضرات انبیاء علیہم السلام عام بشر کی طرح ہوتے ہیں انہیں دیگر افراد بشر پر کوئی فوقیت حاصل نہیں ہوتی حالانکہ سابقہ گفتگو سے آشکار ہو گیا کہ انہیں بشریت پر فوقیت حاصل ہوتی ہے حجۃ الاسلام امام محمد غزالی (متوفی، ۵۰۵) لکھتے ہیں جس طرح انسانیت' حیوانیت سے فوق و بلند ہے کیونکہ حیوانیت کے ساتھ ناطقیت کی قید نے اسے حیوانیت سے فوقیت دیدی ہے اسی طرح نبی بشر ہے لیکن جب اسے رسالت و نبوت کا وصف مل گیا تو وہ دیگر انسانیت سے بلند و فوق ہو جائیں گے، ان کے الفاظ ہیں

واذا كانت الرسالة مرتبة فوق مرتبة الا نسانية كما كانت الا نسانية مرتبة فوق مرتبة الحيوانية	رسالت کا مرتبہ، انسانیت سے بلند و فوق ہے جیسا کہ انسانیت کا مقام حیوانیت سے بلند ہے

(معارج القدس، ۳۶۰)

سید سلیمان ندوی نے امام غزالی اور شاہ ولی اللہ دہلوی سے یہی نقل کیا

نبوت انسانیت کے رتبہ سے بالاتر ہے جس طرح انسانیت' حیوانیت سے بالاتر ہے

(سیرت النبی، ۴=۱۵)

مفتی مدرار اللہ دیوبندی نے اسی حقیقت کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے

ہم بتانا چاہتے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام بشر ہونے کے باوجود منصب رسالت و نبوت سے سرفراز ہونے کی بنا پر فوق البشر بھی ہیں اور غیر نبی کوئی شخص خواہ وہ انسانیت کے کتنے ہی بلند مرتبے پر فائز کیوں نہ انبیاء علیہم السلام کی خاک پاک کو بھی پہنچ سکتا

(عصمت انبیاء، ۳۸۱)

ورلیاں موتی لے تریاں

ان تمام دلائل کو سامنے رکھتے ہوئے صاحب سوجھت لوگوں نے حضرات انبیاء علیہم السلام کے بارے میں جو عقیدہ بیان کیا وہ یہ ہے کہ وہ ظاہری صورت میں اگر چہ بشر ہیں مگر وہ باطنی طور پر ملکی اور نوری ہیں

حضرت قاضی عیاض مالکی (متوفی ۵۴۴) حضرات انبیاء علیہم السلام کے بارے میں رقمطراز ہیں

ارواحهم و بواطنهم متصفة	لیکن ان کی ارواح اور باطن
باعلی من اوصاف البشر متعلقة	اوصاف بشریت سے اعلیٰ سے
بالملاء الا علی متشبهة	متصف اور ملاء اعلیٰ سے متعلق اور
بصفات الملائكة سليمة من	صفات ملائکہ کے مشابہ ہوتے ہیں
التغير والافات لا يلحقها غالباً	اور وہ تغیر و آفات سے محفوظ رہتے
عجز البشرية ولا ضعف الا نسانية	ہوئے اغلب طور پر بشریت کے عجز

اذلو كانت بواطنهم خالصةً لبشرية كظواهر هم لما اطاقوا الا خذعن الملائكة ورؤ يتهم و مخاطبتهم و مخالطتهم كما لا يطيقه غير هم من البشرولو كانت اجسامهم وظواهر هم متصفة بنعوت الملائكة وبخلاف صفات البشر لما اطاق البشر ومن ارسلوا اليهم مخالطتهم كما تقدم من قول الله تعالىٰ فجعلوا من جهةالارواح والبواطن من الملائكة	اور ضعف انسانیت سے مبرا ہوتے ہیں اگر ان کے باطن' ان کے ظواہر کی طرح خالص بشر ہوں تو وہ ملائکہ سے نہ تو استفادہ کر سکتے ہیں اور نہ انہیں دیکھ سکتے ہیں اور نہ ان سے مخاطب ہو سکتے ہیں جیسا کہ دوسرے بشر اس کی طاقت نہیں رکھتے اور اگر ان کے اجسام وظواہر ملائکہ کی صفات سے متصف ہوتے اور بشری لباس میں نہ رکھتے اور نہ ہی ان سے میل جول کر سکتے جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے۔ ولو جعلناه ملكا اس لیے انہیں اجسام اور ظواہر بشری اور ارواح اور باطن ملکی عطا فرمائے
(الشفاء،۲=۹۲-۶۹۱)	

امام ابن الحاج مالکی اسی عقیدہ کو یوں آشکار کرتے ہیں

انه ﷺ بشرى الظاهر ملكى الباطن	آپ ﷺ صورت میں بشر لیکن آپ کا باطن ملکی ہے
(المدخل،۲=۱۹۳)	

امام شہاب الدین احمد خفاجی (متوفی ،۱۰۶۹) حضور ﷺ کے ارشاد گرامی

تنام عینا ی ولاینام قلبی — میری آنکھیں سوتی ہیں مگر میرا دل بیدار رہتا ہے

کے تحت لکھتے ہیں

هذا دلیل علی ان ظاهره ﷺ بشری و باطنه ملکی (نسیم الریاض، ۳=۵۴۵) — یہ واضح دلیل ہے کہ آپ ﷺ کا ظاہر بشری اور باطن نوری ہے

الحاصل ان بواطنهم و قواهم الروحانیه ملکیة ولذاتری مشارق الارض ومغاربها وتسمع اطیط السماء وتشم رائحة جبریل علیه السلام اذا اراد لنزول الیهم کما یشم یعقوب علیه الصلوة والسلام رائحة یوسف علیه السلام و لذا عرج به ﷺ الی السماء (نسیم الریاض، ۳=۵۴۵) — خلاصہ یہ ہے کہ حضرت انبیا علیہم السلام کے باطن اور روحانی قویٰ ملکی ونوری ہوتے ہیں اس لئے زمین کے مشارق و مغارب کا دیکھنا، آسمانی آواز کا سننا، نزول کے لئے حضرت جبریل علیہ السلام کا سدرہ سے تیار ہونا انہیں بذریعہ مہک محسوس ہو جاتا ہے جیسے حضرت یعقوب علیہ السلام کو یوسف علیہ السلام کی خوشبو آ گئی تھی، اسی طرح آپ ﷺ کو آسمانی معراج کا مقام نصیب ہوا

تمام امت کا اتفاق

آپ ﷺ کے باطناً نوری وملکی ہونے پر امت کا یوں اتفاق ہے کہ حضرت

جبریل امین جب قرآن کی وحی لے کر آتے تو وہ ملکی حالت میں ہوتے اس موقعہ پر ان سے وحی اخذ کرنے کے لئے آپ ﷺ کو بھی حالت ملکی ونوری کو طرح منتقل ہونا پڑتا کیونکہ قائل اور سامع کے درمیان مناسبت لازم وضروری ہے

امام بدرالدین (متوفی، ۸۵۵ھ) اور امام ابن حجر عسقلانی (۸۵۲ھ) اقسامِ وحی پر گفتگو کرتے ہوئے لکھتے ہیں یا تو جبریل امین کو حالت بشری اختیار کرنا پڑتی یا حضور کو حالت نوری، کیونکہ استفادہ اور افادہ کے لئے سنت الٰہی یہی ہے

انه لا بد من مناسبة بين القائل والسامع حتى يصح بينهما التحاور والتعليم والتعلم لتلك المناسبة اما باتصاف السامع بوصف القائل بغلبة الروحانية عليه وهو النوع الاول او باتصاف القائل بوصف السامع وهوا النوع الثانى	یقینی طور پر قائل اور سامع کے درمیان مناسبت کا ہونا نہایت ضروری ہے تاکہ وہ ایک دوسرے سے افادہ اور استفادہ کرسکیں یاتو سامع (حضور) کو قائل (جبریل) کے وصف نورانیت سے متصف ہونا ہوگا یہ وحی کی پہلی قسم ہے یا قائل (جبریل) کو سامع (حضور) کے وصف بشریت سے متصف ہونا ہوگا اور یہ وحی کی دوسری قسم ہے
(عمدۃ القاری، ۱=۴۲)	
(فتح الباری، ۱=۱۶)	

اب اگر کوئی آدمی حضرات انبیاء علیہم السلام کی نورانیت کا منکر ہے تو وہ بتائے حضور ﷺ میں جب یہ وصف ہی نہیں تو آپ جبریل امین سے قرآنی وحی کیسے اخذ کرتے تھے؟ حالانکہ تمام قرآن وہ حالت ملکی ونوری میں لے کر آتے رہے باقی

جس طرح جبریل امین میں بشریت اور نورانیت جمع ہو سکتی ہے حضور ﷺ میں کیوں نہیں ہو سکتیں؟ اس قدر شواہد و دلائل کے باوجود اگر کسی کو بات سمجھ نہیں آتی تو حضرت فرما رہے ہیں وہ بے سوجھت، غافل، من سیاہ اور بے ادب ہے وہ گوہر مقصود کو حاصل نہیں کر سکتا، اس کے دل کی آنکھیں اندھی ہو چکی ہیں

اس لئے علامہ اقبال نے فرمایا

دل بینا بھی کر خدا سے طلب
آنکھ کا نور دل کا نور نہیں

جنہیں دلی نور نصیب ہوا انہوں نے صرف آپ ﷺ کو ہی نوری نہیں مانا بلکہ کہا

تیری نسل پاک میں بچہ بچہ نور کا
تو ہے عین نور تیرا سب گھرانہ نور کا

(حدائق بخشش)

خاندان رسالت مآب ﷺ کے گل سر سبد، آنحضور ﷺ کے چچیرے بھائی اور داماد حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ اس خانوادہ نور کے بانی ہیں جس کے روشن چراغ ہونے کا شرف خود حضرت قبلہ عالم رحمہ اللہ کو حاصل ہے، ملاحظہ کیجئے کہ آپ اپنے جد امجد کی نورانیت کس طرح اجاگر فرماتے ہیں

کیست مولائے علی مولائے کل — ھکذا قد قالہ خیرا لرسل
از نفوس ما است اولی تر نبی — پس علی را ایں چنیں داں یا اخی
گشت اول از ہمہ نور نبی — بود اقرب تر بہ او نور علی

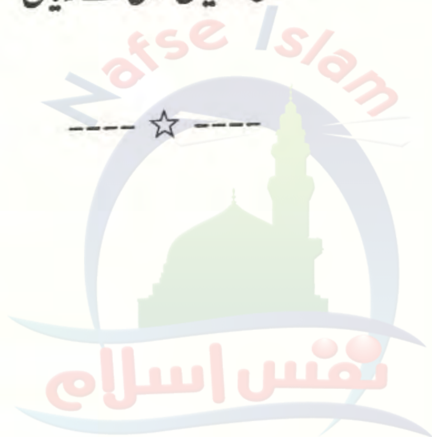
(مرآۃ العرفان، ۱۱)

کیا آپ جانتے ہیں کہ مولائے علی رضی اللہ عنہ کون ہیں؟ سید رسل ﷺ

کا فرمان ہے علی مولائے کل ہیں، نبی اکرم ﷺ ہمارے نفوس سے بھی زیادہ عزیز و قریب ہیں تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھی اسی طرح جانو، سب سے پہلے حضور ﷺ کا نور ہے اور اس کے قریب تر حضرت علی رضی اللہ عنہ کا نور ہے اور یہ اسی نور کی منور شعاعیں ہیں جو حضرت کے کلام کی صورت میں جلوہ گر ہو رہی ہیں

کوئی ورلیاں موتی لے تریاں

---- ☆ ----



باب ۸

ایہا صورت شالا پیش نظر (معنی و مفہوم)

حسن یوسفی اور ہاتھ کٹنے پر تکلیف کا نہ ہونا

اہم فائدہ

قبر میں سوال و جواب

تیسرے سوال کی حکمت

پل تھیں جد ہوسی گزر

صفات پل صراط

منافقین کا نور بجھ جائے گا

حضرات انبیاء علیھم السلام کی دعا

رب سلم کی دعا

کھوٹیاں تھیسن تد کھریاں

--- ۸ ---

ایہا صورت شالا پیش نظر رہے وقت نزع تے روز حشر
وچ قبر تے پل تھیں جد ہوسی گذر سب کھوٹیاں تھیسن تد کھریاں

الفاظ کے معانی

ایھا، یہی۔ **شالا**، اللہ کرے۔**وقت نزع**، موت کا وقت۔**روز حشر**، روز قیامت۔ **پل**، پل صراط۔ **تھیسن**، ہو جائیں گی۔**تد**، اس وقت۔ **کھریاں**، اصل، قیمتی، صحیح

شعر کا مفہوم

محبوب کریم ﷺ کی شان و مرتبہ اور سراپا بیان کرنے کے بعد، اللہ جل شانہ کی بارگاہ میں حضرت قبلۂ عالم دعا کر رہے ہیں یا اللہ مشکل مقامات پر تیرے اس حبیب ﷺ کی سنگت و شفقت نصیب رہے تو کامیابی مل سکتی ہے ورنہ نہیں اور وہ مقامات یہ ہیں

ا۔موت کا وقت، ۲۔قبر، ۳۔قیامت کا دن، ۴۔پل صراط سے گزرنا۔

شعر کی تشریح

اسلام کی تعلیمات میں ایک بنیادی عقیدہ دوبارہ زندہ ہو کر اللہ رب العزت کی بارگاہ میں پیش ہو کر اپنے عقائد و اعمال کی جزا و سزا پانا بھی ہے' موت اٹل حقیقت

ہے جس کے بعد قبر میں ثواب و عذاب کے مراحل آتے ہیں۔ اگر ان مقامات پر رحمت خداوندی بندے کا سہارا بن جائے تو یہ آسانی سے طے ہو سکتے ہیں ورنہ سوائے پریشانی واضطراب کے کچھ نہیں۔ اہل معرفت ان مراحل کی مشکلات سے کامل طور پر آگاہ ہوتے ہیں لہٰذا یہ وہاں کی فکر ہی میں نہیں رہتے بلکہ وہاں کی آسانی کے لئے اپنے رب کے حضور گڑ گڑاتے رہتے ہیں اور اس کی رحمت اور حضور ﷺ کی شفاعت پر کامل بھروسہ رکھتے ہیں

ایہا صورت شالا پیش نظر

یہ صورت، جو تیری ذات بے صورت کی صورت ہے جو ہماری جان ہی نہیں بلکہ تمام کائنات کی جان ہیں جو تیری ذات اقدس کی کامل مظہر ہے، جس کی زیارت و دیدار گویا تیرا دیدار ہے جس کی وجہ سے تمام کائنات کو تیری معرفت نصیب ہوئی جس کے وسیلہ سے تمام شان والوں کو شان و آن ملی ہے جس کے حسن کی خیرات ستارے اور چاند پاتے ہیں، جو اولاد آدم کے ہی نہیں بلکہ سیدنا آدم علیہ السلام کے بھی وسیلہ ہیں امتی کے لئے ان سے بڑھ کر سہارا کون ہو سکتا ہے؟

رہے وقت نزع

یا اللہ جب موت کا وقت آئے تو یہ صورت اقدس سامنے ہوتا کہ موت کا لمحہ نئی اور اعلیٰ زندگی قرار پا جائے اور اس موقعہ پر دولت ایمان نصیب رہے' یاد رہے موت کا لمحہ انسانی زندگی میں نہایت سخت اور خطرناک ہوتا ہے ایک طرف تو حالت نزع کی تکلیف اور دوسری طرف ایمان کی سلامتی کی فکر ہوتی ہے اور یہی وہ مرحلہ ہے

جس پر اس کی دنیا و آخرت کا انحصار ہے اگر اس موقعہ پر ایمان کی سلامتی نصیب رہی تو دنیا کی زندگی کامیاب اور آخرت میں ناکامی کا کوئی تصور نہیں اور اگر اس موقعہ پر شیطان کامیاب ہو گیا اور آدمی ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھا تو دونوں زندگیاں برباد و ناکام ہو گئیں اس لئے اہل معرفت اس لمحہ کی بہت فکر کرتے ہیں۔ سیدنا عبداللہ بن مبارک رضی اللہ عنہ کے بارے میں ہے وہ بہت رویا کرتے، تلامذہ نے عرض کیا معاملہ کیا ہے؟ فرمایا میں اپنے گناہوں پر اس قدر پریشان نہیں ہوں جس قدر مجھے ایمان کی سلامتی کی فکر ہے اگر ایمان کی سلامتی نصیب ہو گئی تو اللہ جل شانہ کی بے پایاں اور وسیع رحمت کے سامنے میرے گناہوں کی حیثیت ذرہ کے برابر بھی نہیں۔

اگر اس موقعہ پر حبیب خدا ﷺ کا دیدار نصیب ہو جائے تو ایسی موت انسان پر بار بار آئے

یاالٰہی بھول جاؤں نزع کی تکلیف کو
شادی دیدار حسن مصطفیٰ کا ساتھ ہو

(حدائق بخشش، ۷)

واقعۃً اگر اس موقعہ پر دیدار محبوب کریم ﷺ نصیب ہو جائے تو تکلیف کا تصور ہی نہ رہے

حسن یوسفی اور ہاتھ کٹنے پر تکلیف کا نہ ہونا

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے قرآن مجید میں بیان فرمایا ہے کہ مصر کی خواتین نے حضرت زلیخا پر یہ طعن کیا کہ یہ غلام پر فریفتہ ہو گئی ہے اور وہ اس کے قابو میں نہیں آتا زلیخا نے ان کی دعوت کی

واعتدت لهن متكاء واتت — ان کے لئے گاؤ تکیے لگائے گئے اور ہر
كل واحدة منهن سكينا — ایک کے ہاتھ میں چھری تھما دی گئی

اور حضرت یوسف علیہ السلام سے عرض کیا

اخرج عليهن — ان کے پاس سے گذریئے

جب مجبوراً وہاں سے آپ گزرے تو

فلما رأينه اكبرن و قطعن — اور انہوں نے آپ کو دیکھا اور اپنے
ايديهن — ہاتھ کاٹ ڈالے

اور پکار اٹھیں

حاش لله ماهذا بشرا ان — اللہ کی قسم یہ بشر نہیں یہ تو کوئی مکرم فرشتہ
هذا الا ملک کریم — ہی ہے

(یوسف، ۳۱)

آپ نے دیکھا وہ حسن یوسفی میں اس قدر محو ہو گئیں کہ ہاتھ کٹ گئے مگر تکلیف تک محسوس نہ ہوئی اگر فوت ہونے والے کے سامنے جلوہ حبیب خدا ﷺ ہو تو پھر تکلیف نزع کا سوال ہی پیدا نہ ہو گا

اہم فائدہ

اس مقام پر مسئلہ نور و بشر کے حوالے سے بھی اہم فائدہ ذہن نشین کر لینا چاہیے کہ جب تک ان خواتین نے حضرت یوسف علیہ السلام کو دیکھا نہیں تھا وہ انہیں ایک غلام ہی تصور کرتی تھیں یعنی آپ کو ایک کامل انسان بھی نہ مانتی تھیں مگر دیکھنے کے بعد ان کی کیفیت یہ تھی کہ وہ پکار اٹھیں یہ انسان نہیں بلکہ مکرم فرشتہ ہیں حالانکہ معاملہ یہ تھا۔

۱۔ حضرت یوسف علیہ السلام وہاں مجبوراً تشریف لائے نہ کہ خوشی سے، کیونکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے پیغمبر سے ایسے عمل کا تصور ہی نہیں کیا جا سکتا

۲۔ جب با حیا انسان کہیں سے خصوصاً ایسے موقعہ پر گزرتا ہے تو وہ چہرہ جھکا لیتا ہے، آپ تو اللہ رب العزت کے نبی ہیں ان سے بڑھ کر کوئی صاحب حیا نہیں لہٰذا وہ یقیناً چہرہ جھکا کر گزرے

۳۔ جب انسان چہرہ جھکا کر گزرتا ہے تو اس کا پورا چہرہ دکھائی نہیں دیتا بلکہ اس کا کچھ حصہ نظر آتا ہے

۴۔ دیکھنے والیاں طعن کرنے والی تھیں نہ کہ چاہنے والیاں

جب حضرت یوسف علیہ السلام مجبور ہو کر چہرہ اقدس جھکا کر گزرے اور انہیں ان کا پورا چہرہ دیکھنا بھی نصیب نہ ہوا بلکہ صرف تھوڑا سا حصہ دیکھنے پر وہ پکار اٹھیں یہ انسان نہیں یہ تو کوئی مکرم فرشتہ ہے

اپنے رب کو حاضر ناظر جان کر فیصلہ دیں کہ جب حسن مصطفوی کامل جوبن پر ہو حضرت ابوبکر اور حضرت بلال رضی اللہ عنہما کو پورا چہرۂ اقدس دیکھنا نصیب ہو بتائیے وہ کیا کہیں گے؟ کیا وہ یہ کہیں گے کہ یہ ہماری طرح بشر ہیں۔ بلکہ وہ تو کہیں گے کہ آپ کی ذات نور علیٰ نور ہے۔

سچ آکھاں تے رب دی شان آکھاں   جس شان توں شاناں سب بنیاں

اعلیحضرت گولڑوی نے بھی بوقت نزع دیدار محبوب ﷺ کی دعا کی ہے تا کہ نزع کی تکلیف بھی نہ ہو اور ایمان کی سلامتی بھی نصیب ہو جائے

وچ قبر

نزع کے بعد اول مشکل ترین مرحلہ قبر ہے جہاں آدمی تنہا منوں مٹی تلے

دفن ہوتا ہے وہاں کوئی ساتھی، غمخوار اور پرسانِ حال نہیں ہوتا وہاں آنے والے فرشتے بھی منکر ونکیر (اجنبی) زمین پھاڑتے ہوئے آتے ہیں سختی اور امتحان وآزمائش کا وقت ہوتا ہے اس موقعہ پر سوال وجواب کا مرحلہ آتا ہے جس کے بعد کامیابی یا ناکامی کا فیصلہ کیا جاتا ہے کامیاب ہونے والے کی قبر جنت کا باغ اور تاحد نگاہ کشادہ ہو جاتی ہے اور اسے فرشتے کہتے ہیں

نم کنومة العروس تو پہلی رات کی دلہن کی طرح سوجا
جسے اس کے محبوب کے علاوہ کوئی بیدار نہیں کرتا

اور ناکام ہونے والے کی قبر دوزخ کا گڑھا بن جاتی ہے اور وہ تا قیامت عذاب میں رہتا ہے

(مشکوۃ المصابیح، باب اثبات عذاب القبر)

قبر میں سوال وجواب

احادیث مبارکہ میں تفصیلاً موجود ہے کہ قبر میں میت سے تین سوال کیے جاتے ہیں۔

۱۔ تیرا رب کون ہے؟
مومن کہتا ہے میرا رب اللہ ہے
۲۔ تیرا دین کونسا ہے؟
مومن کہتا ہے میرا دین اسلام ہے
۳۔ تو اس ذات اقدس ﷺ کے بارے میں کیا عقیدہ رکھتا ہے؟ غلام کہے گا یہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے حبیب رسول ہیں۔ یہ تیسرا سوال احادیث میں ان الفاظ سے ہے

ما کنت تقول فی حق ھذا الرجل؟ — تو اس ہستی کے بارے میں کیا کہا کرتا تھا؟

لفظ "ھذا الرجل" بتا رہا ہے کہ وہاں حجابات اٹھا کر میت کو سرور عالم ﷺ کی خدمت میں پیش کر کے یہ سوال کیا جاتا ہے اگر وہ مومن ہے تو وہ پکار اٹھتا ہے یہ اللہ کے رسول ہیں۔ اور اگر وہ بے سوجھت، غافل، بے ادب و گستاخ ہے تو کہے گا میں نہیں جانتا

کچھ لوگ اس تشریح کو رد کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ وہاں زیارت نہیں ہوتی بلکہ فقط ذہنی تصور کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے،۔ ہم یہ سمجھتے ہیں دونوں معانی ممکن ہیں، ہوسکتا ہے کچھ لوگوں کو زیارت نہ کروائی جائے بلکہ ذہنی تصور کے بارے میں سوال کر لیا جائے اور اہل محبت کو زیارت کا شرف عطا کیا جائے بلکہ یہ بھی ممکن ہے بعض اہل محبت کے پاس کریم آقا ﷺ کرم فرماتے ہوئے خود تشریف لائیں۔ تفصیل کے لیے 'اسلام اور تصور رسول' کا مطالعہ مفید رہے گا

تیسرے سوال کی حکمت

ان سوالات پر ذرا غور کریں پہلا سوال ہے تیرا رب کون ہے؟ جواب دیا میرا رب اللہ جل شانہ ہے اس کے بعد دوسرے سوال کی گنجائش رہ جاتی ہے کہ ممکن ہے عیسائی، یہودی اور نصرانی ہو اور وہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو مانتے ہیں پھر سوال ہوا تیرا دین کونسا ہے؟ جواب دیا میرا دین اسلام ہے اب اس کے بعد مزید کسی سوال کی گنجائش نہیں رہ جاتی کیونکہ اسلام میں مبدا (توحید) سے لے کر معاد (قیامت) تک تمام عقائد آجاتے ہیں اور اس میں رسالت بھی شامل ہے کیونکہ وہ شخص مسلمان نہیں ہوسکتا جو رسالت پر ایمان نہ رکھتا ہو لیکن "میرا دین اسلام ہے" کے جواب کے بعد بھی

پوچھا جارہا ہے کہ تو حبیب خدا ﷺ کے بارے میں کیا عقائد رکھتا ہے؟ جس سے معلوم ہورہا ہے کہ مسلمان بھی دوطرح کے ہوں گے ایک جو رسول اللہ ﷺ کا ادب واحترام کرنے والے ہیں اور دوسرے جو ان کا نام بھی اچھے انداز میں لینا پسند نہیں کرتے بلکہ آپ ﷺ کی ہر شان اقدس پر تنقیدی ذہن رکھتے ہیں تو اس لئے تیسرا سوال کیا جائے گا تا کہ واضح کردیا جائے کہ ادب والا ہی یہاں نجات پائے گا بے ادب آپ کو پہچان ہی نہ سکے گا۔

اہل محبت جب یہ روایت پڑھتے ہیں تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے حضور دعا کرتے ہیں ہمیں موت عطا فرما تا کہ ہمیں دیدار مصطفیٰ نصیب ہو۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رقمطراز ہیں کہ آپ کی زیارت مبارکہ سے تمام مشکلات حل ہوجاتیں ہیں

ودریں جابشارتیست برائے	اس میں مشتاقان جمال نبوی کے
مشتاقان غمزدہ راکہ شادی	لئے بشارت بھی ہے اگراس خوشی کے
جان دہند و زندہ درگور روند	لئے جان دے دی جائے اور آدمی
جائے آں دارد	زندہ درگور ہوجائے تو جائز ہے

(اشعۃ اللمعات،۱=۱۱۵)

تو جسے وہاں دیدار حبیب ﷺ نصیب ہوگیا اور آپ ﷺ نے اسے بطور امتی قبول فرمالیا اس کے وارے نیارے ہوجائیں گے

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا خصوصی کرم

اللہ جل شانہ نے اپنے حبیب اکرم ﷺ کے صدقہ میں اس امت کو یہ شرف عطا فرمارکھا ہے کہ اس کے اہل ایمان کو قبر میں اپنے نبی ﷺ کی زیارت اور

پہچان کا شرف نصیب ہوتا ہے۔اس پر اللہ تعالیٰ کا جتنا بھی شکر ادا کیا جائے کم ہے کہ اس نے ہماری بخشش کے لئے کس قدر اہم ذرائع عطا فرمائے ہیں جس قبر میں نورِ علی نور ہستی تشریف لائے گی وہاں تاریکی اور عذاب کے بجائے نور کے چشمے پھوٹ پڑیں گے

قبر میں لہرائیں گے تا حشر چشمے نور کے
جلوہ فرما ہوگی جب طلعت رسول اللہ کی

اس لئے ہر مسلمان کی یہ دعا ہوتی ہے

یاالٰہی گورِ تیرہ کی جب آئے سخت رات
ان کے پیارے منہ کی صبح جانفزا کا ساتھ ہو

اور اللہ رب العزت کرے وہاں آپ ﷺ کی ہم سب کو معرفت نصیب ہو اور کیفیت یہ ہو

قبر میں سرکار آئیں ان کے قدموں پر گروں
اور اٹھائیں گر فرشتے ،ان سے میں اتنا کہوں
رہنے دو مجھ کو فرشتو ان کے پائے ناز پر
مر کے پہنچا ہوں، یہاں اس دلربا کے واسطے

دتے روزِ حشر

جس دن اللہ رب العزت تمام انسانوں کو زندہ کر کے میدان قیامت میں جمع فرمائے گا اسے روز حشر کہا جاتا ہے اس دن کی تفصیلات قرآن وسنت نے بیان کی ہیں جنہیں پڑھ کر انسان کانپ اٹھتا ہے مثلاً تمام لوگ ننگے اٹھائے جائیں گے مگر کسی کو دیکھنے کی ہوش ہی نہ ہوگی ، گرمی محشر سے ہر نفس پسینہ میں حسب درجہ ڈوبا ہوگا بعض

لوگوں کے کانوں تک پسینہ ہوگا وہاں کوئی سایہ نہ ہوگا، دوست دشمن بن جائیں گے، ماں، باپ اور رشتہ دار سب بھاگ جائیں گے ہر آدمی اپنی فکر میں مبتلا ہوگا ارشاد باری تعالیٰ ہے

یوم یفر المرء من اخیه و امه و ابیه وصاحبته وبنیه
اس دن آدمی اپنے بھائی، ماں باپ، بیوی اور اولاد سے بھاگ جائے گا (عبس، ۳۴-۳۶)

ہر طرف سے آواز آرہی ہوگی دنیا میں اپنی اپنی بادشاہی کے اعلان کرنے والو بتاؤ

لمن الملک الیوم
آج کس کی بادشاہی ہے؟

سب پر سکوت طاری رہے گا کوئی بولنے کی جرأت نہیں کرے گا خود باری تعالیٰ ہی فرمائیں گے

لله الوحد القهار
اس اللہ کی جو ایک وقہار ہے

(المؤمن، ۱۶)

سنتے ہیں کہ محشر میں صرف ان کی رسائی ہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے آپ ﷺ نے ان حالات کی تفصیلات بیان کرتے ہوئے فرمایا اللہ سبحانہ وتعالیٰ میدان محشر میں اولین و آخرین کو جمع کرے گا جب وہ وہاں کی گرمی برداشت نہ کرسکیں گے تو تنگ پڑ جائیں گے آپس میں مشورہ کریں گے ہمیں کوئی ایسی شخصیت تلاش کرنی چاہیے جو اللہ تعالیٰ کے حضور ہماری سفارش کرے، طے ہوگا سیدنا آدم علیہ السلام کے پاس چلو تو ان کی خدمت میں

حاضر ہو کر عرض کریں گے آپ ابو البشر ہیں، اللہ جل شانہ نے آپ کو اپنے دست اقدس سے پیدا فرمایا، ملائکہ کو آپ کے لئے سجدہ کا حکم دیا پھر آپ جنت میں رہے ہماری حالت پر رحم کھایئے اور اپنے رب کی بارگاہ میں ہماری سفارش کر دیں آپ کہیں گے

ان ربی غضب الیوم غضبالم — میرا رب آج اتنے غضب میں ہے
یغضب قبله ولن یغضب بعده — کہ اس سے پہلے اور اس کے بعد
مثله — اس قدر غضب میں کبھی نہیں ہوگا

مجھے اس نے درخت کے پاس جانے سے منع فرمایا، مجھ سے لغزش ہوگئی مجھے اپنی فکر ہے کسی اور کی خدمت میں جاؤ۔ اس طرح تمام انبیاء علیہم السلام کے پاس خلق خدا جائے گی۔ مگر وہ اپنی لغزشوں کا ذکر کر کے کہیں گے، ہمیں اپنی فکر ہے کسی اور کو سہارا بناؤ۔ رب اتنا غضب میں ہے کہ آج کسی کو وہاں زبان کھولنے کی جرأت نہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس حاضر ہوں گے تو آپ فرمائیں گے۔ سفارش تو میں بھی نہیں کر سکتا۔ مگر ایک ایسی ہستی کا پتہ بتاتا ہوں جسے اللہ تعالیٰ نے دنیا میں ہی بخشش کا تحریری مژدہ سنا دیا تھا

القوا محمدا عبدا غفر الله — جاؤ محمد کے پاس اللہ تعالیٰ نے ان
ما تقدم من ذنبه و ما تاخر — کے اگلے پچھلے معاف کا تحریری
اعلان کر رکھا ہے

تمام مخلوق محمد عربی کے آستانے پر حاضر ہو کر عرض کرے گی؛ آپ، اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے حبیب، خاتم الانبیاء ہیں اور آپ کو اللہ تعالیٰ نے مغفرت کا مژدہ عطا فرمایا ہے۔ ہماری حالت پر نظر کرم کرتے ہوئے رب کریم کی بارگاہ میں ہماری سفارش کیجئے۔ آپ فرمائیں گے

انا لھا انا صاحبکم — شفاعت کے لئے میں ہوں اور میں ہی تمہارا معاون ہوں

(مسلم،۲=۶۳)

اس کے بعد آپ نے مزید ارشاد فرمایا میں عرش کے نیچے بارگاہ ایزدی میں سجدہ ریز ہو جاؤں گا مجھے اللہ رب العزت اپنی ذات کی حمد وثنا کے لئے ایسے کلمات القاء فرمائے گا جو آج تک میرے علاوہ کسی کو حاصل نہ ہوں گے جب میں اس کی حمد و ثنا کروں گا تو میرا رب مجھے فرمائے گا

یا محمد ارفع رأسک — اے محمد سر اٹھایئے، آج آپ کو منہ

وسل تعطہ واشفع تشفع — مانگی مرادیں عطا کی جائیں گی

(ایضاً) — شفاعت کیجئے شفاعت قبول کی جائے گی

میں عرض کروں گا مولیٰ مخلوق کا حساب شروع فرما، اس وقت تمام انسانیت کا حساب شروع ہو جائے گا اس شفاعت کو "شفاعت کبریٰ" کہا جاتا ہے۔ یہ کافر و مسلم موافق و مخالف ہر ایک کو نصیب ہوگی

تاجدار گولڑہ انہی حالات کے پیش نظر اللہ تعالیٰ سے دعا کر رہے ہیں کہ اس دن ہمیں حضور ﷺ کی معیت، قربت اور شفقت نصیب رہے تا کہ کوئی پریشانی لاحق نہ ہو، امام احمد رضا قادری نے اسی منظر کو سامنے رکھتے ہوئے یوں دعا کی ہے

یا الٰہی جب پڑے محشر میں شور دار و گیر
امن دینے والے پیارے پیشوا کا ساتھ ہو
یا الٰہی جب زبانیں باہر آئیں پیاس سے
صاحب کوثر شہ جود و عطا کا ساتھ ہو

یا الٰہی سرد مہری پر ہو جب خورشید حشر
سید بے سایہ کے ظل لوا کا ساتھ ہو
یا الٰہی گرمی محشر سے جب بھڑکیں بدن
دامن محبوب کی ٹھنڈی ہوا کا ساتھ ہو

پل تھیں جد ہوسی گذر

روز قیامت جہنم پر ایک پل بچھایا جائے گا جس کے اوپر سے ہر ایک کو گزرنا ہوگا حتی کہ اہل جنت بھی وہاں سے گذر کر جنت جائیں گے اسے ''پل صراط'' کہا جاتا ہے اللہ جل شانہ کا قرآن مجید میں ارشاد گرامی ہے

وان منکم الا واردھا کان علی ربک حتما مقضیاثم ننجی الذین اتقوا ونذر الظالمین فیھا جثیا (مریم، ۷۱، ۷۲)

تم سے ہر کوئی وہاں وارد ہوگا اور یہ تمہارے رب کا حتمی فیصلہ ہے پھر تقوی والے نجات پا جائیں گے۔ اور ظالم گھٹنوں کے بل اس میں گر جائیں گے

یہاں ورود سے مراد پل صراط سے گزرنا ہے، امام ابن عساکر نے حضرت ابن عباس، حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت کعب الاحبار رضی اللہ عنہم سے نقل کیا

الورود ھو المرور علی الصراط

آیت میں ورود سے پل صراط سے گذرنا مراد ہے

علماء عقائد نے تصریح کی ہے کہ جس طرح قیامت کے دیگر مناظر پر ایمان ضروری ہے اس طرح پل صراط کا ماننا بھی اس کا حصہ ہے

صفات پل صراط

کتاب وسنت میں اس پل کے بارے میں کافی تفصیلات موجود ہیں بعض کا تذکرہ یہاں کئے دیتے ہیں

۱۔ سراپا پھسلنا

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے،ہم نے آپ ﷺ سے عرض کیا

ما الجسر یا رسول اللہ؟ یارسول اللہ پل صراط کیسا ہوگا؟

ارشادفرمایا

مد حضۃ مزلۃ سخت پھسلنے کا مقام ہے

(البخاری، کتاب التوحید)

۲۔ دونوں جانب کنڈے

حضرت ابوہریرہ اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہما سے ہے حضور سرور عالم ﷺ نے فرمایا اس کی دونوں جانب

کلالیب معلقۃ مامورۃ بأخذ لوہے کے ایسے کنڈے ہوں گے جو من امرت بہ کچھ لوگوں کے پکڑنے پر مامور (ایضاً) ہوں گے

امام بدرالدین عینی (متوفی،۸۵۵ھ) لکھتے ہیں کلالیب،کلوب کی جمع ہے

وھو حدیدۃ معطوفۃ الرأس اور یہ لوہے کا وہ کنڈا جس پر گوشت یعلق علیھا اللحم لٹکایا جاتا ہے

(عمدۃ القاری،۲۰=۲۱۶)

۳۔ بال سے باریک

وہ لمبی چوڑی شاہراہ نہیں بلکہ بال سے زیادہ باریک ہے، حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے پل صراط کے بارے میں فرمایا

ادق من الشعر — بال سے بھی زیادہ باریک ہے

(مسلم)

امام احمد نے ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

لجهنم جسر ادق من الشعر — جہنم پر ایک پل ہے جو بال سے بھی زیادہ باریک ہے

(مسند احمد)

۴۔ تلوار سے بھی تیز

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ہے رسول اللہ ﷺ نے پل صراط کی تفصیلات بتاتے ہوئے فرمایا

والصراط كحد السيف دحض مزلة — وہ تلوار کی طرح تیز ہے اور سخت پھسلنے کا مقام ہے

(المستدرک، ۴=۵۹۰)

بعض روایات میں اسے 'استرہ' سے زیادہ تیز قرار دیا ہے۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا

يوضع الصراط مثل حد الموسى — پل صراط 'استرہ' کی طرح تیز ہوگی

۵۔ امانت ورحم کا کھڑا ہونا

پل صراط پر امانت اور رحم بھی کھڑے ہونگے جنہوں نے انہیں ضائع کیا اور ان میں خیانت کی ہوگی اس کے خلاف گواہی دیں گے۔ حضرت ابوہریرہ اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہما سے ہے رسول اللہ ﷺ نے بتایا

ترسل الامانة والرحم	امانت اور رحم دونوں کو پل صراط
فتقومان جنبتی الصراط یمیناً	کے دائیں اور بائیں جانب کھڑا کیا
و شمالاً	جائے گا

(مسلم، کتاب الایمان)

یعنی وہاں سے وہی گذر سکے گا جس نے امانت میں خیانت نہ کی ہوگی اور نہ ہی اس نے قطع رحمی کی ہوگی

۶۔ اعمال کے مطابق نور

اس پر بھی تصریح ہے کہ وہاں ہر انسان کو اس کے عقائد و اعمال کے مطابق نور و روشنی حاصل ہوگی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

فیعطون نورهم علی قدر	ہر ایک کو وہاں اعمال کے مطابق
اعمالهم	نور دیا جائے گا

پھر اس کی تفصیل بیان کی بعض کے آگے پہاڑوں کی طرح نور ہوگا، بعض کو اس سے بھی زیادہ حاصل ہوگا بعض کو کھجور کے درخت کی مانند اور بعض کو اس سے کم، حتی کہ بعض کا انگوٹھا روشن ہوگا اور وہ کبھی روشن ہو رہا ہوگا اور کبھی بجھ جائے گا

اذا اضاء قدم قدمه و اذا اطفئ قام	جب روشن ہوگا وہ بندہ قدم اٹھائے گا اور جب وہ بجھ جائے گا آدمی
(المستدرک،۴=۵۹۲)	کھڑا ہو جائے گا

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے ہے رسول اللہ ﷺ نے بعض اہل ایمان کے نور کے بارے میں فرمایا

یضئی نوره من المدینة الیٰ عدن ابین و صنعاء	اس کے نور کی روشنی مدینہ طبیہ سے شہر عدن و صنعاء تک بلکہ اس سے
(تفسیر ابن کثیر،۶=۱۲۵)	بھی کہیں آگے تک پھیلی ہوگی

۷۔منافقین کا نور بجھ جائے گا

آپ ﷺ نے یہ بھی واضح کر دیا ہے کہ منافقین کو نور دیا جائے گا مگر جب وہ پل صراط پر آئیں گے تو ان کا نور بجھا دیا جائے گا، حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے ہے حضور ﷺ نے فرمایا

یعطی کل انسان منهم منافق اومؤمن نورا	ہر انسان کو نور ملے گا خواہ وہ مومن ہے یا منافق

لیکن جب پل صراط آئے گا

یطفأ نورا لمنافقین ثم ینجو المؤمنون	تو منافقین کا نور بجھا دیا جائے گا اور اہل ایمان نجات پا جائیں گے

(مسلم، کتاب الایمان)

حافظ ابن کثیر نے امام ضحاک سے نقل کیا جب لوگ پل صراط پر پہنچیں گے تو

یطفئ نور المنافقین	تو منافقین کا نور بجھا دیا جائے گا
فلمارأی المؤمنون اشفقوا	جب اہل ایمان یہ صورت حال دیکھ
ان یطفأ نورھم کما طفئ	کر ڈر جائیں گے کہیں منافقین کی
نور المنافقین	طرح ان کا نور بھی بجھا نہ دیا جائے

تو وہ اپنے رب کے حضور یہ دعا کریں گے

ربنا اتمم لنا نورنا واغفرلنا	ہمارے پرودگار ہمارے نور کو کامل
انک علی کل شئی قدیر	فرما اور ہمیں معاف فرمادے بلاشبہ
(تفسیر ابن کثیر)	تو ہر شی پر قادر ہے

انہی مناظر کو باری تعالیٰ نے قرآن مجید میں یوں بیان فرمایا ہے کہ وہاں اہل ایمان کا مقام یہ ہوگا

یوم تری المؤمنین	وہ دن جب تم ایمان والے
والمؤمنات یسعیٰ نورھم بین	مردوں اور ایمان والی عورتوں کو
ایدیھم وبایمانھم بشراکم	دیکھو گے کہ ان کا نوران کے آگے
الیوم جنات تجری من تحتھا	اوران کے داہیں دوڑتا ہے ان سے
الانھار خالدین فیھا ذالک	فرمایا جارہا ہے کہ آج تمہارے لئے
ھوالفوز العظیم	سب سے خوشی کی بات وہ جنتیں ہیں
(الحدید،۱۲)	جن کے نیچے نہریں ہیں تم ان میں
	ہمیشہ رہو یہی بڑی کامیابی ہے

اور اہل نفاق وکفر کا اضطراب و ہیجان یوں ہوگا

یوم یقول المنافقون والمنافقات للذین امنوا انظرونا نقتبس من نورکم قیل ارجعوا وراء کم فالتمسوا نورا فضرب بینهم بسور له باب باطنه فیه الرحمة و ظاهره من قبله العذاب ینادونهم الم نکن معکم قالوا بلٰی ولکنکم فتنتم انفسکم وتربصتم وارتبتم و غرتکم الامانی حتی جاء امر الله و غرکم بالله الغرور فالیوم لا یؤخذ منکم فدیة و لا من الذین کفروا مأوکم النار هی مولکم وبئس المصیر

(الحدید،۱۳-۱۵)

جس دن منافق مرد اور منافق عورتیں مسلمانوں سے کہیں گے کہ ہمیں ایک نظر دیکھو تا کہ ہم تمہارے نور سے کچھ حصہ لیں جواباً کہا جائے گا کہ اپنے پیچھے لوٹو اور وہاں نور ڈھونڈو۔ وہ لوٹیں گے مسلمانوں کو پکاریں گے کہ کیا ہم تمہارے ساتھ نہ تھے وہ کہیں گے کیوں نہیں تھے تو سہی مگر تم نے تو اپنی جانیں فتنہ میں ڈالیں اور مسلمانوں کی برائی تکتے اور شک رکھتے رہے ۔ اور جھوٹی طمع نے تمہیں فریب دیا یہاں تک کہ اللہ کا حکم آ گیا،اور تمہیں اللہ نے تمہارے غرور میں مبتلا کر کے مغرور رکھا،تو آج نہ تم سے،کوئی فدیہ لیا جائے اور نہ کھلے کافروں سے تمھارا ٹھکانہ آگ ہے ،وہ تمھاری رفیق ہے اور تمہارے لئے کیا ہی برا انجام ہے

۸۔اعمال کے مطابق تیز رفتاری

جس طرح وہاں عقائد و اعمال کے مطابق نور حاصل ہوگا اسی طرح ان کے مطابق وہاں تیز رفتاری سے گزر ہوگا کوئی بجلی کی چمک کی طرح، کوئی ہوا، کوئی گھوڑے کی رفتار اور کوئی گھسٹ کر وہاں چلے گا۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے ہے رسول اللہ ﷺ نے پل صراط سے گزرنے کے بارے میں آگاہ کرتے ہوئے فرمایا

المؤمن علیها کالطرف و کالبرق و کالریح و کا جاوید الخیل والرکاب	مومن اس پر آنکھ جھپکنے، بجلی کی چمک، ہوا اور عمدہ گھوڑے اور اونٹ کی طرح گزر جائیں گے

(فتح الباری، ۱۳=۴۲۱)

امت مصطفوی اور پل صراط

اس کڑے وقت میں بھی اللہ سبحانہ وتعالیٰ اپنے حبیب ﷺ کے صدقہ میں امت مصطفوی پر خوب کرم فرمائے گا حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہے آپ ﷺ نے فرمایا دوزخ پر پل صراط بچھایا جائے گا

فاکون انا وامتی اول من یجیزها	سب سے پہلے میں اپنی امت کو لے کر وہاں سے گزروں گا

(البخاری، کتاب التوحید)

انہی سے دوسری روایت کے الفاظ یہ ہیں

فاکون اول من یجوز من الرسل بامته ولا یتکلم یومئذ احد الا الرسل و کلام الرسل یومئذ اللھم سلم سلم
(البخاری، کتاب الاذان)

میں رسل میں پہلا ہونگا جو اپنی امت کو لے کر وہاں سے گزروں گا اور اس دن رسل کے علاوہ ہر کوئی خاموش ہو گا رسل یہ دعا کر رہے ہونگے اے اللہ سلامتی عطا فرما سلامتی عطا فرما

حضرات انبیاء علیہم السلام کی دعا

مذکورہ روایت میں یہ بھی آیا کہ حضرات انبیاء علیہ السلام اپنی اپنی امتوں کے لئے وہاں سلامتی سے گزرنے کی دعا کر رہے ہوں گے، اس کی تفصیل دوسری روایت میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے یوں ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

والا نبیاء بجنبتی الصراط و اکثر قولھم اللھم سلم سلم
(کتاب السنۃ لابن ابی عاصم، حدیث ۶۳۴)

حضرت انبیاء علیہم السلام پل صراط کی دونوں جانب کھڑے ہوں گے اور سلامتی سے گزر جانے کی دعا کر رہے ہوں گے

وہاں ہر ایک کو اپنی پڑی ہوگی مگر اللہ والے وہاں بھی مخلوق اور انسانیت کی بھلائی و نجات کے لئے کوشاں ہونگے قرآن مجید میں باری تعالی کے الفاظ ہیں

الا خلاء یومئذ بعضھم لبعض عدو الا المتقین
(الزخرف، ۶۷)

صاحبان تقوی کے علاوہ روز قیامت تمام دوست ایک دوسرے کے دشمن بن جائیں گے

اور حضرات انبیاء علیہم السلام تو تمام صاحب تقوی لوگوں کے سربراہ ہیں پھران کے بھی سرتاج سید کل ﷺ ہیں

رب سلم کی دعا

حضور ﷺ نے جب یہ بیان فرمایا تو اپنی امت کو واضح طور پر یہ خوشخبری بھی سنائی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے جب حضور ﷺ نے بیان فرمایا کہ بعض کمزوری اعمال کی وجہ سے وہاں گھٹنوں کے بل چل کر گزریں گے تو ساتھ فرمایا

ونبیکم قائم علی الصراط تو تمہارا نبی پل صراط پر کھڑا ہو کر دعا
یقول رب سلم سلم کر رہا ہو گا میرے رب انہیں سلامتی
سے گزار دے (مسلم، کتاب الایمان)

جب اہل محبت نے آپ ﷺ کا یہ ارشاد گرامی سنا تو آپ کی شفقت و رحمت پر بھروسہ کرتے ہوئے کہہ اٹھے

رضا پل سے اب وجد کرتے گزریئے
کہ ہے رب سلم صدائے محمد

اور پھر یوں بھی عرض کیا

پل سے اتارو راہ گزر کو خبر نہ ہو
جبریل پر بچھائیں تو پر کو خبر نہ ہو

حضرت شیخ سعدی، اللہ تعالیٰ کی ان خصوصی کرم نوازیوں کو سامنے رکھتے ہوئے کہتے ہیں

"جب وہ کشتی غرق نہیں ہو سکتی جس کے ملاح حضرت نوح علیہ السلام ہوں تو جس امت کا سہارا مدینے والا ہو اس کی کامیابی و نجات کا عالم کیا ہو گا؟"

سب کھوٹیاں تھیسن تد کھریاں

وقت نزع سے لے کر پل صراط گزرنے تک جب کسی کو حبیب خدا ﷺ کا سہارا مل جائے گا اور وہ اللہ رب العزت کے کرم اور آپ ﷺ کی شفاعت و شفقت سے جنت میں داخلہ پا لے گا تو اس وقت اطمینان ہو گا کہ واقعۃً آج ہمارے اعمال کھوٹے سکے اور کھوٹی قسمتیں کھری ہو گئیں ہیں اور اگر ان مقامات پر آپ ﷺ کا سہارا نصیب نہیں ہوتا تو سوائے پریشانی کے کچھ ہاتھ نہیں آئے گا بلکہ جن اعمال کو ہم کھرے تصور کر رہے تھے وہ تمام کے تمام کھوٹے متصور ہوں گے

میں تو کھوٹا سکہ ہوں

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ سے ہی مروی ہے کہ ایک دیہاتی شخص جن کا نام زاہر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھا، جب بھی نبی اکرم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوتے تو اپنے دیہات سے آپ کے لیے سبزیاں، ساگ پات، پھل اور پھول بطور ہدیہ لایا کرتے۔ جب وہ مدینہ منورہ سے واپس جاتے تو آپ ﷺ ان کے لیے شہری اشیاء مہیا فرماتے۔ ایک دفعہ آپ نے ان کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا "زاہر ہمارا دیہات اور ہم اس کا شہر ہیں"۔ حضور علیہ السلام ان کے ساتھ بہت پیار فرماتے تھے، حالانکہ وہ بظاہر اتنے خوش رو نہیں تھے۔ ایک مرتبہ آپ ان کے پاس تشریف لے گئے۔ وہ اس وقت سامان فروخت کر رہے تھے۔ آپ نے پیچھے سے اس طرح اچانک دونوں ہاتھ

ان کی آنکھوں پر رکھ کر آغوش میں لے لیا کہ وہ آپ ﷺ کو دیکھ نہ سکیں۔ امام زرقانی آغوش میں لینے کی کیفیت یوں بیان کرتے ہیں "آپ ﷺ پیچھے سے تشریف لائے اور زاہر کی بغلوں کے نیچے سے ہاتھ ڈال کر انھیں سینہ اقدس سے لگا لیا"

حضرت ملا علی قاری یوں منظر کشی کرتے ہیں "آپ پیچھے سے تشریف لائے اور زاہر رضی اللہ عنہ کی بغلوں کے نیچے سے ہاتھ ڈال کر گلے سے لگا لیا اور ان کی آنکھوں پر ہاتھ رکھ دیا تا کہ وہ جان نہ سکیں۔ انھوں نے عرض کیا ارے کون؟ مجھے چھوڑ دو، لیکن جب کن انکھیوں سے پہچان لیا کہ میرے آقا علیہ السلام ہیں تو اپنی پشت کو آپ ﷺ کے سینہ انور کے ساتھ لگا کر ملنے لگ گئے کیونکہ جتنی دیر مس نصیب رہے گا وہ ہزار ہا لذتوں سے بڑھ کر ہے۔

اس حسین اور محبوبانہ ادا پر صاحب جمع الوسائل وجد و سرور میں آ کر لکھتے ہیں "انھوں نے بطور تبرک وتلذذ اور اپنے محبوب پر فدا ہوتے ہوئے اپنی پشت اس سینہ اقدس کے ساتھ ملنا شروع کی جو کائنات میں معرض وجود میں آنے والے اور موجودات پر نازل ہونے والے تمام فیوض کا سرچشمہ و مرکز ہے کیونکہ آپ ﷺ تمام کائنات کے لیے رحمت ہیں

والظاهر انه كان حينئذ ممسوكا بيده صلی اللہ علیہ وسلم والا كان مقتضى الادب ان يقع على رجليه و تقبلها بمقلتيه و يتبرك بغبار قدميه و يجعله كحل عينيه (جمع الوسائل، ۲=۳۷)	اس موقعہ پر انھیں حضور ﷺ نے اپنے مبارک ہاتھوں میں لیا ہوا تھا ورنہ قدموں میں گر جاتے، آپ کو سر آنکھوں پر بٹھاتے، قدمین کے غبار کو متبرک سمجھتے ہوئے آنکھوں کا سرمہ بناتے

شمائل ترمذی میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کون ہے جو اس غلام کو خریدے؟ زاہر رضی اللہ عنہ نے عرض کی، یارسول اللہ! میں گھٹیا اور کھوٹا ہوں مجھے کون خریدے گا؟ آپ نے فرمایا

لکن عنداللہ لست بکاسد	تو اللہ کے ہاں کھوٹا نہیں، بلکہ اللہ
وانت عنداللہ غال	کے ہاں تیری بڑی قیمت ہے

(شمائل ترمذی، باب ماجاء فی مزاح رسول اللہ)

نجات پانے والوں کے کلمات شکریہ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ہے حضور سرور عالم ﷺ نے فرمایا۔ جب اہل ایمان کو پل صراط سے گزرنا نصیب ہو جائے گا تو اس وقت ان کے یہ کلمات ہوں گے

الحمد للہ الذی نجانا منک	تمام حمد اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جس
بعد ان اراناک لقد اعطانا	نے تجھ سے گزرنے میں نجات عطا
اللہ مالم یعط احد	فرمائی، ہمیں اللہ تعالیٰ نے ایسی نعمت
	سے نوازا جو کسی کو بھی عطا نہیں ہوئی

رحمت الٰہی سے جنت

یہاں حضرت نے اس طرف بھی اشارہ کیا ہے کہ انسان کو اعمال صالحہ کی پابندی کرنی چاہیے مگر ان پر بھروسہ نہ کیا جائے ممکن ہے وہ مقبول ہی نہ ہوں بلکہ ہمارے اعمال کہاں اور کہاں بارگاہ ایزدی، یعنی ہمارے اعمال اس بارگاہ کے شایان

شان ہی نہیں ہو سکتے لہٰذا ان پر گھمنڈ کیسا؟ البتہ رحمت خداوندی پر کامل بھروسہ رکھا جائے اگر وہ سہارا بن گئی اور اس نے ان مراحل میں ہر جگہ اپنے حبیب ﷺ کی رفاقت وزیارت عطا کر دی تو پھر منزل حاصل ہو جائے گی اور ہمارے کم درجہ کے اعمال بھی وہاں کام آ جائیں گے اس بنیادی بات کی طرف حضور ﷺ نے یوں اشارہ فرمایا۔

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اپنے اعمال درست کرو اور قرب خداوندی حاصل کرو لیکن یہ جان لو

لا ید خل احدًا الجنة عمله — کسی کو اس کا عمل جنت میں نہیں لے جائے گا

صحابہ نے عرض کیا یارسول اللہ آپ بھی؟ فرمایا

و لا انا الا ان یتغمدنی الله بمغفرة ورحمة — اگر مجھے اللہ رب العزت اپنی مغفرت ورحمت سے نہ ڈھانپ لے تو میں بھی نہیں جا سکتا

(البخاری، ۲=۹۵۷)

عدل نہیں فضل

اسی لئے ہمیں اللہ تعالیٰ نے فضل مانگنے کا حکم دیتے ہوئے فرمایا

و اسئلوا الله من فضله — اور اللہ سے اس کا فضل مانگا کرو

(النساء، ۳۲)

عارف کھڑی، میاں محمد بخش رحمہ اللہ تعالیٰ نے اسی طرف توجہ دلاتے ہوئے لکھا

عدل کریں تے تھر تھر کمبن اچیاں شاناں والے
فضل کریں تے بخشے جاون میں جیہے منہ کالے

رفاقت وسنگت کون پائیں گے ؟

یہ تو ہم نے پڑھا کہ روز قیامت جسے محبوب خدا ﷺ کی رفاقت وسنگت اورشفاعت نصیب ہو جائے گی اس کی تمام کھوٹیاں کھری ہو جائیں گی اور وہ منزل مراد پائے گا۔

سوال یہ ہے کہ کن لوگوں کو یہ منزل حاصل ہوگی؟اس کا جواب قرآن وسنت نے بڑی تفصیل کے ساتھ دیا ہے کہ جس نے دنیا میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ اور اس کے رسول کی تعلیمات پر عمل کیا اسے آخرت میں یہ کرم وشفقت نصیب ہو جائے گی خصوصاً جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب ﷺ سے پیار و محبت کا تعلق قائم کیا کیونکہ اسلام نے یہ اصول دیدیا ہے کہ ہر آدمی روز قیامت اپنے محبوب کے ساتھ اٹھایا جائے گا۔ کھلاڑیوں سے محبت کرنے والا روز قیامت کھلاڑیوں کے ساتھ‘ فنکاروں کے ساتھ پیار کرنے والا ان کے ساتھ‘ الغرض ہر آدمی اپنے محبوب کے ساتھ ہوگا‘ خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو اپنے سینوں میں اللہ اور اس کے رسول کی محبت کا نور روشن رکھتے ہیں انہیں حضور ﷺ کی معیت کا شرف نصیب ہوگا

ہجر میں رونے والے ہی رفاقت پائیں گے

ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہو کر عرض کیا

یا رسول اللہ انک لاحب الی من نفسی واحب الی من اھلی واحب الی من ولدی وانی لاکون فی البیت فاذکرک فما اصبر حتی اتیک فانظر الیک واذا ذکرت موتی وموتک عرفت انک اذادخلت الجنۃ رفعت مع النبیین وان دخلت الجنۃ خشیت ان لاارک فلم یرد علیہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم حتی نزلت علیہ و من یطع اللہ والرسول فاولئک مع الذین انعم اللہ علیھم من النبیین والصدیقین والشھداء والصالحین و حسن اولئک رفیقا

(تفسیر ابن کثیر، ۱=۵۲۳)

اے محبوب خدا ﷺ میں آپ کی ذات اقدس سے اپنی جان، اولاد اور اہل سے بڑھ کر محبت کرتا ہوں، میں گھر میں تھا کہ آپ کی یاد آ گی جس نے مجھے مجبور کر دیا کہ میں آپ کے دیدار کے لیے حاضر ہو جاؤں۔ آج مجھے اس بات کا غم کھائے جا رہا ہے کہ آپ کے وصال کے بعد زیارت سے مشرف نہ ہو سکوں گا آپ جنت میں انبیاء کے ساتھ ہوں گے اگر میں جنت میں گیا تو آپ کے بلند درجات کی وجہ سے زیارت سے محروم رہوں گا آپ ﷺ نے جواباً کچھ ارشاد نہ فرمایا اتنے میں جبرائیل آیت قرآنی لے کر حاضر ہو گئے کہ جن لوگوں نے اللہ و رسول سے اطاعت و محبت کو استوار کر لیا ہے انہیں ہم قیامت کے دن انبیاء صدیقین، شہدا اور صالحین کے ساتھ کھڑا کریں گے

حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے مروی روایت کے الفاظ یہ ہیں

جاء رجل من الانصار الی رسول الله صلى الله عليه وسلم وهو محزون فقال له النبی صلى الله عله وسلم یافلان مالی اراک محزونا فقال یا نبی الله شئی فكرت فيه فقال ماهو ؟ قال نحن نغدو عيلك ونروح ننظر الی وجهک نجالسكو غدا ترفع مع النبيين فلا نصل اليک فلم یرد النبی صلى الله عليه وسلم عليه شیاء فاتاه جبرئيل هذا الاية

(تفسیر ابن کثیر، ۱=۵۲۲)

ایک غمگین شخص آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوا، آپ ﷺ نے اسے دیکھ کر فرمایا کہ کیا وجہ ہے تو بہت پریشان ہے۔؟ اس نے عرض کیا یا رسول اللہ! آج ایک مسئلے میں غور و فکر کر رہا ہوں، آپ ﷺ نے فرمایا وہ کون سا مسئلہ ہے؟ عرض کیا یا رسول اللہ آج ہم صبح و شام جب وقت ہماری طبیعت اداس ہو جاتی ہے آپ کے دیدار اور زیارت سے اپنی پیاس بجھا لیتے ہیں کل بعد از وصال جب آپ انبیاء کے ساتھ جنت میں ہوں گے ہم آپ کی زیارت سے محروم ہو جائیں گے اس پر جبرائیل امین آیت مذکور لے کر نازل ہوئے

امام بغویؒ نے حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ کے بارے روایت نقل کی ہے کہ وہ غلام تھے، رسول خدا ﷺ نے ان کو خرید کر آزاد فرما دیا، ان کی کیفیت یہ تھی

كان شديداً لحب رسول الله صلى الله عليه وسلم قليل الصبر عنه فاتاه ذات يوم و قد تغير لونه فقال له رسول الله صلى الله عليه وسلم ماغير لونك؟ فقال يا رسول الله ما بى مرض ولا وجع غير انى اذالم اراك استوحشت وحشة شديدة حتى القاك ثم ذكرت الاخرة فاخاف ان لا اراك بعدك ترفع مع النبيين وانى ان دخلت الجنة فانا ادنى منزلة من منزلتك و ان لم ادخل الجنة لا اراك ابداً فالا مراهم و اعظم فنزلت ومن يطع الله والرسول فاولئك مع الذين انعم الله

(سیدنا محمد رسول اللہ، ۴۰۷ بحوالہ امام بغوی)

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے انہیں بہت ہی محبت تھی اور ضبط محبت پر اتنے قادر بھی نہ تھے ایک دن آپ کی بارگاہ اقدس میں اس حال میں حاضر ہوئے کہ رنگ بدلا ہوا تھا؟ رسول اللہ نے پوچھا تمھارا رنگ کیوں بدلا ہوا ہے؟ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ نہ مجھے کوئی مرض ہے اور نہ کوئی تکلیف۔ بلکہ آپ کو نہ دیکھنے کی وجہ سے مجھے شدید پریشانی لاحق ہو جاتی ہے یہاں تک کہ آپ کی زیارت نصیب ہو جائے۔ پھر میں نے آخرت کے بارے میں سوچا ہے اور میں ڈر گیا ہوں کہ اس دن میں آپ کی زیارت سے محروم رہوں گا۔ کیونکہ آپ انبیاء کے ساتھ بلند درجات پر فائز ہوں گے میں اگر جنت میں چلا بھی گیا تو کسی نچلے درجہ میں رہوں گا اور اگر جنت میں داخل نہ ہو سکا تو زیارت سے بالکل محروم

ہو سکا تو زیارت سے بالکل محروم ہو
جاؤں گا اس پر یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی

زبانِ محبوب سے رفاقت کی خوشخبری

رسالت مآب ﷺ جب حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن کا قاضی بنا کر بھیجنے لگے

خرج یوصیه و معاذ راکب و رسول الله ﷺ یمشی فی ظل راحلته	تو آپ نے حضرت معاذ کو سوار ہونے کا حکم دیا۔ خود ساتھ ساتھ پیدل چلے اور کچھ نصیحتیں فرمائیں

جب نصیحتوں سے فارغ ہوئے تو فرمایا

یا معاذ انک عسی ان لا تلقانی بعد عامی هذا ولعلک ان تمر بمسجدی هذا وقبری	اے معاذ شاید تیری اب میرے ساتھ ملاقات نہ ہو ہاں! تجھے میری مسجد اور قبر انور کی زیارت ضرور ہوگی
فبکیٰ معاذ جشعاً لفراق رسول الله	یہ سن کر حضرت معاذ اس فراق رسول ﷺ پر زار و قطار رو پڑے

جب آپ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی رقت دیکھی تو تسلی دی

ثم التفت ﷺ فاقبل بو جهه نحو المدینة فقال ان اولی الناس بی المتقون من کانو ا وحیث کانو (مسند احمد)	پھر آپ ﷺ نے مدینہ طیبہ کی طرف رخ انور کر کے فرمایا۔ میرا قرب شریعت پر چلنے والے متقی لوگوں کو نصیب ہوگا خواہ وہ کوئی ہوں

اور کہیں کے رہنے والے ہوں

اسلام لانے بعد صحابہ کی سب سے بڑی خوشی

اسلام لانے کے بعد صحابہ کو سب سے زیادہ خوشی اس بات پر تھی کہ حضور علیہ السلام نے ان کو خوشخبری دی تھی کہ انہیں قیامت میں میری ملاقات کا شرف حاصل ہو گا۔

محبّ اپنے محبوب کے ساتھ

متعدد احادیث مبارکہ میں سرور عالم ﷺ نے اسی بات کی نشاندہی فرمائی ہے کہ روز قیامت ہر محبّ اپنے محبوب کے ساتھ اٹھایا جائے گا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا روز قیامت کچھ لوگ جو نہ نبی ہونگے اور نہ شہید لیکن ان کے مقام پر انبیاء اور شہدا رشک کریں گے عرض کیا گیا یا رسول اللہ وہ کون ہوں گے فرمایا

هم قوم تحابوا بروح الله — **وہ لوگ کلام (دین) الٰہی سے محبت کرنے والے ہوں گے**

(مشکوٰۃ، باب الحب فی اللہ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں ہے کہ وہ لوگوں کو اللہ سے محبت کا درس دیں گے۔ (شعب الایمان، ۱=۳۶۷)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک آدمی نے رسول ﷺ کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ

متى الساعة؟ — قیامت کب آئے گی؟

آپ نے فرمایا

وما اعددت لھا؟ — تو نے اس کے لیے کیا تیاری کی ہے؟

اس نے عرض کیا

لاشیئی الا انی احب اللہ و رسولہ ﷺ — میرے پاس کوی عمل نہیں۔ مگر اتنی بات ضرور ہے کہ میں اللہ اور اس کے پیارے رسول سے محبت کرتا ہوں

آپ نے اس صحابی کی بات سن کر

فرمایا

انت مع من احببت — تم ان کے ساتھ ہو گے جن سے تمھیں محبت ہوگی

(بخاری،۲=۵۲۱)

یعنی اگر تم اللہ اور اس کے رسول سے محبت رکھتے ہو تو گھبراؤ مت تمھیں میری معیت نصیب ہو جائے گی۔ حضرت اعلیٰ کے استاذ مولانا احمد علی سہارنپوریؒ لفظ معیت کے بارے میں لکھتے ہیں

المراد بالمعیة ھھنا معیة خاصة وھی ان یحمل فیھا الملاقاة بین المحب والمحبوب — یہاں مراد معیت خاص ہے وہ یہ کہ قیامت کے دین محبّ اور محبوب کے درمیان ملاقات ہوگی

(حاشیہ بخاری،۱=۵۲۱)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب یہ خوشخبری ہم نے سنی تو ہماری خوشی کی انتہا نہ رہی، اسلام، لانے کے بعد

فما فرحنا بشئی فرحنا بقول النبی ﷺ انت مع من احببت	آج تک کبھی ہم اتنے خوش نہیں ہوئے جس قدر آج ہم آپ سے یہ خوش خبری سن کر ہوئے ہیں کہ محبت کرنے والے کو محبوب کے ساتھ اٹھایا جائے گا

اس کے بعد حضرت انس رضی اللہ عنہ نے وجد میں آ کر کہا

انا احب النبی ﷺ وابا بکر وعمر و ارجوا ان اکون بحبی ایاھم وان لم اعمل مثل اعمالم (بخاری، ۱=۵۲۱)	میں نبی اکرم ﷺ اور حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کو محبوب رکھتا ہوں اور اگر چہ میرے اعمال ان کے اعمال کی طرح نہیں ہے پھر بھی ان کی محبت مجھے ان کے ساتھ لے جائے گی

محبوب جتنے اعمال ضروری نہیں

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بڑی پتے کی بات کہی ہے کہ ہمارے اعمال حضور ﷺ بلکہ حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما جتنے اگر چہ نہیں مگر ان سے پیار کی وجہ سے ان کا ساتھ نصیب ہوگا اور یہ بات ان کی اپنی نہیں بلکہ قرآن وسنت سے لی ہے اس کو قرآن نے ان الفاظ میں کہا کہ انبیاء' صدیقین' شہدا اور صالحین کی رفاقت خوبصورت وحسین ہے اور

ذلک الفضل من اللہ (النساء، ۷۰)	یہ اللہ تعالیٰ کا خصوصی فضل ہے

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ہے ایک آدمی نے حاضر ہو کر عرض کیا یارسول اللہ

کیف تقول فی رجل احب قوماً ولم یلحق بھم

اس شخص کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں جو ایسے لوگوں سے محبت کرتا ہے جن سے وہ لاحق نہیں ہوا؟

محدثین نے عدم الحاق کا ترجمہ کیا ہے کہ وہ علم و عمل میں ان کی مثل و برابر نہیں تو کیا اسے ان اعلیٰ افراد کی سنگت نصیب ہو جائے گی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

المرء مع من احب (بخاری، ۲=۹۱۱)

بندہ اس کے ساتھ ہوگا جس کے ساتھ وہ پیار کرتا ہے

اللہ ورسول سے تھوڑی سی محبت کا مقام

یہاں ہمیں یہ بات بھی پلے باندھ لینی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ و رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تھوڑی سی محبت بھی دیگر تمام اعمال پر بھاری ہوتی ہے اور اگر اعمال ہوں مگر دل محبت سے خالی ہے تو آدمی ناکام ہو جائے گا یعنی عمل بھی وہ مقبول ہے جو محبت کے ساتھ ہو۔

امام ابو محمد عبدالجلیل قصری (متوفی، ۶۰۸ ھ) اس بات کو واضح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ بنی اسرائیل کے ایک شخص کے بارے میں ہے کہ عمر بھر اس نے برائیاں کیں یعنی بہت کم نیکی کی جب وہ فوت ہوا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بتایا یہ جنتی ہے، مغفرت کے سبب کے بارے میں عرض کیا تو فرمایا

انہ فتح التوراة یوما فرأی فیها اسم محمد مکتوبا فقبلہ و مسح بہ وجھہ تبرکا بہ وحبا بہ فغفر اللّٰہ لہ جمیع ذنوبہ من اجل تعظیمہ اسم محمد ﷺ حبیب اللہ

اس نے ایک دن تورات کھولی اس میں حضور ﷺ کا اسم گرامی لکھا ہوا دیکھا اس نے چوما اور برکت کے لئے محبت سے اسے آنکھوں سے لگایا تو اللہ تعالیٰ نے اس کے تمام گناہ معاف فرما دیئے کیونکہ اس نے اللہ تعالیٰ کے حبیب ﷺ کی عزت و تعظیم کی

اس کے بعد لکھتے ہیں

فحبہ احسن الحسنات والناس فی حبہ مقامات و درجات فاحبھم فیہ اتبعھم لسنتہ فی الظاھر والباطن والمقامات والاحوال لقولہ علیہ الصلوة و السلام فی حدیث انس قال قال رسول اللہ ﷺ من احب سنتی فقد احبنی ومن احبنی کان معی فی الجنة فھذا افضل الحب لانہ یوجب الجوار معہ فی مقامات الجنان و الرفیق

آپ ﷺ کی محبت تمام نیکیوں سے اعلیٰ ہے اور لوگوں کے اس میں مختلف درجات میں سے سب سے زیادہ محبت کرنے والے وہ ہے جو اپنے ظاہر و باطن اور مقامات و احوال میں آپ ﷺ کی پیروی کرتا ہے کیونکہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے آپ ﷺ نے فرمایا جس نے میرے طریقے سے محبت کی تو اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی وہ جنت میں میرے

الاعلی و اقلهم رتبة فی الحب المتلطخ امثالنا فی اوساخ المعاصی و المخالفات المتعلق بمجرد حب القلب القاس کما تقدم حب الا سرائیلی العاصی	ساتھ ہوگا تو یہ سب سے افضل محبت ٹھہری کیونکہ اس کی وجہ سے جنت میں آپ کی رفاقت مل رہی ہے اور سب سے کم درجہ محبت کا ہم جیسے لوگوں کا ہے جو گناہوں اور نافرمانیوں میں ملوث ہیں جن میں محض سخت دل کا گناہ ہے جیسے کہ عاصی اسرائیلی کا معاملہ تھا

اختتام کرتے ہوئے فرماتے ہیں

وحبه نافع فی کل حال ولیس مثله عمل من الاعمال (شعب الایمان، ۴۸۷)	آپ ﷺ کی محبت ہر حال میں نفع مند ہے اور اس کی مثل و برابر کوئی عمل نہیں

حدیث نبوی میں نشاندہی

امام قصری نے جو لکھا کہ انسان گنہ گار ہونے کے باوجود اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کرنے والا ہوسکتا ہے اس کی نشاندہی بھی خود اللہ تعالیٰ کے حبیب ﷺ نے فرمادی ہے' حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ہے حضور ﷺ کے ایک صحابی تھے جن کا نام عبداللہ اور لقب حمار تھا وہ آپ ﷺ کو ہنسایا کرتے ایک دن انہیں لایا گیا تا کہ ان پر حد جاری کی جائے تو ایک آدمی نے کہا

اللهم العنه ما اکثر مایؤتی به

اے اللہ اس پر لعنت فرما اس نے کتنی دفعہ یہ عمل کیا ہے

آپ ﷺ نے سن کر فرمایا اس پر لعنت نہ کرو

فواللہ ماعلمت انه یحب اللہ وسوله

اللہ کی قسم میں جانتا ہوں کہ وہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے

(البخاری، کتاب الحدود)

ڈاکٹر خلیل ابراہیم ملا خاطر اس کے تحت لکھتے ہیں

لقد کان هذا الرجل رضی الله عنه صادقًا فی محبة للّٰه تعالیٰ ﷺ حیث شهد له رسول الله ﷺ وهو مقصر فی طاعته حیث کان یشرب الخمر فلو کان تاماً الطاعة ما شرب ولکنه کان مقصرًا ومع هذا فقد سماه ﷺ محبا

یہ صحابی رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت میں سچے تھے یہی وجہ ہے آپ ﷺ نے ان کی گواہی دی ہاں فرمانبرداری میں ان سے کوتاہی ہوئی کہ شراب پی لی اگر وہ کامل فرمانبردار ہوتے تو شراب نہ پیتے تو طاعت میں کمی ہو گی لیکن اس کے باوجود آپ ﷺ نے انہیں محب ہی قرار دیا

(محبۃ النبی، ۲۱۶)

الغرض محب کو محبوب کا باغی اور سرکش نہیں بلکہ فرمانبردار ہونا چاہیے البتہ محب کا معصوم ہونا ضروری نہیں، جب طاعت میں کمی کے باوجود انسان محب قرار پاتا ہے تو پھر کامل فرمانبردار کا شان ومقام کیا ہوگا۔

کثرت درود وسلام ذریعہ قرب نبوی

یہاں یہ بات بھی پیش نظر رہے آپ ﷺ نے ان تمام مشکل مراحل میں اپنی سنگت کے لئے جو خصوصی وظیفہ عطا فرمایا ہے وہ اطاعت کے ساتھ بکثرت درود و سلام ہے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ہے رسول ﷺ نے فرمایا

ان اولی الناس بی یوم القیامة اکثر هم علی صلاة (سنن ترمذی)	سب سے زیادہ میرے قریب روز قیامت مجھ پر سب سے زیادہ درود شریف پڑھنے والا ہوگا

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی الفاظ یہ ہیں آپ ﷺ نے فرمایا لوگو

ان انجاکم یوم القیامة من اهوالها و مواطنها اکثر کم علی صلاة فی دار الدنیا (القول البدیع،۱۱۶)	قیامت کی ہولناکیوں اور مشکل مقامات میں سے زیادہ نجات وہ پائے گا جو دنیا میں سب سے زیادہ درود شریف پڑھے گا

درود وسلام پر مثالی کتاب ''آئیں! قربِ مصطفیٰ ﷺ پائیں'' کا مطالعہ کیجیے۔

----- ☆ -----

باب ۹

یعطیک ربک داس تساں (معنیٰ و مفہوم)

تبدیلی قبلہ اور رضائے حبیب ﷺ

مقام محمود عطا فرما دیا

عرش الٰہی کے دائیں جانب

لجپال کریسی پاس آساں

آخرت میں لج پالیاں

اہل کبائر کے لئے شفاعت

تین مشکل ترین مقامات پر دستگیری

شفاعت کبریٰ کا عظیم منظر

--- ۹ ---

یعطیک ربک داس تساں فترضٰی تھیں پوری آس اساں
لج پال کریسی پاس اساں واشفع تشفع صحیح پڑھیاں

الفاظ کے معانی

یعطیك ربك، آپ کا رب آپ کو عطا فرمائے گا۔**داس**،اطلاع۔آ گاہی دینا، بتایا، بشارت' **تساں**، آپ کو۔ **فترضٰی**، پس تم خوش ہو جاؤ گے۔ تھیں، سے۔**آس**،امید۔**اساں**،ہمیں، ہم کو**لج پال**، لاج رکھنے والے رسول اللہ ﷺ۔ **کریسی**، کریں گے۔**اشفع**،تم شفاعت کرو۔ **تشفع**، تمہاری شفاعت قبول کی جائے گی۔**پڑھیاں**، پڑھنا

شعر کا مفہوم

حضرت اعلیٰ نے پچھلے اشعار میں اس حقیقت کو آشکار کیا کہ کامیابی کے لئے دنیا و آخرت کے ہر موڑ پر حبیب خدا ﷺ کا سہارا ضروری و لازمی ہے اس کے بغیر کامیابی و کامرانی اور نجات کا وہاں سوچا بھی نہیں جا سکتا اگر کوئی آدمی یہ سمجھتا ہے کہ ان کے بغیر کام چل جائے گا تو وہ آج ہی اپنے عقیدہ کی اصلاح کرے ورنہ وہاں سوائے پچھتاوے کے کچھ ہاتھ نہ آئے گا

آج لے ان کی پناہ آج مدد مانگ ان سے
کل نہ مانیں گے قیامت کو اگر مان گیا

اور اس شعر میں اس پر قران وسنت سے دلیل دے رہے ہیں کہ ہم نے یہ بات اپنی طرف سے نہیں کہہ دی بلکہ قرآن وسنت نے اس حقیقت وعقیدہ کو خوب آشکار کیا ہے۔ جیسا کہ تشریح میں آرہا ہے۔

شعر کی تشریح

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے حضور ﷺ کو جن مقامات عالیہ سے نوازا ہے ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ کی رضا کو اپنی رضا قرار دیدیا اس لیے قران مجید میں فرمایا

اللہ و رسولہ احق ان	اللہ اور اس کا رسول زیادہ حقدار ہے
یرضوہ	کہ اسے راضی کیا جائے

(التوبہ، ۶۲)

اس مقام پر پیچھے ذکر دو ذوات کا ہے مگر ضمیر واحد لا کر بتادیا کہ ان دونوں کی رضا ایک ہی ہے۔

تبدیلی قبلہ اور رضائے حبیب ﷺ

ابتدأ مسلمانوں کو حکم تھا کہ وہ بوقت نماز بیت المقدس کی طرف رخ کرکے نماز ادا کیا کریں سرور عالم ﷺ جب تک مکہ المکرمہ میں رہے آپ اس طرح نماز میں کھڑے ہوتے کہ کعبہ اور بیت المقدس دونوں کی طرف رخ ہو جاتا مگر جب مدینہ طیبہ تشریف فرما ہوئے تو اب بیت المقدس کی طرف رخ کرنے سے بیت اللہ کی طرف پشت ہو جاتی' آپ ﷺ چاہتے تھے کہ میرا قبلہ بیت اللہ بن جائے جیسا کہ

بیت المقدس سے پہلے وہ قبلہ تھا ایک دن آپ ﷺ ظہر کی چار رکعت نماز ادا کر رہے تھے۔ دو رکعت کے بعد حالت تشہد میں آپ ﷺ نے یہی تمنا لیے ہوئے رخ انور آسمان کی طرف اٹھایا، اس وقت آپ ﷺ پر یوں وحی کا نزول ہو گیا۔

قد نری تقلب وجهک فی السماء فلنولینک قبلة ترضٰها فول وجهک شطر المسجد الحرام (البقرہ، ۱۴۲) — اے حبیب ہم آپ کے چہرہ اقدس کے بار بار آسمان کی طرف اٹھنے کو دیکھ رہے ہیں ہم آپ کا چہرہ آپ کے پسندیدہ قبلہ کی طرف پھیر دیں گے پس اپنا چہرہ اب مسجد حرام کی طرف پھیر ہی لیجیے

یہاں لفظ قبلۃ (سمت) نکرہ ہے ترضٰھا اس کی صفت ہے یعنی ہم اس سمت کو قبلہ بنا دیں گے جو آپ کو پسند ہے اس مقام پر محدثین نے تصریح کی ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے ہاں حضور ﷺ کی رضا کا یہ مقام ہے کہ ابھی الفاظ زباں پر جاری نہیں ہوئے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی آرزو کی تکمیل فرما دی' امام المحدثین حافظ ابن حجر عسقلانی (متوفی، ۸۵۵) تبدیلی قبلہ کی حدیث کے تحت لکھتے ہیں

وفیه بیان شرف المصطفی ﷺ وکرامته علی ربه لاعطائه له ما احب من غیر تصریح بالسؤال (فتح الباری، ۱=۸۱) — اللہ تعالیٰ کے ہاں حضور ﷺ کا جو مقام ہے یہ واقعہ اسے آشکار کر رہا ہے کہ ابھی الفاظ سے عرض نہیں کیا لیکن اللہ تعالیٰ نے اپ کی چاہت کو پورا فرما دیا

اس مقام پر ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ ارشاد گرامی بھی سامنے

رہنا چاہیے۔ وہ آپ پر ہر وقت اللہ تعالیٰ کے لطف وکرم کی بارش دیکھ کر کہا کرتیں

ما اریٰ ربک الا یسارع فی ہواک	میں نے آپ کے رب کو آپ کی آرزو پورا کرتے ہوئے جتنی جلدی کرتے دیکھا ایسی جلدی اس کے علاوہ میں نے نہیں دیکھی
(البخاری،۲=۷۶۶)	

یعطیک ربک داس تساں

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے ایک مرتبہ سرور عالم ﷺ نے ان آیات کی تلاوت کی جن میں حضرت ابراہیم اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام نے رب اکرم کی بارگاہ میں عرض کیا تھا' حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا ہے

فمن تبعنی فانہ منی ومن عصانی فانک غفور رحیم	پس جس نے میری اتباع کی وہ میرا ہے اور جس نے میری نافرمانی کی بلاشبہ تو بخشش فرمانے والا اور رحم فرمانے والا ہے
(ابراہیم،۳۶)	

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دعا ہے

ان تعذبھم فانھم عبادک وان تغفرلھم فانک انت العزیز الحکیم	اگر تو ان کو عذاب دے تو یہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو ان کو بخش دے تو یقیناً غالب حکمت والا ہے
(الانعام،۱۱۸)	

ان دونوں دعاؤں کے بعد رحمت عالم ﷺ کی یہ کیفیت تھی

فرفع علیہ السلام یدیہ و قال اللھم امتی وبکیٰ — آپ نے دونوں ہاتھ اٹھا دیئے اور عرض کرنے لگے اے اللہ میری امت میری امت اور رو دیئے

اس پر رحمت باری تعالیٰ جوش میں آ گئی اور جبریل امین سے فرمایا جاؤ میرے محبوب کے پاس اور رونے کی وجہ پوچھو اسی وقت حضرت جبریل علیہ السلام آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور پوچھا یارسول اللہ، آپ اس قدر کیوں پریشان ہیں؟ فرمایا مجھے امت کے حوالے سے غم ہے اس پر اللہ العزت نے آپ سے فرمایا

ولسوف یعطیک ربک فترضیٰ — اور بلاشبہ قریب ہے کہ تمہارا رب تمہیں اتنا عطا کرے گا کہ تم راضی ہو جاؤ گے (الضحیٰ، ۵)

حدیث کے الفاظ یہ ہیں جبریل میرے محبوب سے جا کر کہو

انا سنرضیک فی امتک ولا نسؤک — ہم آپ کو امت کے حوالے سے خوش کریں گے اور پریشان نہیں ہونے دیں گے (الوفاء، ۲=۴۲۱)

مقام محمود عطا فرمادیا

اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کو شفاعت کبریٰ کا مقام عطا فرما دیا ہے۔ قرآن مجید میں آپ کے اس مقام کا ذکر ان الفاظ میں ہے

عسیٰ ان یبعثک ربک مقاماً محموداً — عنقریب اللہ تعالیٰ تمہیں مقام محمود عطا فرمائے گا (الاسراء، ۷۹)

احادیث میں آیا ہے کہ مقام محمود سے مراد شفاعت کبریٰ کا مقام ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہے کہ حضور ﷺ سے اس ارشاد الٰہی کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا

هی الشفاعة — یہ مقام شفاعت ہے

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے ہے لوگ سفارش کے لئے انبیاء علیہم السلام کے پاس جائیں گے مگر بات نہیں بنے گی حتیٰ کہ معاملہ سرور عالم ﷺ کے پاس آئے گا

فذلک یوم یبعثه الله المقام المحمود — پس اس دن اللہ جل شانہ آپ کو مقام محمود پر کھڑا فرمائے گا

(البخاری، کتاب التفسیر)

عرش الٰہی کی دائیں جانب

یہ مقام کہاں ہے؟ اس کی نشاندہی بھی احادیث میں کر دی گئی ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا سب سے پہلے میں اپنے روضہ اقدس سے اٹھوں گا مجھے جنتی حلہ پہنایا جائے گا

ثم اقوم عن یمین العرش لیس احد من الخلائق یقوم ذلک المقام غیری — پھر میں عرش الٰہی کی دائیں جانب کھڑا ہوں گا اور یہ مقام میرے علاوہ مخلوق میں سے کسی کو حاصل نہ ہوگا

حضرت مجاہد نے مقام محمود کا یہ مفہوم بیان کیا ہے

ان یجلس الله محمد امعه علی کرسیه
(التذکرہ للقرطبی، ۲۸۵)

اللہ رب العزت حضور ﷺ کو اپنے ساتھ کرسی پر بٹھائے گا جو اس کے شایان شان ہے

حضرت اعلیٰ نے اسی مقام کی طرف اشارہ کیا "یعطیک ربک داس تساں"

فترضیٰ تھیں پوری آس اساں

آیت مبارکہ سے ان دو چیزوں پر کتنا خوبصورت استدلال کیا

۱۔ ولسوف یعطیک ربک سے اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو مقام شفاعت کی خوشخبری عطا فرمائی

۲۔ اور فترضیٰ کے الفاظ سے امت کی آس بندھائی

اسے کہتے ہیں معرفت کلام الٰہی' عرفاء' کو جو کلام الٰہی کی معرفت نصیب ہوتی ہے وہ انہی کا حصہ ہے۔ ہر خاص و عام کو نہ یہ مقام نصیب ہوتا ہے نہ اس کی سمجھ آتی ہے۔

سب سے امید افزا آیت

قرآن مجید میں اللہ جل شانہ نے اپنے بندوں پر کرم فرماتے ہوئے جو متعدد آیات نازل کیں ان میں سے ایک اہم آیت یہ ہے

قل یعبادی الذین اسرفوا علی انفسهم لا تقنطوا من رحمة الله ان الله یغفر الذنوب جمیعا انه هو الغفور الرحیم
(الزمر، ۵۳)

اے حبیب میرے ان بندوں کو اطلاع دیجئے جو اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھے کہ اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہوں یقیناً اللہ تمام گناہ معاف فرمانے والا ہے

واقعۃً یہ آیت کریمہ گنہ گاروں کے لئے بہت بڑا سہارا اور امید ہے مگر اس سے بھی بڑھ کر امید افزا آیت ''ولسوف یعطیک ربک فترضٰی'' ہے۔

سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کا ارشاد گرامی

سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے ایک دفعہ اہل علم سے مخاطب ہو کر فرمایا تم سب سے امید افزا آیت کونسی سمجھتے ہو؟ عرض کیا ''یا عبادی الذین اسر فو اعلی انفسهم لا تقنطو امن رحمة اللّٰه'' آپ نے فرمایا ہم اہل بیت نبوی تو یہ عقیدہ رکھتے ہیں

ان ارجی آیة فی کتاب الله	کہ قرآن مجید میں سب سے زیادہ
قولـه تعـالٰی ولسوف	امید افزا آیت ولسوف یعطیک
یعطیک ربک فترضٰی	ربک فترضٰی ہے

اس کی وجہ

یہ آیت مبارکہ سب سے زیادہ امید افزا کیوں ہے؟ اس کی وجہ بھی احادیث میں مذکور ہے، عظیم مفسر قران امام محمد بن احمد القرطبی نقل کرتے ہیں جب یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی تو رحیم و کریم آقا ﷺ نے فرمایا

اذا والـلـه لا ارض و واحد	اب خدا کی قسم میں اس وقت تک خوش
من امتی فی النار	نہیں ہوں گا جب تک میرا ایک امتی بھی دوزخ میں ہوگا

پیچھے ایک حدیث کے یہ الفاظ بھی گذرے ہیں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے جبریل امین کو بھیج کر یہ پیغام دیا تھا کہ آپ امت کے حوالے سے پریشان نہ رہا کریں

انا سنرضیک فی امتک — ہم آپ کو آپ کی امت کے حوالے سے خوش
ولا نسوءک — کریں گے اور پریشان نہیں ہونے دیں گے

سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، میں اپنی امت کی شفاعت کرتا چلا جاؤں گا۔ حتیٰ کہ میرا رب تبارک وتعالیٰ مجھے آواز دے کر فرمائے گا

اقد رضیت یا محمد؟ — اے حبیب کیا اب تم خوش ہو؟
تو میں عرض کروں گا — اے میرے پیارے پالنہار میں
ای رب قد رضیت — نہایت ہی خوش ہوں۔

امام منذری نے اسے مسند بزار اور طبرانی سے نقل کر کے فرمایا اس کی سند حسن ہے۔
(الایمان بعوالم الاخرۃ، ۲۰۵)

ان کچھ حقائق سے آگاہی کے بعد ذرا پڑھیں

یعطیک ربک داس تساں — فترضٰی تھیں پوری آس اساں

لج پال کریسی پاس اساں

جس ہستی کو اللہ جل مجدہ نے یہ شان شفاعت عطا فرمائی ہے وہ سب سے زیادہ لج پال ہے ان کی انسانیت سے غم خواری کا عالم یہ ہے کہ جب آپ کی موثر تبلیغ و دعوت کے باوجود کفار ایمان نہ لاتے تو آپ پر اس قدر شاق گذرتا جس کا بیان اللہ تعالیٰ نے یوں کیا ہے

لعلک باخع نفسک الا یکونوا مؤمنین
قریب ہے کہ ان کے ایمان نہ لانے کی وجہ سے آپ اپنے آپ کو ختم کر ڈالیں
(الشعراء،۳)

اہل ایمان پر آپ کی شفقت و کرم نوازی کا تذکرہ یوں فرمایا

عزیز علیہ ماعنتم حریص علیکم بالمؤمنین رئوف رحیم
ان پر تمہاری مشقت گراں گزرتی ہے۔ وہ تمہاری منفعت کے بڑے خواہش مند اور اہل ایمان کے لیے نہایت ہی شفیق اور مہربان ہیں
(التوبہ، ۱۲۸)

لج پال کی کرم نوازیاں

آپ ﷺ کی لج پالیوں اور کرم نوازیوں سے آگاہ آدمی جانتا ہے کہ اپنے غلاموں پر ہی نہیں بلکہ اپنے دشمنوں پر جس قدر کرم نوازیاں کیں ان کی حد ہی نہیں، اللہ تعالیٰ کے بعد اس کائنات میں واحد ہستی آپ کی ہے جس کی بارگاہ میں جو بھی کرم کی بھیک لینے آ گیا اس پر کرم کی بارش فرما دی بلکہ کوئی ایک ایسا واقعہ نہیں ملتا کہ آپ ﷺ نے توبہ کر لینے والے کو معافی نہ دی ہو۔

آج رحمت کا دن ہے

کون نہیں جانتا مکہ کے سرداروں نے آپ ﷺ اور آپ کے رفقاء کے ساتھ کس قدر ظلم و زیادتیاں کیں، حتی کہ اپنا مولد و مسکن اور محبوب شہر چھوڑنے پر مجبور کر دیا مگر جب اس شہر میں سرورِ عالم ﷺ فاتح ہو کر واپس تشریف لاتے ہیں تو آپ نے دیگر فاتحین کی طرح قتل عام کا حکم نہیں دیا بلکہ ایک صحابی نے جب یہ جملہ کہا

الیوم یوم الملحمة آج بدلے کا دن ہے

تو آپ ﷺ نے فی الفور حکم دیا یہ نہ کہو بلکہ یوں کہو

الیوم یوم المرحمة آج کا دن رحمت بانٹنے کا دن ہے

دشمنوں کو معافی

جب تمام دشمنوں کو آپ کے سامنے لائن میں کھڑا کر دیا تو آپ نے پوچھا بتاؤ میں تم سے کیسا سلوک کرنے والا ہوں، چونکہ وہ آپ کی کرم نوازیوں کو جاننے والے تھے کہنے لگے تم کریم ہو اور کریم باپ کے بیٹے ہو تم سے کرم و شفقت کی ہی امید ہے چاہتے تو ان کے قتل کا حکم دے دیتے مگر آپ نے فرمایا میں تم سے وہی سلوک کرتا ہوں جو حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں سے کہا

لا تثریب علیکم الیوم و انتم الطلقاء تم سے کوئی گلہ نہیں جاؤ تم آزاد ہو

اہلِ طائف کے لئے دعا

طائف والوں نے جو کچھ آپ ﷺ کے ساتھ کیا اس سے کون آگاہ نہیں؟ پھولوں سے بھی زیادہ نازک بدن سر تا پا لہولہان ہو گیا فرشتے حاضر ہو کر عرض گزار ہوئے آقا! اگر حکم دیں تو لمحہ بھر میں اس بستی کو برباد کر دیا جائے مگر رحمۃ للعالمین ﷺ نے فرمایا ایسا کرنا مجھے پسند نہیں، انہیں چھوڑ دو شاید ان کی نسل سے کوئی اللہ کا نام لیوا پیدا ہو جائے۔

چہرۂ مبارک زخمی کرنے والوں کے لئے دعا

احد کے مقام پر آپ ﷺ کا کفار نے چہرہ اقدس زخمی کر دیا، زمین و آسمان پر کھلبلی مچ گئی، دنیا کی صابر ترین جماعت صحابہ نے عرض کیا ایسے لوگ دنیا میں رہنے کے قابل نہیں آپ ان کے خلاف دعا فرمائیں تا کہ اللہ تعالیٰ ان کی جڑ کاٹ کر رکھ دے آپ ﷺ نے فرمایا آؤ مل کر دعا کرتے ہیں صحابہ نے محسوس کیا ابھی آپ کی زبان سے ان کے خلاف الفاظ دعا نکلیں گے اور ان کا ستیاناس ہو جائے گا مگر زمین و آسمان پر حیرانگی طاری ہوگئی جب آپ نے یوں عرض کیا

اللھم اھد قومی فانھم لایعلمون — اے اللہ اس قوم کو ہدایت دیدے یہ مجھے نہیں جانتے

بدترین دشمن کا جنازہ

آپ ﷺ کی کرم نوازی یہاں تک ہے کہ بدترین دشمن، منافقین کے سردار عبداللہ بن ابی کی نماز جنازہ پڑھائی، چادر انور کفن کے لئے دی، اس کی تدفین میں شریک ہوئے حالانکہ صحابہ خصوصاً حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے قمیض مبارک پکڑ کر عرض کیا تھا کہ آپ اس کا جنازہ نہ پڑھائیں اس نے آپ کو اور اسلام کو یہ یہ نقصان پہنچایا لیکن آپ نے فرمایا ابھی تک اللہ رب العزت نے مجھے اختیار دیا ہے چاہوں جنازہ پڑھاؤں اور چاہوں تو نہ پڑھاؤں یہ کہہ کر آپ جنازہ کے لئے تشریف لے گئے۔

آپ کے اس اخلاق کریمانہ کو دیکھ کر ہزار سے زائد منافقین نے اسلام قبول

کرلیا اس کے بعد حکم آ گیا

ولا تصل علی احد منهم مات ابدا ولا تقم علی قبره	ان میں سے مرنے والے پر کبھی نہ جنازہ پڑھو اور نہ اس کی قبر پر قیام کرو

(التوبہ، ۸۴)

اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی کیفیت یہ تھی

فعجبت بعد جرأتی علی رسول الله ﷺ والله و رسوله اعلم (البخاری، کتاب التفسیر)	میں نے اس موقعہ پر رسول ﷺ کو جنازہ سے روکنے کی جو جسارت کی اس پر مجھے ہمیشہ تعجب و حیرانگی ہوتی ہے حالانکہ اللہ اور اس کے رسول سب سے بہتر جانتے ہیں

آخرت میں لج پالیاں

ہم نے اس کریم و رحیم آقا ﷺ کی دنیا میں دشمنوں پر کچھ کرم نوازیوں کا تذکرہ کیا تاکہ ہم پر واضح ہو سکے کہ جو ہستی اس دنیا میں اپنے دشمنوں سے اس قدر حسن سلوک اور لج پالی کا ثبوت دے رہی ہے اس کی آخرت میں اپنی امت پر کرم نوازیوں کا کیا عالم ہوگا؟ کچھ کا ذکر کئے دیتے ہیں

ا۔ میں نے دعا محفوظ رکھی ہوئی ہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہر نبی کو ایک خصوصی مقبول دعا عطا کی گئی اور ہر نبی اسے دنیا میں بروئے کار لے آیا، مگر

وانی اختبأت دعوتی شفاعة لامتی یوم القیامة (مسلم)

اور میں نے وہ دعا روز قیامت اپنی امت کی شفاعت کے لئے محفوظ کر کے رکھی ہوئی ہے

شارح مسلم امام نووی اس کے تحت لکھتے ہیں یہ حدیث واضح کر رہی ہے کہ آپ ﷺ امت پر کس قدر شفیق و رحیم ہیں اور آپ امت کی مشکلات میں ان کی بگڑی کس طرح سنوارنے والے ہیں

فاخر دعوتہ لامتہ الی اھم اوقات حاجاتھم

اس لئے آپ ﷺ نے امت کے اس مشکل وقت کے لئے اپنی دعا کو موخر اور محفوظ کر رکھا ہے

۲۔ میں نے شفاعت چن لی

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مجھے اللہ تعالیٰ نے اختیار عطا فرمایا کہ آپ یا تو مقام شفاعت لے لیں یا آدھی امت جنت میں داخل کروالیں تو میں نے

فاخترت الشفاعة لانھا اعم واکفی (مسند احمد، ۲=۷۵)

شفاعت لے لی کیونکہ اس میں شمول اور کفایت ہے

۳۔ میں کھڑا رہوں گا

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے ہے حبیب خدا ﷺ نے فرمایا روز قیامت حضرات انبیاء علیہم السلام کے لئے نور کے منبر بچھائے جائیں گے وہ تمام

ان پرتشریف فرما ہو جائیں گے میرا منبر خالی ہوگا

لا اجلس علیه قائما بین یدی ربی مخافة ان یبعث بی الی الجنة و تبقی امتی بعدی
(الطبرانی،البیہقی فی البعث)

میں نہیں بیٹھوں گا اپنے رب کی بارگاہ میں ڈر کی بنا پر کھڑا رہوں گا کہیں مجھے جنت میں لے جایا جائے اور میری امت یہاں ہی رہ جائے

۴۔ رب سلم امتی کی دعا

پیچھے آپ پل صراط کے بارے میں پڑھ چکے ہیں حضور ﷺ نے فرمایا امتیو

نبیکم قائم علی الصراط و یقول رب سلم سلم
(الترغیب للمنذری،۴=۲۳۱)

تمہارا نبی پل صراط پر کھڑا ہو کر یہ دعا کر رہا ہوگا میرے رب میری امت کو سلامتی سے گزار دے

۵۔ غضب الٰہی کے لئے کچھ نہیں چھوڑا

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں اپنی امت کو دوزخ سے نکالنے کے لئے یہاں تک شفاعت کروں گا کہ دوزخ کا خازن عرض کرے گا یا محمد

ماترکت لغضب ربک فی امتک من نقمة
(الکبیر للطبرانی،البعث للبیہقی)

آپ نے تو اپنی امت میں سے غضب الٰہی کے لیے کچھ نہیں چھوڑا

۶۔ گنہ گاروں کی شفاعت

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے ہے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا تم یہ سمجھتے ہو کہ شفاعت متقین کے لئے ہوگی

لاولکن للخاطئین المذبین المتلوثین — ہرگز ایسی بات نہیں شفاعت تو خطا وار اور گناہوں میں ملوث لوگوں کے لیے ہے

(التذکرہ للقرطبی، ۲۰۴، بحوالہ ابن ماجہ)

۷۔ اہل کبائر کی شفاعت

ترمذی نے حضرت انس اور ابن ماجہ اور طیالسی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے نبی کریم ﷺ نے دامن شفاعت کی وسعت کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا

شفاعتی لاھل الکبائر من امتی — میری شفاعت میری امت سے کبائر کا ارتکاب کرنے والوں کے لئے ہے

۸۔ اشرار کی شفاعت

امام ابوالحسن دارقطنی نے حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا جب آپ ﷺ نے فرمایا میری شفاعت گنہ گاروں اور سیہ کاروں کے لئے ہے تو صحابہ نے عرض کیا یارسول اللہ

فکیف انت لخیارھا؟ — اچھے لوگوں کا کیا بنے گا؟

فرمایا نیک اپنے اعمال کے سبب جنت میں جائیں گے

واما شرارهم فيدخلون الجنة بشفاعتی	لیکن اشرار وسیہ کار میری شفاعت سے جنت میں جائیں گے

(التذکرہ للقرطبی، ۴۰۳)

کچھ لوگوں کو غلط فہمی ہے کہ شفاعت نیک لوگوں کو ہی نصیب ہوگی انہیں ان احادیث نبویہ پر توجہ کرنی چاہیے۔

۹۔ میں تمہیں کمر سے پکڑ کر کھینچوں گا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ہے آپ ﷺ نے اپنی امت سے غم خواری کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا

انا اخذ بحجز کم من النار (الکبیر للطبرانی)	میں تمہیں کمر سے پکڑ پکڑ کر دوزخ سے کھینچ رہا ہوں

۱۰۔ میں تمہارے لئے انتظام کرنے والا ہوں

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے ہے رسول اللہ ﷺ ایک دن احد تشریف لے گئے اور شہدائے احد پر نماز ادا فرمائی اور منبر پر تشریف فرما ہوکر خطبہ دیا جس میں فرمایا

انی فرط لکم (بخاری ومسلم)	میں تمہارے لئے آگے انتظام کرنے والا ہوں

۱۱۔ حوض کوثر پر انتظار کروں گا

حضرت جندب رضی اللہ عنہ سے ہے میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا

انافرطکم علی الحوض (مسلم)	میں حوض کوثر پر تمہارا انتظار وانتظام کرنے والا ہوں

امام طبرانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ الفاظ نقل کیے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا جب میرا وصال ہو جائے گا

فانا فرطکم و موعدکم الحوض فمن ورد افلح	میری تمہاری ملاقات حوض کوثر پر ہو گی جو وہاں آ گیا فلاح پا گیا

۱۲۔ تین مشکل ترین مقامات پر دستگیری

ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا یا رسول اللہ

هل يذكر الحبيب حبيبه يوم القيامة؟	کیا روز قیامت کوئی دوست، دوست کو یاد رکھے گا؟

فرمایا ان تین مقامات پر کوئی کسی کو یاد نہیں رکھے گا میزان، اعمال نامے ملنے وقت اور پل صراط۔ (مسند احمد)

لیکن ایسے مشکل ترین مقامات پر بھی امت کی اگر کوئی ذات دستگیری فرما رہی ہوگی تو وہ رحمۃ للعالمین ﷺ ہی ہیں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی

ہے میں نے آپ ﷺ سے وعدہ لیتے ہوئے عرض کیا یا رسول اللہ!

ان یشفع لی یوم القیامۃ　　میری آپ شفاعت فرمائیں گے

آپ نے فرمایا

انا فاعل ان شاء اللہ تعالیٰ　　اللہ تعالیٰ کے فضل سے میں ایسا کروں گا

جب آپ نے وعدہ فرمالیا تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ!

این اطلبک؟　　میں آپ کو کہاں تلاش کروں؟

فرمایا

اول ما تطلبنی علی الصراط　　سب سے پہلے تم مجھے پل صراط پر تلاش کرنا

میں نے عرض کیا اگر وہاں میری ملاقات آپ سے نہ ہو سکے تو فرمایا

فاطلبنی عند المیزان　　میزان کے پاس آجانا

عرض کیا اگر وہاں ملاقات نہ ہو تو فرمایا

فاطلبنی عندالحوض　　حوض کوثر پر آجانا

میں ان تین مقامات میں سے کسی ایک پر ضرور ہوں گا۔　　(سنن ترمذی، کتاب القیامۃ)

یعنی جہاں بھی کسی امتی کو مشکل درپیش ہو گی میں وہاں اس کی دستگیری کے لئے پہنچوں گا اس لئے کبھی پل صراط پر اور کبھی میزان کے پاس اور کبھی حوض کوثر پر جاؤں گا۔ اس وقت اس لج پال کریم ﷺ کا کیا عالم ہو گا جب کبھی ادھر اور کبھی ادھر غلاموں کی دستگیری کے لئے تشریف لئے جا رہے ہونگے انہی لج پالیوں کی وجہ سے حضرت اعلیٰؒ آپ کی ذات پر مان رکھتے ہوئے کہتے ہیں ”لج پال کریسی پاس اساں“ یعنی ہمارے پلے کچھ ہو یا نہ ہو اتنی بات ضرور ہے کہ ہماری لاج اس کریم لج

پال کے ہاتھ میں ہے جو پاس کرتے ہی نہیں بلکہ پاس کروانے کی کوشش میں بھی ہوں گے۔اپنے اس مان کا تذکرہ اردو غزل میں یوں کہتے ہیں

حریف ساغر و مئے ہوں، غریق بحر عصیاں ہوں
سہارا ہے فتر ضیٰ کا مجھے محشر مکانن میں
مجھے کیا غم ہے محشر کا میرا حامی ہے جب وہ شاہ
کہا لولاک وطه و مزمل جس کی شانن میں
دلامت رو، غلام ہو کر تو محی الدین جیلی کا
مریدی لاتخف بس ہے سہارا ہر دو کونن میں

(مرأۃ العرفان، ۱۳۰)

واشفع تشفع صحیح پڑھیاں

حضرت اعلیٰ واضح کر رہے ہیں کہ ہم نے جو شفاعت نبوی ﷺ پر مان کرتے ہوئے کہا ہے ''لج پال کریسی پاس اساں'' یہ محض جذباتی نعرہ و دعوی نہیں بلکہ یہ اسلام کے بنیادی عقائد میں سے ہے اور یہ عقیدہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے جو لوگ اس سے اختلاف کرتے ہیں انھوں نے اسلام کا گہرا مطالعہ نہیں کیا اور بات کی تہہ تک نہیں پہنچے۔امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ اپنی کتاب الوصیت میں لکھتے ہیں

وشفاعة محمد ﷺ حق لكل من هو اهل الجنة وان كان صاحب كبيرة	حضور ﷺ کی شفاعت ہر مومن جنتی کے لئے حق ہے اگرچہ وہ صاحب کبیرہ ہو

(شرح الفقہ، ۹۵)

امام بوحفص عمر نسفی علیہ الرحمہ اس عقیدہ کے بارے میں لکھتے ہیں

والشفاعة ثابتة لرسل والاخیار فی حق اهل الکبائر بالمستفیض من الاخبار

اہل کبائر کے حق میں رسل اور اولیاء کی شفاعت ثابت ہے اور اس پر احادیث مشہورہ شاہد ہیں

(عقائد نسفیہ، ۱۲۷)

جس طرح امام نسفی نے تصریح کی ہے کہ شفاعت کے بارے میں احادیث مشہورہ موجود ہیں متعدد اہل کلام نے یہی بات کہی ہے شارح ''المسایرہ'' امام کمال الدین محمد بن محمد ابن ابی شریف (متوفی، ۹۰۶ھ) لکھتے ہیں حضرات انبیاء علیہم السلام اور صلحاء کرام شفاعت کریں گے

للاحادیث الصحیحة الکثیرة المتواترة المعنی

اس پر بہت زیادہ احادیث صحیح متواتر المعنی شاہد ہیں

(المسامرہ بشرح المسایرہ، ۲۵۷)

اس کی شرح میں امام قاسم بن قطلو بغا رقمطراز ہیں

ومما اشتهر واستفاض فیما بین الامة حتی قرب من حد التواتر قوله ﷺ شفاعتی لاهل الکبائر من امتی. وهذا نص فی الباب وقد روی عن رسول الله ﷺ فی الصحاح والحسان اخبار بالفاظ مختلفة

حضور ﷺ کا یہ ارشاد گرامی کہ میری شفاعت امت کے اہل کبائر کے لیے ہے، امت کے درمیان حد تواتر تک مشہور ہے اور یہ اس مسئلہ پر نص ہے۔ آپ ﷺ سے اس بارے میں مختلف الفاظ کے ساتھ متعدد صحیح اور حسن احادیث

بحیث لو جمعت احادها	منقول ہیں، اگر انھیں جمع کیا جائے
فبلغت حدالتواتر فی اثبات	تو وہ اثبات شفاعت میں حد تواتر کو
الشفاعة فلا اقل من الاشتهار	پہنچ جاتی ہیں ۔ کم از کم مشہور تو
و انکار مااشتهر من الاخبار	بلا شبہ ہیں اور مشہور احادیث کا انکار
بدعة و ضلالة	بدعت اور گمراہی ہے

(شرح المسایرہ، ۲۵۶)

آپ ﷺ کی شفاعت اہل کبائر کے لئے ہے اس موضوع پر امام فخر الدین رازی نے مستقل کتاب تصنیف کی ہے۔ اس میں انہوں نے منکرین کے مدلل جوابات دیے ہیں ہم نے اس کا ترجمہ "شفاعت نبوی" کے نام سے کیا ہے۔

حضرت اعلیٰ نے شفاعت پر اسی تواتر اور شہرت احادیث کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھا "**واشفع تشفع** صحیح پڑھیاں" باقی آپ نے جس حدیث کے الفاظ کی طرف اشارہ کیا ہے وہ اس حدیث کے الفاظ ہیں جس میں شفاعت کبریٰ کے بارے میں تفصیل ہے۔

شفاعت کبریٰ کا عظیم منظر

پیچھے آپ ﷺ کے مقام محمود پر گفتگو گزری ہے یہی وہ مقام ہے جہاں تمام انسانیت حاضر ہو کر آپ ﷺ سے شفاعت کی درخواست کرے گی اور آپ فرمائیں گے ہاں! اللہ تعالیٰ نے مجھے ہی یہ منصب عطا فرما رکھا ہے احادیث مبارکہ میں اس عظیم منظر کی خوب تفصیل ہے ہم یہاں صرف دو روایات کا تذکرہ کر رہے ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اور روز قیامت میں تمام اولاد آدم کا سربراہ ہوں گا۔ پھر اس کی تفصیل یوں بیان کی کہ اللہ رب العزت محشر میں اولین و آخرین تمام کو جمع کرے گا جب لوگ وہاں کی گرمی برداشت نہ کر سکیں گے تو وہ آپس میں یہ مشورہ کریں گے کہ ہمیں کسی ایسی ہستی کی طرف رجوع کرنا چاہیے جو اللہ تعالیٰ کے حضور ہماری سفارش کرے سب سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کریں گے آپ ابوالبشر ہیں اللہ جل مجدہ نے آپ کو اپنے دست اقدس سے پیدا فرمایا۔ ملائکہ کو سجدہ کا حکم دیا پھر آپ جنت میں رہے ہمارے حال پر رحم کھاتے ہوئے رب تعالیٰ کی بارگاہ اقدس میں ہماری سفارش کریں آپ کہیں گے

ان ربی غضب الیوم غضبا لم یغضب قبلہ ولن یغضب بعدہ مثلہ — میرا رب آج اتنے غضب میں ہے کہ اس سے پہلے اور اس کے بعد کبھی اتنے غضب میں نہ ہوگا

مجھے اس نے درخت کے پاس جانے منع کیا مگر مجھ سے لغزش ہوگئی مجھے اپنی فکر ہے

نفسی نفسی

اذھبو الی غیری — کسی اور کے پاس جاؤ

اس طرح خلق جلیل القدر حضرات انبیاء علیہم السلام کے پاس جائے گی مگر وہ اپنی اپنی لغزشوں کا ذکر کر کے کہیں گے ہمیں آج اپنی فکر ہے کسی اور کے پاس جاؤ' حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس حاضر ہونگے تو آپ فرمائیں گے۔ سفارش تو میں بھی نہیں کر سکتا مگر ایک ہستی کی نشاندہی کرتا ہوں جسے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے دنیا میں ہی ان معاملات سے بے فکر کر دیا تھا۔

الـقـوا مـحـمـد ا عبدا غفر الله ماتقدم من ذنبه و ما تاخر	تم محمد ﷺ کے پاس جاؤ اللہ تعالیٰ نے انہیں تمام حالات اوران چیزوں سے بالاتر کرر کھا ہے

تمام انسانیت حبیب خدا ﷺ کے آستانہ پر حاضر ہوکر عرض کرے گی آپ اللہ کے محبوب اور خاتم الانبیاء ہیں آپ کو اللہ تعالیٰ نے ان حالات میں بھی اپنی ذات کے حوالہ سے بے فکر فرمادیا ہے ہمارے حال پر شفقت کرتے ہوئے رب اکرم کی بارگاہ بے نیاز میں ہماری سفارش کیجئے آپ فرمائیں گے

انا لها انا صاحبکم (مسلم)	ہاں! شفاعت کے لئے میں ہی ہوں اور میں ہی تمہارا مطلوب ہوں

سیدالکونین ﷺ نے مزید اشارہ فرمایا کہ

میں عرش کے نیچے بارگاہ ایزدی میں سجدہ ریز ہو جاؤں گا مجھے اللہ تعالیٰ اپنی ذات کی حمد وثنا کے لئے ایسے کلمات کی تعلیم دے گا جو کسی اور کو حاصل نہ ہوں گے جب میں ان کلمات سے حمد وثنا کروں گا تو میرا رب کرم نوازی فرماتے ہوئے فرمائے گا

یا محمد ارفع رأسک وسل تعطه و اشفع تشفع	اے محمد اپنا سر اٹھایے اور مانگیے، جو مانگیں گے وہ عطا کیا جائے گا' شفاعت کیجئے شفاعت قبول کی جائے گی

میں عرض کروں گا ''مولیٰ مخلوق کا حساب شروع فرما'' تو اللہ تعالیٰ کے حکم پر اسی وقت انسانیت کا حساب شروع ہو جائے گا اس شفاعت کو شفاعت کبریٰ کہا جاتا ہے۔ یہ شفاعت مسلمان ہی نہیں کافر کو بھی

نصیب ہوگی غلام کو ہی نہیں بلکہ مخالف کو بھی نصیب ہوگی آپ ﷺ نے اسی شفاعت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا

وبی تفتح الشفاعة — شفاعت کا دروازہ میری وجہ سے کھولا جائے گا

اسی حدیث شفاعت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے حضرت قبلۂ عالم فرماتے ہیں

آدم تھیں تا عیسیٰ مسیح — نفسی بلیسن سب نبی
اتھے بولسی ہک نبی — احمد نبی صاحب کمال

سابقہ روایت میں حساب وکتاب شروع کروانے کے لئے شفاعت تھی اب یہاں دو روایات ذکر کر رہے ہیں جس میں کچھ امت کے دوزخ میں چلے جانے کے بعد شفاعت کا تذکرہ ہے' امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے میں سجدہ سے سر اٹھا کر عرض کروں گا یـــا رب امتـــی امتـــی فرمایا جائے گا جاؤ

فاخرج منها من كان في قلبه مثقال ذرة من الايمان — دوزخ سے نکالو جس کے دل میں رائی کے برابر ایمان ہے

میں جا کر ایسے لوگوں کو دوزخ سے نکالوں گا اور پھر اللہ تعالیٰ کی حمد کرتے ہوئے سجدہ ریز ہو جاؤں گا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا

يا محمد ارفع رأسک وقل يسمع لک وسل تعطه واشفع تشفع — اے حبیب سر اٹھاؤ کہو سنا جائے گا' مانگو دیا جائے اور شفاعت کرو قبول کی جائے گی

میں عرض کروں گا یا رب امتی امتی فرمایا جائے گا جاؤ

فاخرج من كان في قلبه مثقال خردلة من الايمان — دوزخ سے نکالو جس کے دل میں رائی کے برابر ایمان ہے

میں جا کر ایسے لوگوں کو نکالوں گا اور پھر حمد کرتے ہوئے باری تعالیٰ کی بارگاہ میں سجدہ ریز ہو جاؤں گا اللہ تعالیٰ فرمائے گا

يا محمد ارفع رأسک وقل يسمع لک وسل تعطه واشفع تشفع — اے محمد سر اٹھاؤ اور کہو سنا جائے گا مانگو عطا کیا جائے گا اور شفاعت کرو قبول کی جائے گی

میں عرض کروں گا یا رب امتی امتی حکم ہو گا جاؤ

فاخرج من كان قلبه ادنى ادنى ادنى مثقال حبة خردلة من ايمان فاخرجه من النار — وہاں سے ہر اس شخص کو نکال لو جس کے دل میں رائی کے دانہ سے بھی کم ایمان ہے۔ اسی بھی آگ سے نکال لو

میں جا کر انہیں نکالوں گا اور پھر چوتھی دفعہ اسی طرح حمد باری تعالیٰ کرتے ہوئے سجدہ ریز ہو جاؤں گا حکم ہو گا

يا محمد ارفع رأسک وقل تسمع وسل تعطه واشفع تشفع — اے محمد سر اٹھایے اور کہیے آپ کی ہر بات سنی جائے گی اور ہر سوال پورا کیا جائے گا اور شفاعت قبول کی جائے گی

میں سر اٹھا کر عرض کروں گا

يا رب ائذن لي فيمن قال لااله الا الله — اے پالنہار مجھے اجازت دیدے اس کے بارے میں جس نے لاالہ الا اللہ پڑھا ہے

اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرمائے گا اب تمہارا نہیں میرا معاملہ ہے

ولکن و عزتی و جلالی و کبریائی و عظمتی لا خرجن منها من قال لا اله الا الله	مجھے اپنی عزت، جلال اور کبریائی وعظمت کی قسم میں دوزخ سے ہر لا الہ الا اللہ کہنے والے کو نکال دوں گا

ان تفاصیل پر غور کیجیے اور اس کے بعد حضرت کا شعر پڑھیے

لج پال کریسی پاس اساں　　　واشفع تشفع صحیح پڑھیاں

مقام شفاعت عطا کر دیا گیا ہے

کچھ لوگوں کا یہ کہنا سراسر غلط ہے کہ ابھی تک آپ ﷺ کو مقام شفاعت اور اذن شفاعت نہیں دیا گیا قیامت کے دن پتہ چلے گا کہ دیا جاتا ہے یا نہیں؟ حالانکہ یہ بات صراحۃً کتاب وسنت کے منافی ہے ابھی سابقہ گفتگو میں گذرا کہ علماء عقائد نے اسے اسلام کے بنیادی عقائد میں شمار کیا ہے کہ حضرات انبیاء خصوصاً حضور ﷺ کی شفاعت برحق ہے اس کا انکار سوائے گمراہی کے کچھ نہیں پھر قابل غور یہ بات ہے کہ اگر آپ ﷺ کو مقام شفاعت نہ دیا گیا ہوتا آپ ﷺ کبھی بھی صحابہ سے شفاعت کا وعدہ نہ فرماتے حالانکہ آپ ﷺ نے شفاعت کا وعدہ فرمایا

ا۔　حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ہے

سألت رسول الله ﷺ ان يشفع لی يوم القيامة	میں نے رسول ﷺ سے روز قیامت اپنی شفاعت کے لئے درخواست کی

تو آپ نے فرمایا

انا فاعل ان شاء الله تعالیٰ — اللہ تعالیٰ کے فضل سے میں تمہاری شفاعت کروں گا

(سنن ترمذی، کتاب القیامۃ)

۲۔ حضرت عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ سے ہے کہ ایک دفعہ آپ ﷺ نے ہم سے فرمایا کیا میں تمہیں اس سے آگاہ کروں جو ابھی میرے رب نے مجھے اختیار دیا ہے؟ ہم نے عرض کیا ”آقا وہ کون سا ہے؟“ فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ اختیار دیا چاہو تو دو تہائی امت کو بغیر حساب وعذاب کے جنت میں داخل کروالو یا شفاعت لے لو ہم نے عرض کیا ”آقا آپ نے پھر کیا فیصلہ کیا ہے“ فرمایا میں نے شفاعت کا درجہ اختیار کیا ہے، ہم تمام نے عرض کیا یا رسول اللہ!

اجعلنا من شفاعتک — ہمیں بھی شفاعت میں شامل فرمالیں

تو آپ ﷺ نے فرمایا

ان شفاعتی لکل مسلم — میری شفاعت ہر مسلمان کے لئے ہے

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے اپنی شفاعت کا عرض کیا تو فرمایا

انت منهم — تم ان میں شامل ہو

حضرت عوف بن مالک اور حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہما نے عرض کیا آقا

فاجعلنا منهم — ہمیں بھی شامل فرمالیں

تو فرمایا

انتما منهم — تم دونوں ان میں شامل ہو

(الترغیب للمنذری، ۴=۴۳۴،۴۳۵)

پھر کثرت کے ساتھ احادیث ہیں جن میں آپ ﷺ نے فرمایا تم فلاں عمل کر کے میری شفاعت حاصل کر لو، مثلاً فرمایا

من زار قبری و جبت له شفاعتی — جس نے میری بارگاہ میں حاضری دی اس کے لیے میری شفاعت ثابت ہوگئی

اس طرح فرمایا جس نے اذان سنی پھر درود شریف پڑھا اور دعا وسیلہ مانگی اسے میری شفاعت نصیب ہوگی تو اگر مقام شفاعت آپ ﷺ کو ملا ہی نہیں تو یہ تمام وعدوں کی کیا حیثیت ہوگی؟ کیا کوئی مسلمان یہ تصور کرسکتا ہے کہ یہ محض باتیں ہیں ان کی حیثیت کچھ نہیں، حالانکہ اللہ کے رسول کی زبان سے حق کو سوا کچھ نہیں نکلا۔

وہم کا ازالہ

یہاں ایک وہم کا ازالہ نہایت ضروری ہے کہ لوگ قواعد وضوابط سے بے خبری کی بنا پر کہہ دیتے ہیں قرآن مجید میں الفاظ ہیں

عسیٰ ان یبعثک ربک مقاماً محموداً — عنقریب آپ کا رب آپ کو مقام محمود عطا فرمائے گا

(الاسراء، ۷۹)

یہاں لفظ 'عسیٰ' آیا ہے جو امید پر دال ہوتا ہے اس سے یقین کا ثبوت نہیں لہٰذا یہ نہیں کہا جا سکتا کہ آپ ﷺ کو بالیقین منصب شفاعت مل چکا ہے یہ وہم ایسے لوگوں کو ہی لاحق ہوسکتا ہے جو اس اصول سے آگاہ نہیں کہ جب اس لفظ کی نسبت اللہ جل مجدہ اور اس کے رسول کی طرف ہو تو پھر یہ یقین کے معنی میں ہوتا ہے۔ امام فخر الدین رازی اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں واضح کرتے ہیں

اتفق المفسرون علی ان کلمة عسٰی من الله واجب
تمام مفسرین کا اتفاق ہے کہ کلمہ عسیٰ جب اللہ کے کلام میں ہوتو یہ لزوم ویقین پر دال ہوتا ہے۔
(مفاتیح الغیب، پ۱۵ص۳۸۷)

شیخ صدیق حسن خاں بھوپالی نے بھی اس آیت کے تحت لکھا

قد ذکرنا فی مواضع ان عسٰی من الکریم واجب الوقوع
ہم نے متعدد مقامات پر ذکر کیا ہے کہ لفظ عسیٰ اللہ تعالیٰ کی طرف سے واجب الوقوع امید پر دال ہوتا ہے۔
(فتح البیان فی مقاصد القرآن،۴=۱۶۴)

جس کا کوئی نہیں اس کا میں ہوں

آخر میں یہ نہایت خوش کن روایت بھی ملاحظہ کر لیجئے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ میرے جس امتی کے دو بچے فوت ہوئے اللہ تعالیٰ ان کے سبب اسے جنت میں داخل فرمائے گا۔ اس پر ام المومنین رضی اللہ عنہا نے عرض کیا یا رسول اللہ جس کا ایک فوت ہوا۔ اس کا معاملہ کیا ہے؟ فرمایا اسے بھی اللہ تعالیٰ جنت دے گا پھر عرض کیا یا رسول اللہ!

فمن لم یکن له فرط من امتک
آپ کے جس امتی کا کوئی بچہ فوت نہیں ہوا۔ اس کا کیا بنے گا؟

یعنی جس کا کوئی سہارا نہ ہوگا اس کا کیا ہوگا؟ آپ ﷺ نے فرمایا

فانا فرط امتی
اس امتی کا میں سہارا بنوں گا

پھر اس کی وجہ بھی بیان فرمائی چونکہ والدین کو بچے کے فوت ہونے پر تکلیف

واذیت ہوتی ہے اللہ تعالیٰ اس کے سبب جنت عطا فرماتا ہے حالانکہ

لن یصابوا بمثلی

(سنن ترمذی، کتاب الجنائز)

میرے وصال پر جو امتی کو اذیت پہنچتی ہے اولاد پر والدین کو اتنی تکلیف نہیں پہنچتی

---- ☆ ----



باب ۱۰

وادیٔ حمراء اور زیارت نبوی ﷺ

وفود سے ملاقات اور یمنی حلہ

چادرِ ابرِ نعت

امام بوصیری پر عنایت

''من بھانوری جھلک دکھاؤ سجن''

حبیب خدا ﷺ کی خوش آوازی

بوقت سحری دشمنوں کا قرآن سننا

اللہ رب العزت کا خصوصی سماعت فرمانا

مبارک لہجہ کا حسن

مجلس میں رونے کی آوازیں

شہر حبیب میں موت کی دعا

--- ۱۰ ---

لاہو مکھ توں مخطط بردیمن　　من بھانوری جھلک دکھاؤ سجن

اوہا مٹھیاں گالیں الاؤ مٹھن　　جو حمرا وادی سن کریاں

الفاظ کے معانی

لاھو، ہٹاؤ، اٹھاؤ، اتارو۔ **مکھ**، چہرۂ انور۔ **توں**، سے۔ **مخطط**، دھاری دار۔ **بردیمن**، یمنی چادر۔ **من بھانوری**، دل موہ لینے والی۔ **اوھا**، وہی۔ **گالیں**، باتیں۔ **الائو**، بولو۔ **مٹھن**، من ٹھار۔ **حمراوادی**، مدینہ طیبہ کے قریب جگہ کا نام۔ **سن**، تھیں۔ **کریاں**، کیں تھیں

شعر کا مفہوم

اے محبوب ﷺ! اپنے چہرۂ انور سے یمنی چادر کا نقاب اٹھا کر دل موہ لینے والی زیارت عطا فرمائیں اور حمرا کے مقام پر جو شفقت و کرم کرتے ہوئے میٹھی میٹھی باتیں ارشاد فرمائی تھیں ایسی عنایت و مہربانی پھر نصیب ہو۔

شعر کی تشریح

سابقہ اشعار میں محبوب کریم ﷺ کے سراپا، شانوں، عظمتوں اور مقامات کا تذکرہ کیا، یہاں دیدار کی خواہش کا اظہار نہایت ہی اچھوتے انداز میں ہے اس شعر کو کامل طور پر سمجھنے کے لئے درج ذیل واقعہ معاون ہو سکتا ہے

وادی حمراء اور زیارت نبوی

حضرت اعلیٰ کو اللہ تعالیٰ نے ۱۳۰۷ھ میں سفر حج کی سعادت عطا فرمائی۔ رات کے قیام کے لئے مدینہ طیبہ کے راستے میں قافلہ وادی حمرا میں ٹھہرا، ڈاکوؤں کے حملے کے خدشے کے پیش نظر خوف وہراس اور اضطراب کے باعث حضرت نے قبل از عشا چار غیر مؤکد سنتیں ادا نہ کیں، اسی رات خواب میں آپ ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی اور آپ نے ارشاد فرمایا آل رسول کو سنت ترک نہیں کرنی چاہیے اس خواب و زیارت کا تذکرہ حضرت نے اپنی اس تحریر میں کیا ہے

چنانچہ در سفر مدینہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام بمقام حمرا وادی یا فاطمہ وادی ازیں کمینہ تریں امت مرحومہ، بباعث اضطراب سنت عشاء متروک گشت۔ مخلصی فی اللہ و محبی للہ مکرمی جناب مولوی محمد غازی صاحب دریں سفر مبارک شغل تعلیم و تعلم کہ در مدرسہ مکرمی مولوی رحمت اللہ صاحب مرحوم و مغفور بمکہ معظمہ زادہا اللہ تعظیما مے فرمود، ترک فرمودہ محض برائے خدمت ایں بے ہیچ بنا بر حسن ظن و شرف رفاقت بخشید ند بمعیت رفقا بکرانہ قافلہ بخواب رفتم چہ می بینم کہ سرورِ عالم ﷺ روحی فداہ در جبہ عربی سیاہ فام از جمال باکمال جہاں آراء، حیات دیگر بخشید ند۔ درحالاتیکہ در مسجدے دو زانو مراقب نشستہ بودم۔ نزدیک تر بایں عاصی شدہ مے فرمایند کہ ''آل رسول ﷺ را نباید کہ ترک سنت کند'' ہر دو ساق مبارک را کہ لطیف تر از حریر بودند بدست خود محکم گرفتہ گریاں و نالہ کناں مے گفتم ''الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ'' واز بے استقامتی و مدہوشی عرض نمودم کہ حضور کدام کس اند، در جواب ہماں جملہ مذکورہ بالا ''آل رسول ﷺ را نباید کہ ترک سنت کند'' فرمودند۔ ہمیں طور سہ بار تکرار سوال و جواب

شرح حزیں چنیں ریختند کہ از ندائے تو بلفظ یارسول اللہ ﷺ
بوقوع آمد۔ نوبت سوم در قلب حزیں چنیں ریختند کہ از ندائے تو بلفظ یارسول اللہ ﷺ
منع نمی فرمایند۔ اگر کسے دیگر از اہل اللہ بودے، بگفتے کہ مرا رسول اللہ مگو۔ والحمد للہ

علیٰ ذلک
بقول مولانا فیض احمد فیض گولڑوی، حضرت نے یہ نعت اس موقعہ پر لکھی تھی اس تحریر
کے بعد وہ رقمطراز ہیں

حضرت قبلہ عالم قدس سرہ کی یہ تحریر اور ابیات اس وقت کی سعادت عظمیٰ کی کیفیات کی کسی قدر نقاب کشائی کرتے ہیں اور واضح ہوتا ہے کہ آپ وصال کے مراتب عالیہ اور فنا و بقا کے مقامات جلیلہ سے مشرف ہو چکے ہوئے تھے جو اہل اللہ کا انتہائے مقصود ہے ان کیفیات کا انعکاس آپ کی اس مشہور پنجابی نعت میں کسی حد تک پایا جاتا ہے جس کا ذکر اوپر آچکا ہے اور جو آپ نے اس موقعہ پر وادی حمرا اور مدینہ منورہ کے درمیان موزوں فرمائی تھی

(مہر منیر، ۱۳۲)

لاہو مکھ توں مخطط بردیمن

چونکہ زیارت و دیدار ہو چکا تھا اس کی مستی و سرشاری بار بار دیدار کی تمنا لیے ہوئے تھی اس لیے عرض کیا یارسول اللہ بردیمنی اٹھا کر چہرۂ انور کا دیدار عطا فرما دیجئے اس مصرعہ میں حضرت اعلیٰ نے دو چیزوں کی طرف اشارہ کیا ہے

۱۔ آپ ﷺ یمنی چادر اوڑھا کرتے اور اسے پسند فرماتے
۲۔ دھاری دار چادر بھی آپ اوڑھا کرتے

احادیث مبارکہ میں انہی باتوں کا تذکرہ بڑی تفصیل سے موجود ہے، کچھ کا تذکرہ ہم کیے دیتے ہیں

پسندیدہ لباس سفید

آپ ﷺ نے سفید لباس کو محبوب جانا' البتہ بعض اوقات دیگر رنگوں کا بھی تذکرہ بھی ملتا ہے۔ امام احمد' ترمذی' ابن ماجہ اور نسائی نے حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

البسوا الثیاب البیاض فانها اطهر واطیب و کفنوا فیها موتا کم	سفید لباس پہنا کرو کیونکہ یہ زیادہ طاہر و محبوب ہوتا ہے اور اپنی اموات کو بھی اسی میں کفنایا کرو

سرخ وسیاہ اور سبز

روایات میں سرخ' زرد، سبز حتیٰ کہ سیاہ رنگ کا تذکرہ بھی موجود ہے امام ابو داؤد نے ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے نقل کیا ہے

صنعت للنبی ﷺ بردة سوداء فلبسها	میں نے آپ ﷺ کے لیے سیاہ رنگ کی چادر تیار کی اور اسے آپ نے پہننے کا شرف بھی بخشا

انہی نے ہی حضرت عامر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا میں نے منیٰ میں خطبہ دیتے ہوئے آپ ﷺ کی زیارت کا شرف پایا

وعلیہ برداحمر وعلی امامہ یعبر عنہ	اس وقت آپ ﷺ پر سرخ چادر تھی اور آپ کی ترجمانی حضرت علی رضی اللہ عنہ کرر ہے تھے

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے چاندنی رات تھی اور حضور ﷺ محواستراحت تھے

وعلیہ حلۃ حمراء	آپ سرخ چادر اوڑھے ہوئے تھے

میں کبھی چاند کو دیکھتا اور کبھی آپ ﷺ کے چہرۂ انور کو، بالآخر میرا دل پکار اٹھا

فاذا ھو احسن عندی من القمر	آپ کا چہرۂ انور چاند سے زیادہ خوبصورت ہے

(شمائل ترمذی)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے حسن و جمال کا تذکرہ کرتے ہوئے کہتے ہیں

مارأیت من ذی لمۃ احسن فی حلۃ حمراء من رسول اللہ ﷺ	میں نے سرخ جبہ میں خوبصورت زلفوں والا حضور ﷺ سے بڑھ کر کسی کو نہیں دیکھا

(مسلم، کتاب الفضائل)

بعض روایات میں سبز رنگ کا بھی تذکرہ ہے حضرت ابو رمثہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے میں نے رسول ﷺ کا دیکھا

وعلیه بردان اخضران　　آپ نے دو سبز چادریں اوڑھ رکھی تھیں

(الوفاء، ۲=۵٦٦)

بعض روایات میں زعفرانی رنگ کا لباس میں ملتا ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، رسول اللہ ﷺ گھر سے باہر تشریف لائے

علیہ قیمص اصفر و رداء اصفر وعمامة اصفر　　آپ نے زرد رنگ کی قمیض، زرد چادر اور زرد عمامہ پہن رکھا تھا

(سبل الہدیٰ، ۷=۲۷۳)

سرخ وسیاہ کا مفہوم

یہاں یہ واضح رہنا چاہیے کہ اہل سیر نے تمام احادیث مبارکہ کو سامنے رکھتے ہوئے لکھا ہے کہ کام کاج میں جس رنگ کا بھی لباس پہن لیا جائے کوئی حرج نہیں خواہ وہ سرخ ہو یا سیاہ، مگر مجالس میں شرکت کے وقت سفید کپڑوں کو ترجیح حاصل ہے، سرور عالم ﷺ کے بارے میں جو روایات میں آیا ہے کہ سرخ حلہ زیب تن فرمایا تو اس سے مراد یہ نہیں سارا سرخ یا گہرے رنگ کا سرخ تھا بلکہ اس کا مفہوم یہ بیان کیا گیا ہے کہ اس میں سرخ سیاہ دھاریاں تھیں، جس کی وجہ سے اسے سرخ کہہ دیا گیا ہے، حضرت ابن سلطان (متوفی ۱۰۱۴ھ) رقمطراز ہیں، کہ حدیث میں جو آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ عیدین اور جمعہ کے موقعہ پر سرخ حلہ زیب تن فرمایا کرتے

فمحمول علی المخطط بخطوط حمر　　اس سے مراد سرخ دھاری والا جبہ ہے

(جمع الوسائل، ۱=۱۴۴)

بعض روایات میں لفظ 'حبوہ' آیا ہے جس کی تفسیر محدثین نے یہ کی ہے کہ وہ چادر

ما کان موشیا مخططا — جو دھاری سے مزین کی گئی ہو

(مرقاۃ المفاتیح)

اور اس کی وجہ یہ ہے کہ بعض روایات میں سرخ لباس پہننے سے مردوں کو آپ ﷺ نے منع فرمایا ہے لیکن اگر کوئی اور کپڑا نہ مل رہا ہو تو پہننے کی اجازت بھی ہے۔ یہی معاملہ سبز اور زعفرانی رنگ کا ہے کہ اس کی سفید کپڑے میں دھاریاں ہوتی تھیں۔ عمامہ شریف کے بارے میں کثرت کے ساتھ یہی ملتا ہے کہ وہ سفید یا سیاہ ہوتا الغرض لباس کے حوالے سے آپ ﷺ سے پانچ رنگ ثابت ہیں۔ سفید، سبز، سیاہ، سرخ اور زرد

(سبل الہدی، ۷=۳۱۲)

بردیمنی کی پسندیدگی

حضرت نے **مخطط** کے ساتھ ساتھ یمنی چادر کا اس لئے ذکر کیا ہے کہ یہ آپ ﷺ کو نہایت ہی پسند تھیں، پیچھے روایات میں 'حلۃ حمراء' کا تذکرہ آیا ہے اس سے مراد یمنی مخطط چادریں ہی ہیں' حضرت ملا علی قاری اس کی شرح ان الفاظ میں کرتے ہیں

بردان یمانیان منسوجان بخطوط حمر مع سود — یہ دو یمنی چادریں ہیں جو سرخ اور کالی دھاریوں کے ساتھ تیار کی جاتی ہیں

(جمع الوسائل، ۱=۱۴۱)

امام عبد الرؤف مناوی (متوفی ۱۰۰۳ھ) نے یہی تفسیر کی ہے

انما الحلة الحمراء بردان یمانیان مخطوط احمر مع اسود (شرح الشمائل، ۱=۱۴۲)

حلہ حمراء سے یمنی چادریں مراد ہیں سرخ اور کالے دھاگے سے ان پر دھاری ہوتی ہے

بعض نے لفظ "حبرہ" کا مفہوم بھی یہی بیان کیا ہے حضرت ملا علی قاری رقمطراز ہیں

ھی نوع من برود الیمنی بخطوط و ربما تکون بخضر او ازرق

یہ یمنی دھاری دار چادریں تھیں، بعض اوقات سبز یا نیلی ہوتیں

(مرقاۃ المفاتیح، ۸=۱۲۳)

امام محمد یوسف صالحی (متوفی، ۹۴۶ھ) لکھتے ہیں

ھی برود یؤتی بھا من الیمن مخططة (سبل الہدیٰ، ۷=۳۰۱)

اس سے وہ دھاری دار چادریں مراد ہیں جو یمن سے منگوائی جاتیں

وفود سے ملاقات اور یمنی حلہ

جب آپ ﷺ کے پاس کوئی باہر سے وفد آتا تو آپ خوبصورت لباس پہنتے اور صحابہ کو بھی اس کی تعلیم دیتے

امام ابونعیم اور واقدی نے حضرت جندب بن مکیت رضی اللہ عنہ سے نقل کیا آپ ﷺ کے پاس کندہ شہر سے وفد آیا تو میں نے دیکھا

وعلیه حلة یمانیة (سیدنا محمد رسول اللہ، ۴۶)

اس وقت آپ ﷺ نے یمنی حلہ پہن رکھا تھا

ان کے علاوہ شامی، مصری اور دیگر شہروں کا کپڑا اور ٹوپی مبارک پہننا بھی ثابت ہے، ممکن ہے، حضرت کو یمنی حلہ میں زیارت کا شرف ملا ہو تو انہوں نے اس کیفیت کا ذکر کر دیا

چادر اور نعت

چادر انور کے ساتھ نعت کا بڑا گہرا رشتہ ہے، آپ ﷺ نے اپنی نعت لکھنے والے صحابہ کو بطور انعام وشفقت چادر انور عنایت فرمائی بلکہ تا قیامت یہ سلسلہ جاری ہے، امام بوصیری پر کرم فرمانا اس پر شاہد عادل ہے، حضرت کعب بن زہیر اپنے دور کے عظیم شاعر ہیں یہ اپنے ایمان لانے کا واقعہ یوں بیان کرتے ہیں، میں نے حضور ﷺ کی ہجو میں قصیدہ لکھا اور بھاگ گیا۔ آپ ﷺ نے مجھے مباح الدم قرار دیدیا میرے بھائی نے مجھے خط لکھا اور سمجھایا کہ بجائے بھاگنے کے تو رحمۃ للعالمین ﷺ کی بارگاہ میں میں پہنچ کر تائب ہو جا آپ معاف فرما دیں گے، میں مدینہ منورہ واپس آ گیا، فجر کی نماز کے بعد آپ ﷺ تشریف فرما ہوئے میں آپ کی خدمت میں حاضر ہو گیا اپنا ہاتھ حضور علیہ السلام کے مقدس ہاتھوں پر رکھتے ہوئے عرض کیا یا رسول اللہ!

ان کعبا جاء تائبا مسلماً اتقبله	اگر کعب تائب ہو کر مسلمان ہو جائے تو کیا آپ اسے قبول فرما لیں گے؟

آپ نے فرمایا قبول کر لوں گا میں نے عرض کیا حضور میں کعب ہی ہوں، ایک انصاری صحابی نے عرض کیا مجھے اسے قتل کی اجازت مرحمت فرمائیں آپ ﷺ نے فرمایا

دعه فانه جاء تائبا	چھوڑ دو انہوں نے توبہ کر لی ہے

اس کے بعد انہوں نے آپ کی شان اقدس میں مشہور قصیدہ لکھا اور پڑھا

واجازه علیه الصلاة و السلام علی هذه القصیدة واعطاه بردا	آپ ﷺ نے مسرور ہو کر اس قصیدہ پر بطور انعام چادر عطا فرمائی

(شرح الشفا للقاری نسیم الریاض،۴=۳۷۲)

میں نہیں دے سکتا

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت کعب بن زہیر رضی اللہ عنہ سے عرض کیا میرے کریم آقا ﷺ کی چادر آپ مجھے دیدیں اور منہ مانگا ہدیہ لے لیں انہوں نے کہا

ما کنت لا وثر احدًا بثوب رسول الله ﷺ	یہ رسول اللہ ﷺ کی چادر انور خود رکھوں گا کسی کو نہیں دوں گا

تیس ہزار درہم

جب اس صحابی کا وصال ہو گیا تو ان کی اولاد سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے وہ چادر انور

اخذها بثلاثین الف درهم	تیس ہزار درہم لے کر حاصل کر لی

(نسیم الریاض،۴=۳۷۲)

یہی وہ چادر تھی جسے بعد کے حکمران عید کے موقع پر بطور تبرک سر پر رکھ کر اجتماع میں آتے۔ (سیرت حلبیہ،۳=۳۴۲)

امام بوصیری پر عنایت

امام شرف الدین محمد بن سعید بوصیری (متوفی ،۶۹۶ ھ) فرماتے ، ہیں مجھے فالج ہو گیا میں نے مخفی طور پر آپ ﷺ کی شان اقدس میں نعتیہ قصیدہ لکھا' جب مکمل ہوا تو سرور عالم ﷺ خواب میں تشریف لائے' آپ نے قصیدہ سماعت فرمایا اور میرے جسم پر دست اقدس پھیرتے ہوئے چادر عنایت فرمائی میری تمام بیماری دور ہو گئی اور مجھے کامل صحت نصیب ہوگئی

شارح قصیدہ امام عمر بن احمد الخر پوتی (متوفی ،۹۵۱ھ) اس کی وجہ تسمیہ یوں لکھتے ہیں اس کا نام بردیہ یا کے ساتھ ہے کیونکہ امام بوصیری نے سرور عالم ﷺ کو جب سنایا

فالبسہ علیہ السلام بردتہ الشریفۃ فشفی بھا	تو آپ علیہ السلام نے انہیں اپنی چادر اوڑھائی اور انہیں اس کی برکت سے شفا نصیب ہوگئی

(عصیدۃ الشھدۃ ،۵)

چادر اوڑھنا بھی محبوب کی ادا ہے

جب سرور عالم ﷺ نے کفار کو تبلیغ فرمائی لیکن وہ بجائے ایمان لانے کے آپ کے خلاف ہو گئے اور طرح طرح کے منصوبے بنا کر آپ کو پریشان کرنے لگے آپ ﷺ بعض اوقات چادر انور لے کر لیٹ جاتے اور غور وفکر فرماتے کہ کہاں کمی ہے؟ اللہ تعالیٰ کا کلام سچا ہے، اس سے بڑھ کر کوئی اعلیٰ تعلیمات نہیں ہوسکتیں، کہیں میری جد وجہد میں کمی تو نہیں اس پر پریشان ہوتے اور ایسے موقعہ پر چادر ہی سہارا بنتی ہے، آپ اوڑھ کر لیٹتے اللہ تعالیٰ جبریل امین کو وحی دے کر بھیجتے کہ بجائے خطاب یا یھا

الرسول' اور'یا یھا النبی' کے ایسے الفاظ سے آپ کو خطاب کیا جاتا جس میں آپ کے لیٹنے والی ادا کا تذکرہ ہوتا تاکہ محبوب ابتدا ہی میں خطاب سن کر مطمئن ہو جائے اور آپ کی پریشانی دور ہو جائے ایک مقام پر فرمایا

یا ایھاالمزمل اے چادر اوڑھ لینے والے!

دوسرے مقام پر فرمایا

یاایھا المدثر اے میرے کمبل پوش حبیب!

اس محبوبانہ ادا کا تذکرہ حضرت یوں کر رہے ہیں ''لاہو مکھ توں مخطط بردیمن''

من بھانوری جھلک وکھاؤ سجن

تاکہ من موہ لینے والے حسن و جمال کی ایک جھلک پھر دیکھنی نصیب ہو جائے اس مصرعہ میں آپ کے حسن و جمال کا تذکرہ ہے اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کی ذات اقدس کو اپنے حسن مطلق کا کامل مظہر بنایا، باطنی درجات وکمالات کے ساتھ ساتھ آپ کو جو حسن ظاہری کائنات ہست و بود میں ملا اس کی کوئی مثال نہیں ملتی۔ ہر حسین کا حسن آپ ﷺ کے در کی خیرات سے ہے حتیٰ کہ حسن یوسفی بھی آپ کے حسن کا ایک جز ہے۔ اس کی کچھ تفصیل 'ما احسنک' کے تحت آ رہی ہے۔

اوہا مٹھیاں گالیں الاؤ مٹھن

محبّ کے لئے محبوب کی باتیں کس قدر میٹھی ہوتی ہیں' یہ بیان سے باہر ہے اور جب محبوب' حبیب خدا ﷺ کی ذات اور اقدس ہو تو پھر کائنات کی تمام شرینیاں

اس پر قربان وفدا' کیونکہ کائنات میں آپ ﷺ کی مبارک گفتگو میں جو مٹھاس واثر آفرینی اور مقدس آواز میں جو حسن و جمال ہے' اس کا کسی دوسرے میں تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔

حسن صوت نبی ﷺ

آیئے پہلے حسن صوت نبی ﷺ کے بیان سے اپنے ایمان کو جلا بخشتے ہیں' آپ ﷺ کی مبارک آواز نہایت ہی حسین تھی جو شخص ایک دفعہ آپ کی آواز سن لیتا ساری زندگی خواہش کرتا کاش میرے کان میں پھر وہ حسین آواز سنائی دے۔ جیسے کہ حضرت اعلیٰ اسی خواہش وتمنا کا اظہار کرتے ہوئے عرض کر رہے ہیں کہ مجھے پھر آپ کی باتیں سننے کا شرف نصیب ہو جائے

حبیب خدا ﷺ کی خوش آوازی

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں اللہ تعالیٰ نے اس کائنات میں جتنے انبیاء علیہم السلام کو مبعوث فرمایا ان تمام کو ظاہری و باطنی حسن کے ساتھ حسن صوت اور خوش آوازی سے بھی نوازا مگر ہمارے آقا ﷺ کو حسن صوت میں بھی ان سے ممتاز فرمایا

حتی بعث نبیکم ﷺ فبعثه حسن الوجه و حسن الصوت	یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو حسین و جمیل چہرہ اور خوبصورت آواز عطا فرما کر مبعوث فرمایا

(الطبقات لابن سعد، ۱=۲۸۶)

سیدنا علی کرم اللہ وجہہ سے یہ الفاظ منقول ہیں

ان نبیکم ﷺ کان صبیح الوجه کریم الحسب وحسن الصوت	ہمارے نبی اکرم ﷺ خوبصورت چہرہ، اعلیٰ حسب اور حسین آواز کے مالک تھے

(سبل الہدی، ۲=۱۲۵)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سنیے

کان نبیکم احسنهم وجهًا واحسنهم صوتاً (الطبقات لابن سعد، ۱=۳۷۶)	ہمارے نبی کریم ﷺ تمام انبیاء کرام علیہم السلام سے چہرۂ اقدس کے لحاظ سے خوبصورت اور آواز میں حسین تھے

آپ کی آواز سے بڑھ کر حسین آواز نہیں سنی

امام بخاری اور مسلم نے آپ ﷺ کے حسن صوت کے بارے میں حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ایک دن میرے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نماز عشا میں سورۃ التین تلاوت فرمائی میں نے کبھی بھی اتنی حسین آواز نہیں سنی' الفاظ روایت ملاحظہ ہوں

قرأ رسول الله ﷺ فی العشاء والتین والزیتون فلم اسمع صوتا احسن منه	محبوب خدا ﷺ نے نماز عشا میں والتین والزیتون تلاوت فرمائی' میں نے آپ کی آواز سے بڑھ کر حسین آواز نہیں سنی

بوقت سحری دشمنوں کا قرآن سننا

آپ ﷺ کی مبارک آواز کے حسن کا یہ عالم ہے کہ صحابہ ہی نہیں بلکہ دشمن بھی رات کو اٹھ اٹھ کر قرآن سننے چلے آتے۔ امام بن اسحاق اور بیہقی نے امام زہری سے نقل کیا ابوجہل، ابوسفیان اور اخنس بن شریق الگ الگ رات کو حضور ﷺ کا قرآن سننے کے لئے آپ کے حجرہ انور کے اردگرد آکر بیٹھ گئے، ایک دوسرے کا علم نہ تھا جب لوٹے تو راستہ میں ملاقات ہوئی، ایک دوسرے پر ملامت کرتے ہوئے عہد کیا آئندہ ایسا نہیں کریں گے ورنہ لوگوں پر اس کا اثر ہوگا لیکن جب دوسری رات آئی تو پھر قرآن سننے آگئے حتی کہ فجر ہوگی پھر آپس میں عہد کیا آئندہ ہرگز نہیں آئیں گے جب تیسری رات آئی تو پھر آگئے اور پوری رات قرآن سنتے رہے

(خصائص کبریٰ، ۱=۱۹۲)

مذکورہ واقعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ دشمن بھی اپنی میٹھی نیند چھوڑ کر حبیب خدا ﷺ کا قرآن سننے چلے آنے پر مجبور ہوتے تو غور کیجیے سیدنا ابوبکر اور سیدنا بلال رضی اللہ عنہما جیسے غلاموں کا عالم کیا ہوگا؟ انہیں آپ کی آواز میں قرآن سن کر کس قدر لذت نصیب ہوتی ہوگی!

خازن جنت اور حسن صوت نبوی ﷺ

یہ دنیا کی بات ہے ہم یہاں خازن جنت کے حوالے سے نقل کیے دیتے ہیں، حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے واقعہ معراج بیان کرتے ہوئے آپ ﷺ نے فرمایا میں نے جنت کا دروازہ کھولنے کے لئے کہا تو خازن جنت نے پوچھا آپ کون ہیں؟ فرمایا۔ میں نے اپنا نام لیا محمد ﷺ اس نے دروازہ کھولتے ہوئے عرض کیا

بک امرت ان لا افتح لاحد قبلک — مجھے یہی حکم تھا میں نے آپ سے پہلے کسی کے لئے دروازہ نہیں کھولا

شیخ الاسلام محمد سالم الحفنی (متوفی ۱۰۸۱ھ) اس سوال وجواب کی شرح کرتے ہوئے رقمطراز ہیں۔ خازن نے اس لیے نام پوچھا

هذا للتلذذ بسماع صوته وسماع لفظ محمد ﷺ والا فابواب الجنة لا تحجب ماوراءها — تا کہ وہ حضور ﷺ کی آواز مبارک اور آپ سے آپ کا اسم گرامی سن کر خوب لذت حاصل کر سکے ورنہ جنتی دروازوں میں حجاب نہیں

(السراج المنیر شرح جامع الصغیر، ۱=۹)

اللہ رب العزت کا خصوصی سماعت فرمانا

پیچھے آپ نے مخلوق کے حوالے سے پڑھا اب یہاں خود خالق کائنات کے حوالے سے ملاحظہ کیجئے کہ وہ تمام آوازوں کو سماعت فرماتا ہے مگر اس کی خصوصی توجہ سرور عالم ﷺ کی آواز کی سماعت کو حاصل ہے، سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

ما اذن الله لشئی کما اذن لنبی حسن الصوت یتغنی بالقران یجهر به — اللہ تعالیٰ اس قدر کسی کی آواز کی طرف سے متوجہ نہیں ہوتا جس قدر نبی کی آواز کی طرف ہوتا ہے جب وہ بلند آواز سے قرآن پڑھتے ہیں

(البخاری، فضائل القرآن)/(مسلم، باب المسافرین)

کاش ہمیں بھی یہ مقدس آواز سننا نصیب ہو۔ آمین

مبارک لہجہ کا حسن

صحابہ کرام نے صرف آپ ﷺ کے آواز کے حسن کو ہی بیان نہیں کیا بلکہ آپ کے مبارک لہجہ کے بارے میں بھی بتایا کہ وہ تمام مخلوق سے بڑھ کر خوبصورت و حسین تھا، حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے

كان النبی ﷺ حسن النغمة رحمت دو عالم ﷺ کا لہجہ نہایت ہی مسحور کن تھا

(شمائل الرسول لابن کثیر، ۴۶)

یہی وہ حسین اور مسحور کن لہجہ اور آواز تھی جس کی وجہ سے آپ کے دشمن بھی قائل ہوکر گرویدہ ہو گئے

سرکش جو تھے قائل ہوئے دشمن جو تھے مائل ہوئے
مسحور کن تھا کس قدر یا مصطفیٰ لہجہ تیرا

شہد سے میٹھی گفتگو

اب تک ہم نے آواز مبارک کے حسن کے بارے میں لکھا، اب ذرا آپ ﷺ کی شیریں اور میٹھی گفتگو کے بارے میں پڑھئے اور اپنے دل و دماغ اور ایمان کو ذوق حلاوت سے معمور کر لیجئے

حضرت ام معبد رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کے حسن تکلم اور اس کے میٹھے پن کا بیان اپنے الفاظ میں یوں کرتی ہیں

اذا صمت فعلیه الوقار واذا تکلم سما و علاه البهاه حلو المنطق
(شمائل الرسول،۱=۵۸)

بوقت خاموشی چہرۂ اقدس سے وقار و عظمت جھلکتی اور جب کلام فرماتے تو اہل مجلس پر چھا جاتے اور آپ کی گفتگو شہد کی طرح میٹھی ہوتی

آپ ﷺ کی گفتگو کے بارے میں اصحاب سیر کا یہ جملہ بھی قابل توجہ ہے

کان اعذبهم کلاماً حتی کان کلامه یاخذ بالقلوب

آپ ﷺ کا کلام اس قدر میٹھا ہوتا کہ دل اس کے گرویدہ اور شیدائی ہو جاتے

شیخ عبداللہ سراج الدین شامی (متوفی،۱۴۲۲ھ) آپ کی مبارک گفتگو کی مٹھاس کے بارے میں رقمطراز ہیں

کان رسول الله ﷺ حلو المنطق حسن الکلام اذاتکلم اخذ بمجامع القلوب و سبی الارواح والعقول
(سیدنا محمد رسول اللہ،۴۰)

حبیب خدا ﷺ کی مبارک گفتگو نہایت دلکش اور شیریں ہوتی جب آپ گفتگو فرماتے تو دلوں کو سکون ملتا اور روح و عقل گرویدہ اور گرفتار ہو جاتے

شیخ ابن قیم اسی حقیقت کو یوں آشکار کرتے ہیں

کان ﷺ افصح الخلق واعذبهم کلاماً و اسرعهم اداء واحلاهم منطقا حتی کان

آپ ﷺ تمام مخلوق سے زیادہ فصیح، میٹھی کلام ادائیگی میں کامل شریں گفتگو والے ہیں حتیٰ کہ آپ کا کلام

کلامہ یاخذ بالقلوب	دلوں کو شیدائی بنا لیتا اور ارواح
ویسبی الا رواح و شھدلہ	گرفتار ہو جاتے اور دشمن بھی اس پر
بذلک اعدائہ	گواہی دیتے

(زادالمعاد،ا=۴۶)

دشمنوں کی گواہی

یہ تو اپنوں کا بیان تھا اب آیئے! ان لوگوں کی زباں سے سنئے جو آپ ﷺ کے مشن اور ذات کے کٹر دشمن تھے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے ولید بن مغیرہ آپ ﷺ کی خدمت میں آیا، اس کے ساتھ حضور ﷺ نے کچھ دیر گفتگو فرمائی۔ بعض آیات قرآنیہ بھی آپ ﷺ نے اسے سنائیں واپس گیا لوگوں نے پوچھا تو کہنے لگا

واللہ ان لقولہ الذی یقول	خدا کی قسم ان کے پیش کردہ کلام میں
طلاوۃ وان علیہ الحلاوۃ	نہایت ہی مٹھاس اور حلاوت ہے

میٹھی میٹھی عبارت پہ شیریں درود
اچھی اچھی اشارت پہ لاکھوں سلام

حضرت اعلیٰ اس شیریں اور میٹھی گفتگو دوبارہ سننے کے لئے عرض کر رہے ہیں ''او ہا مٹھیاں گالیں الاؤ مٹھن''

ایک اور مقام پر انہی میٹھے بولوں کے بارے میں لکھتے ہیں

بھانواں کول آکھاں بول وے ڈھول
تیرے بولن اتوں عالم کراں گھول

(مرآۃ العرفان،۱۸۰)

اسی آرزو کو یوں بھی الفاظ دیتے ہیں

سارا عالم صدقے اکھاں بول توں
واراں سر میں اس انوکھڑے ڈھول توں
بھلدے نہیں او بول مٹھڑے ڈھول دے
بول سانول یار روہی رول دے
رات ساری گزری تارے گندیاں
یاد کر کر قول میزاں مندیاں

(مرأة العرفان، ۱۷)

اردو غزل میں ایک اور انداز میں رقمطراز ہیں

سنا کر میٹھی باتوں کو دکھا حسنیٰ صفاتوں کو
دل کے قافلے لوٹے ہیں خود بیٹھے مکانن میں

(مرأة العرفان، ۱۲)

اثراتِ گفتگو

اس میٹھی میٹھی گفتگو کے اثرات سامعین اور صحابہ پر کیا ہوتے؟ اس کی ایک جھلک بھی ملاحظہ کر لیجئے۔ آپ ﷺ خطاب فرماتے تو سامعین پر عجیب کیفیت طاری ہو جاتی دل محبت و خشیت الٰہی سے دہل جاتے' آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑیاں لگ جاتیں' ہر شخص اپنے آپ کو بھول کر بیان کردہ شی کا مشاہدہ کر رہا ہوتا' اپنے اپنے منہ چادر میں چھپا کر اپنے مولیٰ کے حضور معافی وقرب کے خواستگار ہو جاتے' آپ ﷺ کے مبارک خطاب کا یہ اثر ہوتا کہ پتھر سے پتھر دل بھی پگھل جاتے۔

آنسوؤں کی جھڑیاں

جب آپ ﷺ مجلس میں میٹھی میٹھی زباں سے اللہ تعالیٰ کی رحمت وغضب کی باتیں بیان فرماتے تو اہل مجلس پر عجیب کیفیت طاری ہو جاتی' دل اللہ کی محبت' خوف سے تڑپ اٹھتے اور آنکھوں سے آنسوؤں کے دریا اُمڈ آتے۔ حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں

وعظ رسول اللّٰہ ﷺ	رسالتمآب ﷺ نے ہمیں ایسی
موعظة وجلت منها القلوب	نصیحت و وعظ فرمایا جس سے دل
و ذرفت منها العیون	دہل گئے اور آنکھوں سے آنسوؤں
(سیدنا محمد رسول اللہ،۴۴: بحوالہ سنن ترمذی)	کے چشمے پھوٹ پڑے

منہ چھپا کر رونا

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے' ایک دن من ٹھار ﷺ نے ایسا خطاب فرمایا کہ اس طرح کا خطاب پہلے کبھی نہ سنا، اس میں آپ ﷺ نے جب یہ کلمات فرماتے

لو تعلمون ما اعلم لضحکتم	اگر تمہیں ان باتوں کا علم ہو جائے' جو میں
قلیلاً و لبکیتم کثیراً	جانتا ہوں تو کم ہنسو اور روتے ہی رہو

بس یہ الفاظ آپ کی زباں سے نکلے ہی تھے

فغطی اصحاب رسول ﷺ	صحابہ نے اپنی اپنی چادروں میں منہ چھپا
وجوھھم لھم حنین	کر پھوٹ پھوٹ کر رونا شروع کر دیا

(البخاری، تفسیر سورۃ المائدہ)

مجلس میں رونے کی آوازیں

اگرچہ صحابہ ہر مجلس میں آداب بارگاہ نبوی اور آداب مجلس کا خوب اہتمام کرتے، مگر آپ ﷺ کی شیریں اور دل موہ لینے والی میٹھی گفتگو کے اثرات سے بے بس ہو جاتے، تو رونے پر قابو نہ رہتا، پھر آہ و بکا شروع ہو جاتی حضرت اسماء رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں، ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ نے مجلس کے دوران کھڑے ہو کر خطاب فرمایا، آپ ﷺ نے ان احوال کا تذکرہ کیا جو کسی مرنے والے کو قبر پیش آئیں گے

فلما ذکر ذلک ضج المسلمون ضجة — بس ذکر کرنے کی دیر تھی، تمام اہل مجلس میں آہ و بکا شروع ہو گئی

امام نسائی نے یہ بھی نقل کیا کہ آہ و بکا اس قدر تھی کہ

حالت بینی و بین ان افهم کلام رسول الله فلما سکنت ضجتهم قلت لرجل قریب منی — میں اس آواز کی وجہ سے رسول ﷺ کی مقدس گفتگو سمجھ نہ پائی جب رونے کی آوازیں کمی آئی تو میں نے اپنے قریبی آدمی سے پوچھا

(مشکوۃ، باب اثبات القبر)

روتے روتے بے ہوش ہو جانا

سیدنا ابو ہریرہ اور سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہما سے مروی ہے

ایک دن حبیب خدا ﷺ نے ہمیں خطبہ ارشاد فرمایا، اس میں آپ ﷺ نے تین دفعہ یہ کلمات دہرائے۔ والذی نفسی بیده (مجھے قسم اس ذات اقدس کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے) اس کے بعد آپ ﷺ نے چہرۂ اقدس

نیچے جھکا لیا، پھر کیفیت یہ تھی

فاکب کل رجل منا یبکی لاندری علی ماذا حلف

ہم میں سے ہر آدمی روتے ہوئے زمین پر گر پڑا اور اتنا ہوش بھی نہ رہا کہ آپ ﷺ نے یہ قسم کس پر اٹھائی ہے

کافی دیر کے بعد آپ ﷺ نے سر اقدس اٹھایا تو چہرۂ انور پر خوشی کے آثار تھے اس وقت کی زیارت پر دنیا و مافیہا قربان، پھر فرمایا: جس نے پانچ نمازیں ادا کیں، رمضان کے روزے رکھے، کبائر سے بچا، اس کے لئے جنت کے دروازے کھول دیئے جائیں گے اور کہا جائے گا کہ تو اس میں سلامتی کے ساتھ داخل ہو جا

(النسائی، کتاب الزکوۃ)

تین اوقات میں جنتی

حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے میں اپنے آپ کو تین اوقات میں جنتی سمجھتا ہوں، ان سے پوچھا گیا وہ کون سے اوقات ہیں؟ فرمایا

حین اقرأ القرآن واسمعه واذا سمعت خطبة رسول الله ﷺ واذ شهدت الجنازة

جب قرآن مجید پڑھتا اور سنتا ہوں، جس وقت میں اپنے آقا ﷺ کا خطاب سنتا ہوں اور جب میں کسی جنازہ میں حاضر ہوتا ہوں

(سیدنا محمد رسول اللہ۔۴۴)

جو حمراء وادی سن کریاں

یہ اس مقام کا تذکرہ ہے جہاں دیدار محبوب نصیب ہوا۔ اور ان کی میٹھی میٹھی

دل موہ لینے والی گفتگو سننے کا شرف نصیب ہوا۔ محب اپنے محبوب سے منسوب مقامات' دیار اور آثار سے پیار کرتا ہے۔ جہاں اسے اپنا محبوب اچھا لگتا ہے وہاں اس سے منسوب ہر شی بھی بھلی لگتی ہے۔

شہر مدنیہ تمام شہروں سے محبوب

یہی وجہ ہے اہل محبت ،شہر مدینہ سے اپنے شہر سے بھی بڑھ کر محبت رکھتے ہیں۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، کہ ایک مرتبہ سالت مآب ﷺ نے نجد کی طرف ایک لشکر بھیجا۔ وہ لشکر یمامہ کے سربراہ ثمامہ بن ثلال کو گرفتار کرکے لایا۔ آپ ﷺ نے اسے مسجد کے ستون کے ساتھ باندھنے کا حکم دیا' تین دن تک وہ شخص وہاں بندھا رہا۔ روزانہ آپ ﷺ اس سے گفتگو فرماتے۔ بالآخر تیسرے دن آپ نے اسے کھول دینے کا حکم صادر فرمایا سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب ہم نے اسے کھول دیا تو وہ مسجد نبوی کے قریب ایک باغ تھا' وہاں چلا گیا غسل کیا اور فی الفور واپس آ کر آپ کے دست اقدس پر یہ کہتے ہوئے اسلام قبول کرلیا

یا محمد و اللہ ما کان علی وجہ	یا رسول اللہ! اللہ کی قسم اس روئے زمین
الارض من وجہ ابغض الیَّ من	پر آپ کے چہرے سے بڑھ کر مجھے کوئی
وجھک فقد اصبح وجھک	شی ناپسند نہ تھی' مگر زیارت کے بعد اب
احب الوجوہ کلھا و اللہ ما کان	آپ کے چہرۂ اقدس سے بڑھ کر مجھے
من دین ابغض الی من دینک	کوئی شے محبوب نہیں۔ اللہ کی قسم آپ کا
فاصبح دینک احب الدین کلہ	دین میرے ہاں سب سے زیادہ مبغوض
الیَّ و اللہ ما کان من بلد ابغض	وناپسند تھا لیکن اب وہ تمام ادیان سے

پسند یدہ ہے۔اللہ کی قسم! آپ کے شہر سے بڑھ کر کوئی شہر ناپسند نہ تھا مگر آج یہ شہر مدینہ تمام شہروں سے محبوب تر ہے	الیَّ من بلدک فاصبح بلدک احب البلاد کلھا الیَّ (مشکوٰۃ المصابیح، ۳۴۵)

اس روایت میں یہ الفاظ ''آپ کے چہرۂ اقدس سے بڑھ کر کوئی شی محبوب نہیں'' یہ شہر مدینہ تمام شہروں سے محبوب تر ہے۔''محبت کی علامت واضح کر رہے ہیں' اگر کسی کے دل میں محبوب کے شہر سے محبت نہیں' وہ مت سوچے مجھے ان سے محبت ہے کیوں ہوتی تو ان کے شہر' ان کی گلیوں اور ان کے آثار سے ضرور لگن اور محبت ہوتی۔

دیکھنے والا مجنوں سمجھتا

آؤ محبت والوں کو پڑھو، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما حضور ﷺ اور آپ کے آثار سے اس قدر پیار کرتے تھے کہ دیکھنے والا انہیں دیوانہ اور مجنون تصور کرتا' ان کے شاگرد حضرت نافع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں

اگر تم حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو آثار رسول ﷺ کی تلاش اور اتباع کرتے ہوئے دیکھ لو تم کہو یہ تو کوئی دیوانہ ہے	لو رأیت ابن عمر یتتبع آثار رسول اللہ ﷺ لقلت ھذا مجنون (المستدرک، ۳=۶۴۷)

محبوب کی یادیں تروتازہ رہیں

ان کی آثارِ رسول ﷺ سے محبت و پیار کی ایک اور جھلک بھی ملاحظہ کر لیجئے کہ وہ ان درختوں کو ہمیشہ پانی دیا کرتے' جن کے بارے میں یہ علم ہوتا کہ ان کے پاس

حبیب خدا ﷺ تشریف فرما ہوئے، پوچھنے پر فرماتے یہ اس لیے کرتا ہوں تا کہ میرے آقا کی یادیں تروتازہ رہیں' حضرت نافع رضی اللہ عنہ کا بیان ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما ان تمام مقامات کی زیارت کرتے جہاں جہاں آپ ﷺ نے نماز ادا کی تھی حتی کہ اس درخت کے پاس جاتے جس کے نیچے سرور عالم ﷺ تشریف فرما ہوئے

فیصب فی اصلها الماء کیلا تیئس — اور اسے پانی دیتے تا کہ کہیں یہ سوکھ نہ جائے

(کنز العمال، ۱۳=۴۷۸)

صحیح ابن حبان کے الفاظ ہیں

وکان یسقیها الماء کیلا تیئس — اور پانی دیا کرتے تا کہ یہ خشک نہ ہو جائے

شہر حبیب ﷺ میں موت کی دعا

لگے ہاتھوں امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی دعا بھی سامنے لے آتے ہیں اور ان کے ساتھ شریک ہو کر ہم بھی عرض کریں

اللهم ارزقنی شهادة فی سبیلک وارزقنی موتا فی بلد حبیبک — اے اللہ ہمیں اپنے راستے میں شہادت اور اپنے محبوب کے شہر میں موت نصیب فرما

(شرح الشفاء، ۱=۱۶۶)

وادی محصب اور معمول صحابہ

حج کے موقعہ پر آپ ﷺ منیٰ سے مکۃ المکرمہ آتے ہوئے وادی محصب (ابطح)

میں قیام پذیر ہوئے۔ صحابہ کرام خصوصاً خلفاء راشدین اور حضرت عبداللہ بن عمر منیٰ سے واپسی پر وہاں قیام کرتے چار نمازیں ادا کرتے رات قیام کرتے پھر مکہ روانہ ہوتے

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و ابوبکر و عمر و عثمان ینزلون الا بطح

رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم وادی ابطح (محصب) میں قیام فرمایا کرتے

(سنن ترمذی، کتاب الحج)

بخاری میں حضرت نافع رضی اللہ عنہ سے ہے

نزل بالمحصب رسول اللہ و عمر و ابن عمر

(البخاری، کتاب الحج)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، حضرت عمر اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما وادی محصب میں ٹھہرا کرتے

درخت کی تلاش

حضرت ناعم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے ہم حج کے لئے حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے ساتھ روانہ ہوئے مکۃ المکرمہ کے قریب جا کر انہوں نے ایک درخت کی تلاش کی اور اس کے نیچے جا کر بیٹھے ہم نے وجہ پوچھی تو فرمایا

رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تحت هذا الشجرة

میں نے اس درخت کے نیچے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تشریف فرما دیکھا تھا

(مسند احمد، ۲=۳۴۸)

ستون کے پاس نماز

حضرت یزید بن عبید سے مروی ہے کہ میں حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ

کے ساتھ مسجد نبوی میں آیا' انہوں نے ایک ستون تلاش کر کے اس کے پاس نماز پڑھی' میں نے وجہ پوچھی تو فرمانے لگے

فانی رأیت رسول اللّٰہ	میں نے رسول اللہ ﷺ کو اہتماماً اس
یتحری الصلاۃ عند ھا	ستون کے پاس نماز ادا کرتے ہوئے
(البخاری، ۱=۵۰۲)	دیکھا

کیا کیا بیان کریں اور کیا کیا چھوڑیں

یہ تو طیبہ کی محبت کا اثر ہے ورنہ
کون روتا ہے لپٹ کر درو دیوار کے ساتھ

حضرت اعلیٰ بھی اسی مقام زیارت کا تذکرہ کر رہے ہیں

اوہا مٹھیاں گالیں الاؤ مٹھن
جو حمراء وادی سن کریاں

اس مقدس وادی کا تذکرہ حضرت کے کلام میں جا بجا ملتا ہے۔ چند مقامات ملاحظہ کیجئے

۱۔ اردو غزل میں فرماتے ہیں

مدینے میں بلا بھیجو قریب وادیٔ حمراء
تڑپ کر ڈال لوں میں ہاتھ پھر سیمین ساقن میں

ساقن سے مراد پنڈلی مبارک ہے یعنی میں قدموں سے لپٹ جاؤں۔

۲۔ ''دل لگڑا بے پرواہاں نال'' کے عنوان کے تحت لکھتے ہیں

کراں یاد میں سوہنی جہات نوں — اس سفرِ عرب والی رات نوں
اس حمراء وادی دی گھات نوں — یا لتینی یوم الوصال

آخری عربی مصرعہ کا ترجمہ ہے کہ کاش ملاقات کا وہ دن پھر آئے۔

وادیٔ حمراء سے چل کر حضور پاک کے یہ عاشق صادق اب شہرِ مدینہ میں مسجد نبوی میں جا پہنچے ہیں اور درِ اقدس پر کھڑے ہو کر صدا دے رہے ہیں



باب ۱۱

نماز صحابہ اور حسن مصطفوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

آخری زیارت اور دیدار

حجرے تو مسجد آو ڈھولن

لذت دیدار سے آنکھیں نہ جھپکنا

استقبال کی جھلکیاں

تمام انبیاء کا اجتماع اور امامت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

ایک نہایت خوبصورت تفسیر

--- ۱۱ ---

حجرے توں مسجد آؤ ڈھولن نوری جھات دے کارن سارے سکن
دو جگ اکھیاں راہ دا فرش کرن سب انس و ملک حوراں پریاں

الفاظ کے معانی

حجرے، کاشانہ نبوی۔ **ڈھولن**، محبوب کریم۔ **نوری جھات**، نورانی جھلک کی زیارت، **کارن**، کے لئے۔ **سکن**، بے تابی۔ **دو جگ**، دونوں جہان۔ **فرش کرن**، بچھنا۔ **انس**، انسان۔ **ملك**، فرشتے۔ **حوراں**، جنتی حوریں۔ **پریاں**، خوبصورت جنات۔

شعر کا مفہوم

یا رسول اللہ حجرۂ انور سے مسجد نبوی میں تشریف لائیں تا کہ آپ کے چہرۂ انور کی زیارت کا شرف پا سکیں۔ دونوں جہان کی تمام مخلوق خواہ وہ انسان ہیں یا جنات' ملائکہ ہیں یا حوران بہشتی وہ تمام کی تمام آپ کی راہ میں آنکھیں فرش راہ کیے ہوئے ہیں۔

شعر کی تشریح

ان دو اشعار کا مفہوم اور تشریح سمجھنے سے پہلے دو چیزوں کا تفصیل سے سامنے لانا نہایت ہی ضروری ہے

نماز صحابہ اور حسن مصطفوی ﷺ

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ صحابہ کرام دوران نماز بھی دیدار مصطفوی ﷺ کے مشتاق رہتے تھے ان کے اس اشتیاق کے چند مظاہر پیش کرنے سے پہلے ضروری ہے کہ صحابہ کا نماز میں محویت واستغراق کا عالم مختصراً بیان کر دیا جائے۔

یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ نماز میں صحابہ کا انہماک، حضوری، رقت وسوز اپنے کمال وعروج پر ہوتا تھا۔ حالت نماز میں وہ دنیاومافیہا سے بے خبر اپنے مولا کی یاد میں اس طرح محو ومستغرق ہو جاتے کہ انہیں سوائے رب العزت کے اور کچھ یاد نہ رہتا۔ اگر ان کا چہرۂ کعبہ کی طرف ہوتا تو دل رب کعبہ کی طرف، جبین در مولیٰ پر جھکی رہتی تو دل حسن مطلق پر نچھاور ہو رہا ہوتا۔ آنسوؤں کی جھڑیاں لگ جاتیں۔ مصلیٰ تر ہو جاتا۔ ساری ساری رات اسی کیفیت میں بسر ہو جاتی۔ اس انہماک پر آگاہی کے لیے یہ واقعات کافی ہیں

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے بارے میں منقول ہے

کان ابو بکر رضی الله عنه	حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ
لا یلتفت فی صلاته	حالت نماز میں اپنی تمام توجہ نماز میں
(حیات الصحابہ، ۳=۱۳۶)	مرکوز رکھتے

ایک مرتبہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے جسم اطہر میں ایک ایسا تیر لگا جس کا نکالنا مشکل ہو گیا۔ صحابہ نے باہم طے کیا کہ جب نماز میں کھڑے ہوں گے تو اس وقت یہ نکال لیا جائے۔ لہذا جب آپ بارگاہ ایزدی میں کھڑے ہوئے تو صحابہ نے وہ تیر نکال دیا اور آپ کو محسوس تک بھی نہ ہوا۔ جب نماز سے فارغ ہوئے، خون دیکھا تو

پوچھا یہ کیسا خون ہے؟ صحابہ نے عرض کیا آپ کا تیر نکال لیا گیا ہے۔

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کی نماز میں کھڑے ہونے کی کیفیت اس طرح منقول ہے

کانہ یقوم فی الصلوٰۃ کان عوداً	نماز میں اس طرح کھڑے ہوتے جیسے زمین میں لکڑی گاڑ دی گئی ہے

(منتخب الکنز، ۴=۳۶۰)

چہرہ اور سر جل گیا مگر

انہی کے بارے میں منقول ہے کچھ لوگوں نے ان کی اس قدر حضوری ونماز کو ریا کاری اور دکھلاوا قرار دیتے ہوئے

فصبوا علی رأسہ ماء حمیما فسلخ وجھہ ورأسہ وھو لا یشعر فلما سلم من صلاتہ قال ماشانی؟فذکر والہ القصۃ فقال حسبنااللہ ونعم الوکیل	ان کے سر پر کھولتا ہوا گرم پانی ڈال دیا جس سے ان کا چہرہ اور سر جل گیا مگر انہیں خبر نہ ہوئی سلام پھیرنے کے بعد دیکھا تو محسوس کیا اور پوچھا کیا ہوا؟ لوگوں نے واقعہ عرض کیا تو فرمانے لگے ہمارے لئے اللہ کافی ہے اور وہی بہتر کارساز ہے

(نزول الرحمۃ للسیوطی، ۴۸)

ان تمام واقعات سے صحابہ کا نماز میں حد درجہ استغراق وانہماک ظاہر ہورہا ہے۔

نماز اور زیارت نبوی کا حسین منظر

لیکن دنیائے آب وگل میں ایک نظارہ ایسا بھی ہے جس کی لذت وحلاوت

میں صحابہ نماز جیسی چیز کو بھول جاتے تھے۔

رسالت مآب ﷺ اپنے مرض وصال میں جب تین دن تک مسلسل باہر تشریف نہ لے آئے تو وہ نگاہیں جو روزانہ دیدار سے مشرف ہوا کرتی تھیں ترس کر رہ گئیں اور سراپا انتظار تھیں کہ کب ہمیں اپنے مقصود و مطلوب کا دیدار نصیب ہوتا ہے۔ بالآخر وہ مبارک و مسعود لمحہ ایک دن حالت نماز میں نصیب ہو گیا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایام وصال میں جب کہ نماز کی امامت کے فرائض سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے سپرد تھے۔ سوموار کے روز جب تمام صحابہ صدیق رضی اللہ عنہ کی اقتدا میں بارگاہ ایزدی میں حاضر تھے تو آپ ﷺ نے قدرے افاقہ محسوس کیا

روایت کے الفاظ ہیں

فکشف النبی ﷺ ستر الحجرة ینظر الینا وھو قائم کان وجھه ورقة مصحف ثم تبسم (البخاری، ۱=۹۳)	آپ نے اپنے حجرہ مبارک کا پردہ اٹھا کر ہمیں دیکھنا شروع فرمایا (ہم نے دیکھا) کہ آپ مسکرا رہے تھے اور آپ کا چہرۂ انور قرآن کے ورق کی طرح پرنور تھا

حضور پرنور ﷺ کے دیدار فرحت آثار کے بعد اپنی کیفیت بیان کرتے ہوئے حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں

فھممنا ان نفتتن من الفرح برؤیة النبی ﷺ فنکص ابو بکر علی عقبیه لیصل الصف	آپ کے دیدار کی خوشی میں ہم نے ارادہ کر لیا کہ نماز کو بھول کر آپ کے دیدار ہی میں محو ہو جائیں ابوبکر

وظن ان النبی ﷺ خارج الی الصلوة

(البخاری،۱=۹۳)

صدیق رضی اللہ عنہ یہ خیال کرتے ہوئے مصلّی چھوڑ کر پیچھے ہٹ آئے کہ شاید آپ ﷺ جماعت کروانے کے لیے تشریف لائے ہیں

ان پر کیف لمحات کی منظر کشی ان الفاظ میں بھی کی گئی ہے

فلما وضح لناوجه نبی ﷺ مانظرنا منظرأ قط اعجب الینا من وجه النبی ﷺ حین وضح لنا

(البخاری،۱=۹۴)

جب پردہ ہٹا اور آپ کا چہرۂ انور سامنے آیا تو یہ اتنا حسین اور دلکش منظر تھا کہ ہم نے پہلے کبھی ایسا منظر نہیں دیکھا تھا

مسلم شریف میں 'فھممنا ان نفتتن' کی جگہ یہ الفاظ منقول ہیں

فبھتنا ونحن فی الصلوٰة من فرح خروج النبی ﷺ

(المسلم،۱=۱۷۹)

آپ کے دیدار کی خوشی میں ہم مبہوت ہو کر رہ گئے یعنی نماز کی طرف توجہ نہ رہی

اقبالؒ نے حالت نماز میں صحابہ کے دیدار محبوب سے محظوظ ہونے کے منظر کو کیا خوب قلم بند کیا ہے

اداء دید سراپانیاز تھی تیری
کسی کو دیکھتے رہنا نماز تھی تیری

شارحین نے حدیث نے 'فھممنا ان نفتتن من الفرح برؤیة النبی' کا معنی اپنے اپنے ذوق کے مطابق کیا ہے

۱۔ امام قسطلانی، ارشاد الساری میں لکھتے ہیں

فهممنا ای قصدنا ان نفتتن بان نخرج من الصلوة — ہم نے ارادہ کر لیا کہ دیدار کی خاطر نماز چھوڑ دیں

(ارشاد،۲=۴۴)

۲۔ لامع الدراری میں ہے

وكانو امترصدين الى حجرته فلما احسوا برفع الستر التفتوا اليه بوجوههم — تمام صحابہ کی توجہ حجرہ کی طرف مرکوز تھی جب انہوں نے پردے کا ہٹنا محسوس کیا تو تمام نے اپنے چہرے حجرہ انور کی طرف کر لئے

(لامع الدراری الجامع البخاری،۳=۱۵۰)

۳۔ مشہور اہل حدیث عالم مولانا وحید الزماں ترجمہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں

فهممنا ان نفتتن من الفرح برؤية النبی صلی اللہ علیہ وسلم — آنحضرت ﷺ کے دیدار سے ہم کو اتنی خوشی ہوئی کہ ہم خوشی کے مارے نماز توڑنے ہی کو تھے کہ آپ نے پردہ نیچے ڈال دیا

(ترجمۃ البخاری،۱=۳۴۹)

امام ترمذی کی روایت کے یہ الفاظ ہیں

فكاد الناس ان يضطربوا فاشار الناس ان اثبتوا — قریب تھا کہ لوگوں میں اضطراب پیدا ہو جاتا آپ ﷺ نے فرمایا اپنی اپنی جگہ کھڑے رہو

(شمائل ترمذی)

شیخ ابراہیم بیجوری صحابہ کے اضطراب کا ذکر یوں کرتے ہیں

فقرب الناس ان یتحرکو امن کمال فرحھم شفاءہ ﷺ حتی ارادوا ان یقطعوا الصلوۃ لاعتقادھم خروجہ ﷺ یصلی بھم واردوا ان یخلوالہ الطریق الی المحراب وھاج بعضھم فی بعض من شدۃ الفرح

قریب تھا کہ صحابہ کرام آپ ﷺ کے شفاء یاب ہونے کی خوشی میں متحرک ہو جاتے۔ حتیٰ کہ انہوں نے نماز توڑنے کا ارادہ کرلیا اور سمجھے کہ شاید ہمارے آقا نماز پڑھانے باہر تشریف لا رہے ہیں لہٰذا ہم محراب تک کا راستہ خالی کردیں چنانچہ بعض صحابہ خوشی کی وجہ سے کود پڑے

(المواہب اللدنیہ علی شمائل المحمدیہ، ۱۹۴)

امام بخاری نے باب التفات فی الصلوٰۃ کے تحت صحابہ کی یہ والہانہ کیفیت ان الفاظ میں بیان کی ہے

وھم المسلمون ان یفتتنوا فی صلوتھم فاشار الیھم اتموا صلاتھم (بخاری،۱=۱۰۴)

مسلمانوں نے نماز ترک کرنے کا ارادہ کرلیا۔ یہاں تک کہ آپ ﷺ نے نماز کو پورا کرنے کا حکم دیا

برصغیر کے عظیم اور مسلم محدث مولانا احمد علی سہارنپوری نے اس روایت کا ترجمہ اور فوائد ان الفاظ میں ذکر کئے ہیں

ای قصد المسلمون ان یقعوا فی الفتنۃ فی صلاتھم وذھابھا فرحا بصحۃ رسول ﷺ وسروراً فیہ دلیل علی انھم

مسلمانوں نے آپ کی صحت کی خوشی اور سرور میں اپنی نمازیں چھوڑنے کا ارادہ کرلیا۔ یہ روایت واضح کر رہی ہے کہ پردے کے ہٹتے ہی صحابہ نے

التفتوا اليه حين كشف الستر لا نه قال فاشار اليهم ولولا التفاتهم اليه مارأوا اشارته (حاشیہ بخاری،۱=۱۰۴)

اپنی توجہ کا شانۂ نبوی کی طرف کر دی تھی کیونکہ اگر صحابہ اس طرف متوجہ نہ ہوتے تو آپ کے اشارے کو نہ دیکھ سکتے حالانکہ انہوں نے آپ کے اشارہ کو دیکھ کر اپنی نماز پوری کی

میرا مصحف تے قرآن وی توں

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی مذکورہ روایت میں ان کے یہ الفاظ کس قدر محبت پر شاہد ہیں، ہم نے زیارت کا شرف پایا

وهو قائم كان وجهه ورقة مصحف ثم تبسم (البخاری،۱=۹۳)

آپ کھڑے مسکرا رہے ہیں اور آپ کا چہرۂ انور قرآن کے ورق کی طرح تھا

دوسری روایت کے الفاظ ہیں

فنظرت الى وجهه كانه ورقة مصحف (شمائل ترمذی،۳۳)

میں نے آپ کے چہرہ اقدس کو قرآن مجید کے ایک ورق کی طرح پایا

امام عبدالرؤف مناوی وجہ تشبیہ ذکر تے ہیں

حسن الوجه وصفاء البشرة وسطوع الجمال لما افيض عليه من مشاهدة جمال الذات (حاشیہ علی الشمائل،۲=۲۰۴)

چہرۂ اقدس اپنے حسن، صفائی اور جمال کی دمک میں قرآن کی طرح ہے کیونکہ اس چہرۂ اقدس نے جمال ذات باری تعالیٰ کے مشاہدہ کا فیضان پایا ہے

کسی اہل محبت نے کیا ہی خوب کہا

مصحفے را ورق ورق دیدم
ہیچ سورت نہ مثل صورت اوست

آخری زیارت ودیدار

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ الفاظ بھی مروی ہیں کہ میرا یہ آخری دیدار اور زیارت تھی

آخر نظرة نظر تها الى رسول الله ﷺ و كشف الستارة يوم الا ثنين (مسلم)

مجھے آپ کے چہرۂ اقدس کی آخری زیارت اور دیدار اس وقت نصیب ہوا جب پیر کے دن آپ ﷺ نے پردہ ہٹا کر صحابہ کو نماز پڑھتے ہوئے ملاحظہ کیا

مسجد میں تشریف نہ لانے پر اس قدر تڑپ رکھنے والے صحابہ کے بارے میں غور کیجئے اوقات نماز میں جب وہ مسجد نبوی میں آتے اور حضور ﷺ کی تشریف آوری نہ ہوتی تو ان اہل محبت پر کیا گزرتی ہوگی اسی کیفیت کا منظر حضرت نے ان دو اشعار میں بیان کر دیا ہے پہلے میں مرض وصال اور دوسرے میں وصال کے بعد کی کیفیات صحابہ کا تذکرہ ہے۔اور یہی کیفیت حضورر ﷺ کے سب عشاقِ حقیقی کی ہے

حجرے توں مسجد آ وُ ڈھولن

جب تک آپ ﷺ کی طبیعت مبارکہ اجازت دیتی رہی آپ مسجد میں نماز پڑھانے تشریف لاتے رہے حتیٰ کہ بعض اوقات دو آدمیوں کے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر بھی

آپ کی تشریف آوری ہوتی، ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہما سے ہے۔ جب آپ ﷺ کے مرض میں اضافہ ہوگیا

فخرج وھو بین الرجلین تخط رجلاہ فی الارض (بخاری،۲=۶۳۹)

تو آپ ﷺ نماز کے لئے اس حال میں نکلے کہ دو آدمیوں کے درمیان تھے اور آپ کے پاؤں زمین سے اٹھ نہ رہے تھے

جب یہ بھی دشوار ہو گیا تو آپ ﷺ نے پوچھا۔ کیا لوگوں نے نماز ادا کر لی ہے؟ عرض کیا۔ یارسول اللہ ابھی تک انہوں نے نماز ادا نہیں کی

لاھم ینتظرونک یا رسول اللہ — ابھی نہیں پڑھی وہ تو آپ ہی کے انتظار میں ہیں

فرمایا میرے لیے پانی تیار کرو' آپ ﷺ نے غسل فرمایا' اس کے بعد آپ پر استغراق کا عالم طاری ہو گیا' اس کیفیت سے واپسی پر پوچھا کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی ہے؟ عرض کیا

لاھم ینتظرونک یا رسول اللہ — ابھی نہیں پڑھی وہ تو آپ ہی کے انتظار میں ہیں

فرمایا پانی لاؤ آپ نے غسل فرمایا اس کے بعد استغراقی کیفیت طاری ہو گئی۔ اس سے واپسی پر پوچھا کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی ہے؟ ہم نے عرض کیا

ھم ینتظرونک یا رسول اللہ — ابھی نہیں پڑھی، آپ کے انتظار میں ہیں

اور کیفیت یہ تھی

والناس عکوف فی المسجد ینتظرون النبی ﷺ لصلاۃ العشاء الاٰخرۃ
لوگ مسجد میں نماز عشاء کے لئے حبیب خدا ﷺ کے انتظار میں رہے

پھر آپ ﷺ نے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو نماز پڑھانے کا ارشاد فرمایا

صحابہ کی انہی کیفیات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے حضرت اعلیٰ نے لکھا

حجرے توں مسجد آؤ ڈھولن
نوری جھات دے کارن سارے سکن

یہ تمام صحابہ کیوں انتظار میں ہیں اس لیے کہ وہ آپ ﷺ کی زیارت و دیدار کے لئے بے تاب ہیں؟ جو صحابہ نماز میں دائیں طرف اس لیے کھڑے ہوتے تاکہ پہلے زیارت کا شرف پالیں، حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے

کنااذا صلینا خلف رسول اللہ ﷺ احببنا ان نکون عن یمینہ فیقبل الینا بوجھہ ﷺ
(سنن ابوداؤد، ۱=۹۰)

ہم جب بھی حضور ﷺ کی اقتدا میں نماز ادا کرتے تو ہم پوری کوشش کرتے کہ آپ کے دائیں جانب کھڑے ہوں اور آپ ﷺ ہماری طرف چہرۂ انور کرکے تشریف فرما ہوں

پھر بعض بیان کرتے ہیں جب آپ نے دائیں بائیں سلام پھیرا تو میں نے آپ کے رخسار کی سفیدی کی زیارت کا شرف پایا۔ حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ میں نے آپ ﷺ کے پیچھے نماز ادا کی

سلم عن یمینہ و عن شمالہ
آپ ﷺ نے دائیں بائیں سلام

حتی رأیت بیاض خده — پھیرا حتیٰ کہ میں نے آپ کے مبارک رخسار کی سفیدی دیکھی

(سنن ابوداؤد،۱=۱۳۵)

زیارت نہ کریں تو مر جائیں

بلکہ جن کے شوق ملاقات وزیارت کا یہ عالم ہے اگر زیارت نہ کر پائیں تو مر جائیں‘ ان کی اس وقت بے قراری کا عالم کیا ہوگا؟ امام شعبی‘ حضرت عبداللہ بن زید انصاری رضی اللہ عنہ کے بارے میں نقل کرتے ہیں ایک دن انہوں نے محبوب کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوکر عرض کیا

والله یا رسول الله لانت احب الیَّ من نفسی ومالی وولدی واهلی — اللہ کی قسم، یارسول اللہ آپ مجھے اپنی جان، مال‘ اولاد اور اہل سے زیادہ پیارے ہیں

اور میرے آپ کو چاہنے اور پیار کا عالم یہ ہے

لولانی اتیک فأراک لرأیت ان اموت — اگر میں آپ کی زیارت نہ کر پاؤں تو میری موت واقع ہو جائے

(المواہب اللدنیہ،۲=۹۴)

یہ عرض کرنے کے بعد وہ صحابی زار و قطار رو دیئے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنھما بیان کرتے ہیں ایک شخص حضور ﷺ کی خدمت میں آیا اور عرض کیا یارسول اللہ

انی لاحبک حتی انی اذکرک فلولا انی اجئ — میں آپ سے محبت و پیار کرتا ہوں حتیٰ کہ میں آپ کا ہی ذکر کرتا

بالنظر الیک ظننت ان نفسی تخرج (المعجم الکبیر للطبرانی)

رہتا ہوں اگر میں آ کر آپ کی زیارت نہ کروں تو مجھے یوں محسوس ہوتا ہے میری جان نکل جائے گی

لذت دیدار سے آنکھیں نہ جھپکنا

بلکہ بعض اوقات وہ دیدار و زیارت کے وقت اس طرح ٹکٹکی باندھ کر دیکھتے کہ آنکھ جھپکنے نہ پاتی یعنی آنکھ جھپکنے کی مقدار بھی وہ زیارت سے محروم نہ رہنا چاہتے امام طبرانی اور امام مردویہ نے ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے ایک صحابی کے بارے میں یہ روایت نقل کی ہے جسے پڑھ کر انسان جھوم اٹھتا ہے آپ فرماتی ہیں

کان رجل عند النبی ﷺ فینظر الیہ لایطرف

ایک صحابی محبوب خدا ﷺ کے پرانور چہرۂ اقدس کو اس طرح ٹکٹکی باندھ کر دیکھتے کہ آنکھ جھپکنے نہ پاتی اور نہ اسے کسی اور طرف پھیرتے

آپ ﷺ نے اس کیفیت محبت کو دیکھ کر فرمایا

مابالک؟

اس طرح دیدار کی وجہ کیا ہے؟

انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ!

بابی انت و امی اتمتع بک بالنظر الیک (ترجمان السنہ، ۱=۳۶۵)

میرے والدین آپ پر فداں ہوں، آپ کے من ٹھار چہرۂ اقدس کی زیارت سے لذت پار رہا ہوں

اس روایت کے دو جملے 'ینظر الیه لایطرف' (اس طرح دیکھ رہے تھے کہ آنکھ نہ جھپکتے) اور 'انی اتمتع بک بالنظر' (میں آپ کی زیارت سے لذت حاصل کر رہا ہوں) بار بار پڑھیے اور ان خوش بخت عشاق پر رشک کیجئے جن کی ہر ہر ادائے محبت نے انسانیت کو پیار و عشق کا پیغام دیا

ایمان افروز قول

اس مقام پر سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کے اس قول کا ذکر بھی ضروری ہے، جس میں انہوں نے زیارت مصطفوی ﷺ کی لذت کو سخت پیاس کے موقعہ پر ٹھنڈے پانی سے محبت پر فوقیت دی، حضرت قاضی عیاض نقل کرتے ہیں، آپ سے پوچھا گیا

کیف کان حبکم رسول الله ﷺ؟	صحابہ کو آپ ﷺ کے ساتھ کس قدر محبت تھی؟
	انہوں نے فرمایا، رسول اللہ ﷺ ہمیں
احب الینا من اموالنا واولادنا وابائنا وامهاتنا واحب الینا من الماء البارد علی الظماء	اپنے اموال، اولاد، آباء اور امہات سے بھی زیادہ پیارے تھے، کسی پیاسے کو ٹھنڈے پانی سے جس قدر پیار ہوتا ہے، ہمیں اپنے آقا اس سے بھی بڑھ کر پیارے تھے
(الشفاء، ۲=۵۶۸)	

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں اپنے آقا کے حضور عرض کیا کرتا یارسول اللہ!

انــی اذارأیتک طـابـت نفسـی وقرت عینی — جب میں آپ کو دیکھ لیتا ہوں' دل خوشی سے جھوم اٹھتا ہے اور آنکھیں ٹھنڈی ہو جاتی ہیں

(سیدنا محمد رسول اللہ' ۴۰۷)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک صحابی آپ کا چہرۂ اقدس دیکھ کر بے اختیار پکار اٹھا

انک احـب والـدی ومـن عینی ومـنـی وانـی لاحبک بـداخلی وخارجی و سری و علانیتی — آپ مجھے میرے والدین' میری ذات سے بھی زیادہ محبوب ہیں' آقا میرے ظاہر و باطن اور خلوت و جلوت میں آپ ہی کی محبت کی حکمرانی ہے

(تاریخ ابن کثیر،۲=۱۴۹)

دیدارِ حبیب، پسندیدہ معمول

محبوب کریم ﷺ سے ان کے پیار و محبت کا یہ عالم تھا کہ ان کے ہاں آپ کا دیدار نہایت ہی پسندیدہ معمول تھا۔ جب حضور ﷺ نے اپنی تین پسندیدہ اشیاء کا تذکرہ فرمایا تو سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے سنتے ہی عرض کیا، یارسول اللہ مجھے بھی تین چیزیں پسند ہیں، ان میں سے اہم ترین یہ ہے

الـنـظـرالـی وجـه رسول اللـه صلی اللہ علیہ وسلم — آپ کے چہرۂ اقدس کو تکتے رہنا نصیب رہے

(منبھات ابن حجر،۲۱)

کیا ان اوقات نماز میں ان کی یہی کیفیت نہ تھی؟

حجرے توں مسجد آؤ ڈھولن
نوری جھات دے کارن سارے سکن

دو جگ اکھیاں راہ دا فرش کرن

''آنکھیں فرش راہ کرنا'' محبت اور استقبال کے لئے محاورہ ہے، جب لوگ سفر حج سے واپس آتے ہیں، تو لوگ ان کا استقبال کرتے ہوئے پڑھتے ہیں

تیری راہواں وچ اکھیاں بچھاواں مدینے وچوں آن والیا

حضرت اعلیٰ علیہ الرحمہ یہاں واضح کررہے ہیں کہ آپ ﷺ کی تشریف آوری کے لئے ہماری ہی نہیں دونوں جہاں کی مخلوق کی آنکھیں فرش راہ ہیں اس میں ہرگز مبالغہ نہیں بلکہ حقیقت ہی یہی ہے

استقبال کی جھلکیاں

اگر ہم ان حقائق سے آگاہی چاہتے ہیں تو ہمیں سفر معراج کا مطالعہ کرلینا چاہیے آیئے اس موقعہ پر آپ کے استقبال کی چند جھلیاں ملاحظہ کرلیجئے

حضرت جبرئیل کا لینے آنا

حضرت جبرئیل امین علیہ السلام کا مقام کس قدر ہے؟ یہاں اس کی تفصیل کی گنجائش نہیں مگر دو باتیں ذہن نشین کرلیں

۱۔ تمام ملائکہ اور روحانی دنیا کے سربراہ ہیں

۲۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضور ﷺ تک تمام انبیاء پر اللہ تعالیٰ

نے مخلوق کیلئے جو شریعت نازل کی وہ تمام انہی کے واسطہ سے نازل فرمائی

معراج کے موقعہ پر انہی کو بھیجا گیا تا کہ وہ آپ کو ساتھ لائیں۔ یعنی محض دعوت ہی نہیں بلکہ خصوصی نمائندہ لانے کے لئے بھیجا گیا

سواری کا بھیجنا

پھر نمائندہ ہی نہیں بھیجا بلکہ ساتھ سواری (براق) بھی بھیجی اور یہ بھی کسی مہمان کا اکرام ہوتا ہے کہ میزبان' مہمان کے لئے سواری بھیج کر آنے کے لئے کہے

تمام انبیاء کا جمع ہونا

بیت المقدس میں اس کائنات کے دنیاوی بادشاہوں کو نہیں بلکہ اصل تمام تاجداروں کو جمع کیا جنہوں نے مہمان کا استقبال کیا

امامت کروانا

وہاں محض ملاقات ہی نہیں بلکہ آپ ﷺ کو حضرت جبریل امین نے عرض کیا آپ جماعت کروائیں لہٰذا آپ نے تمام انبیاء علیھم السلام کی امامت کروائی جس سے آپ کا امام الانبیاء ہونا عملاً واضح و آشکار ہو گیا

استقبالی خطبے

اس مقام پر حضرات انبیاء علیہ السلام نے آپ کو استقبالیہ کلمات و خطبات کہے جو حدیث و سیرت کی کتابوں میں محفوظ ہیں، آخر میں آپ ﷺ نے خطبہ دیا، اور حمد و ثنائے رب جلیل بیان کرتے ہوئے فرمایا

الحمد لله الذی ارسلنی رحمة للعالمین و کافة للناس بشیراً و نذیراً و انزل علی القران فیه تبیان کل شیئی	تمام حمد اللہ کی، جس نے مجھے تمام جہانوں کے لئے رحمت بنایا اور تمام انسانوں کے لئے بشیر و نذیر بنایا، اور مجھ پر قرآن نازل کیا، جس میں ہر شئے کی تفصیل ہے

اس پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرات انبیاء سے مخاطب ہو کر فرمایا

بهذا فضلکم محمد صلی اللہ علیہ وسلم (المواہب اللدنیہ، ۳=۱۵)	یہی وہ مقامات ہیں جن کی بنا پر حضور ﷺ کو تم پر فضیلت حاصل ہے

ہر آسمان پر استقبال

پھر ہر آسمان پر حضرات انبیاء علیہم اسلام نے آپ کا استقبال کیا مثلاً کسی پر حضرت آدم علیہ السلام کسی پر حضرت عیسیٰ، کسی پر حضرت موسیٰ اور کسی پر حضرت ابراہیم علیہم السلام استقبال کے لیے موجود تھے

فقط آپ کے لیے دروازہ کا کھلنا

جب جبریل امین ہر آسمان پر دستک دیتے تو جب تک وہ آپ ﷺ کی آمد نہ بتاتے دروازہ نہ کھلتا، جیسے ہی وہ آپ کا تذکرہ کرتے فرشتے دروازہ کھول دیتے، جس میں واضح کرنا تھا کہ یہ مخصوص راستہ صرف اپنے محبوب کے لئے ہی بنایا و سجایا ہے

جی آیاں نوں

پھر احادیث مبارکہ میں باقاعدہ خوش آمدید کہنے کے لئے یہ الفاظ آئے ہیں

مرحبا ولنعم المجئی جاء مرحبا اور جی آیاں نوں

ملائکہ کا جمع ہونا

مقام بیت المعمور پر تمام ملائکہ نے جمع ہو کر آپ ﷺ کا استقبال کیا اور آپ کی امامت میں نماز ادا کی اور زیارت کا شرف پایا

رضوان نے دروازہ خود کھولا

جب آپ ﷺ جنت کے دورہ کے لئے تشریف لے گئے، تو وہاں کے انچارج و خازن رضوان نے دروازہ خود کھولا اور عرض کیا یارسول اللہ مجھے اللہ تعالیٰ نے یہی حکم دیا تھا کہ جب میرے محبوب تشریف لائیں تو تم نے دروازہ خود کھولنا ہے

اللہ تعالیٰ کا خصوصی کرم

تمام مخلوق نے استقبال کیا حتی کہ اللہ تعالیٰ نے خصوصی کرم کیا اور فرمایا

قف یا محمد ان ربک یصلی اے میرے محبوب ٹھہرو تمہارا رب سلام فرما رہا ہے (المواہب، ۳=۹۶)

یہاں صلاۃ کا مفہوم اہل معرفت نے یہی لکھا کہ آج میں تمہارا خصوصی استقبال کر رہا ہوں، کیونکہ تم آج میری جلوہ گاہ اور حریم کبریاء میں آ رہے ہو

ان تمام کو سامنے رکھیے اور پھر حضرت اعلیٰ کے دونوں مصرعے پڑھیے

دو جگ اکھیاں راہ دا فرش کرن

سب انس و ملک حوراں پریاں

کہ عرش سے لے کر فرش تک تمام مخلوق اپنی آنکھیں فرشِ راہ کئے ہے، کہ کب محبوب کریم ﷺ کی نوری جھلک دیکھنا نصیب ہوگی

فرش راہ کا مقام

اس کی وجہ واضح ہے کہ تمام کو ان کے فرش راہ اور ان پر فدا ہونے کی عظمت و مقام کا علم ہے، آپ زیادہ نہیں لیکن ان مقامات عالیہ کا تذکرہ کتاب وسنت میں پڑھیں جو فرش راہ بنے اور انہوں نے کیا مقام پایا، کیا ان گلیوں، محلوں، راستوں اور شہروں کی اللہ تعالیٰ نے قسم نہیں کھائی جنہیں آپ کے فرش راہ ہونے کا شرف ملا ارشاد ربانی ہے

لا اقسم بھذا البلد وانت حل بھذا البلد

میں اس شہر کی قسم اٹھاتا ہوں جس میں آپ تشریف فرما ہیں

(البلد، ۱، ۲)

امام بدر الدین زرکشی (متوفی ۷۹۴ھ) نے ان آیات سے کیا خوب استدلال فرمایا پڑھئے اور اہل معرفت کو داد دیجئے

یمکن ان یرید به المدینة و یکون فی الایة تعریض بحرمة البلدین حیث اقسم بھما و تکرار البلد مرتین دلیل علی

یہاں بلد سے شہر مدینہ بھی مراد لیا جاسکتا ہے تو آیت میں دونوں شہروں کی حرمت کا ذکر ہو جائے گا، کیونکہ دونوں کی قسم ہے اور لفظ بلد کا تکرار اس پر دلیل

ذلک وجعل الاسمین لمعنیین اولی من ان یکونا لمعنی واحد وان یستعمل الخطاب فی البلدین اولی من استعماله فی احدهما بدلیل وجود الحرمة فیهما

ہے دو اسماء کے دو معانی کرنا واحد معنی سے اولیٰ ہوتا ہے اور خطاب کو دونوں شہروں کے لئے قرار دینا ایک سے اولیٰ ہے تاکہ دونوں میں حرمت کا ثبوت ہو جائے

(البرہان فی علوم القرآن،۲=۱۵۳)

اس استدلال کی تائید حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے اس ارشاد گرامی سے ہوتی ہے، جو نہایت ہی قابل توجہ اور اہل ایمان ومحبت کے دل کی ٹھنڈک ہے، آپ اپنے پیارے آقا علیہ السلام کی خدمت اقدس میں عرض کرتے ہیں

بابی انت وامی یا رسول الله قد بلغت من الفضیلة عنده ان اقسم بتراب قد میک فقال لا اقسم بهذا البلد

یارسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں' اللہ تعالیٰ کے ہاں آپ کا کتنا عظیم مرتبہ ہے کہ اس نے آپ کے قدموں کی خاک کی قسم اٹھاتے ہوئے فرمایا، لااقسم بهذا البلد

(نسیم الریاض،۱=۱۹۶)

المواہب اللدنیہ میں روایت کے الفاظ یہ ہیں کہ آپ نے عرض کیا میرے آقا آپ پر میرے ماں باپ فدا ہوں

لقد بلغ من فضیلتک عند الله ان اقسم بحیاتک دون سائر الانبیاء ولقد بلغ من فضیلتک

اللہ تعالیٰ کے ہاں آپ کا مقام اتنا بلند ہے کہ اس نے آپ کی زندگی کی قسم کھائی۔ باقی انبیاء کی حیات کی

عـنـده ان اقسم بتـراب قـد میک فقال لا اقسم بهذا البلد

(المواہب اللدنیہ للقسطلانی)

نہیں اور اس کے ہاں یہ فضیلت کی انتہا ہے کہ اس نے آپ کے قدموں سے مس ہونے والی مٹی کی قسم کھاتے ہوئے فرمایا۔ **لا اقسم بهذا البلد**

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ پہلے یہ بیان کر کے کہ اس آیت میں آپ کو خاک پا کی قسم اٹھائی گئی ہے، لکھتے ہیں کہ بظاہر یہ معاملہ نہایت ہی سخت و عجیب ہے کہ اللہ رب العزت آپ کی خاک پا کی قسم اٹھائے لیکن اگر غور و فکر کیا جائے تو معاملہ بڑا واضح ہے

وتحقیق ایں سخن آنست کہ سوگند خوردن حضرت رب العزت جل جلالہ بچیزے کہ غیر ذات و صفات بود برائے اظہار شرف وفضیلت وتمیز آں چیز است نزد مردم و نسبت بایشاں تابدانند کہ آں امر عظیم وشریف است نہ آنکہ اعظم است بوی تعالی

(مدارج النبوۃ، ۱=۶۵)

اس بات کی حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا اپنی ذات وصفات کے علاوہ کسی بات کی قسم کھانا اس لیے نہیں ہوتا کہ وہ شی اللہ تعالیٰ سے بڑی ہے بلکہ حکمت یہ ہوتی ہے کہ اس شیٔ کی فضیلت و عظمت واضح کی جائے تا کہ لوگوں کو علم ہو کہ اس شی اللہ تعالیٰ کے ہاں بڑی قدر و منزلت ہے

ایک نہایت ہی خوبصورت تفسیر

بعض مفسرین نے اس آیت کا یہ معنی بیان کیا ہے کہ اگر چہ یہ شہر مکہ عظیم ہے

لیکن اے محبوب تیرے ہوتے ہوئے میں اس کی قسم کیوں کھاؤں۔ کیونکہ اگر مکہ عظیم ہے تو آپ اعظم ہیں اور اعظم واکرم کے ہوتے ہوئے عظیم کی قسم کیسے کھائی جائے؟

شیخ محمد علوی مالکی (متوفی، ۱۴۲۵ھ) یہی معنی بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں

اقول وظهرلی معنی آخر وهوان الحق تبارک و تعالٰی یقول لا اقسم بهذا البلد ای ان هذا البلد ولو كان عظيما فلا اقسم به لانک حللت به یا محمد وانت اعظم منه فانا اقسم بک انت اذ کیف اقسم بالعظیم و فیه الا عظم والا کرم

مجھ پر اس آیت کا ایک اور معنی ظاہر ہوا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالٰی نے جو یہ فرمایا ہے کہ میں اس شہر مکہ کی قسم نہیں کھاتا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ یقیناً یہ شہر مکہ عظیم لیکن یہاں تیری موجودگی ہے جب کہ تو اس سے اعظم ہے اس کی قسم نہیں کھاتا کیونکہ اعظم و افضل کے ہوتے ہوئے عظیم کی قسم نہیں کھائی جاتی

(محمد، الانسان الکامل، ۱۹۲)

یعنی اے حبیب تیرے یہاں ہوتے ہوئے تجھے چھوڑ کر اس شہر کی قسم کھاؤں یہ میری غیرت محبت کے لائق نہیں

عاشق رسول مولانا شاہ احمد رضا خاں قادری رحمہ اللہ تعالٰی نے اس آیت کے مفہوم کو اس شعر میں بیان کیا ہے

کھائی قرآن نے خاک گزر کی قسم
اس کف پا کی حرمت پہ لاکھوں سلام

اوتھانواں بن گیاں جنت

بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان مقامات کو یہ شرف عطا فرمادیا کہ وہ جنت کا ٹکڑا قرار پائے۔ آپ ﷺ کا مبارک فرمان ہے

مابین بیتی و منبری روضة من ریاض الجنة	میرے گھر اور منبر کے درمیان کا حصہ جنتی باغوں میں سے باغ ہے

امام محمد ابن الحاج مالکی (متوفی، ۷۳۷ھ) نے اپنے شیخ امام ابومحمد ابن ابی جمرۃ (شارح بخاری) کے حوالہ سے مکۃ المکرمہ سے مدینہ طیبہ کی طرف آپ ﷺ کے ہجرت فرمانے کی جو حکمت لکھی اور مذکورہ حدیث کی تشریح کی ہے۔ ہم یہاں نقل کیے دیتے ہیں، فرماتے ہیں ہر شی کو حضور ﷺ کی وجہ سے شرف ملا ہے، یہ نہیں کہ آپ کو کسی شی سے شرف ملا ہو۔ اگر آپ مکۃ المکرمہ میں ہی تشریف فرما رہتے تو گمان ہو سکتا تھا کہ آپ کو مکہ کی وجہ سے شرف ملا اور مکہ کو شرف حضرت آدم، حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہم السلام کی وجہ سے ملا

فلما اراد الله تعالیٰ ان یبین لعباده انه علیه الصلوة والسلام افضل المخلوقات فتشرفت المدینة به الا تری الی ما وقع من الاجماع علی ان افضل البقاع الموضع الذی ضم اعضائه	جب اللہ تعالیٰ نے چاہا اپنے بندوں پر واضح کر دیں کہ حضور ﷺ تمام مخلوق سے افضل ہیں تو شہر مدینہ کو یہ شرف بخشا، کیا تمہیں علم نہیں کہ اس پر اجماع ہے کہ آپ ﷺ کے اعضاء شریفہ کو مس کرنے والی جگہ (روضہ اقدس) تمام سے افضل ہے اور پیچھے

الکریمة صلوات الله علیه و سلامه وقد تقدم انه علیه الصلوة والسلام افضل من الکعبة وغیرها وانظرالی الاشیاء التی باشرها علیه الصلوة والسلام تجدها ابدا متشرف بحسب مباشرته لها

آپ کا کعبہ وغیرہ سے افضل ہونا بھی گذر چکا ہے۔ ان اشیاء کو دیکھیں جنہیں آپ کا اتصال نصیب ہوا توان میں دائمی طور پر شرف پیدا ہوگیا

بقدر تعلق شرف ومقام

بلکہ جس قدر آپ ﷺ سے کسی شی کا تعلق کم یا زیادہ ہے۔اس کے مطابق اسے درجہ وشرف مل گیا،آپ ﷺ نے فرمایا

تراب المدینة شفاء

مدینہ طیبہ کی مٹی سراپا شفاء ہے

اس کی وجہ یہ ہے

وما ذالک الا لترد ده علیه الصلوة و السلام بتلک الخطا الکریمة فی ارجائها لعیادة مریض او اغاثة ملهوف اوغیر ذلک

کہ اس مٹی پر آپ ﷺ زیادہ چلے اور آئے گئے کبھی کسی مریض کی عیادت یا کسی پریشان کی مدد وغیرہ کے لئے تشریف لے گئے

مسجد نبوی کا مقام زیادہ ہونے کی وجہ لکھتے ہیں

ولما ان کان مشیه علیه الصلوۃ والسلام فی مسجده بالمدینة اکثر من تردده فی غیره المدینة عظم شرفه بذلک

چونکہ اس مسجد میں آپ ﷺ دوسرے شہر مدینہ سے زیادہ آئے گئے لہٰذا اسے دوسرے سے زیادہ شرف وعظمت نصیب ہوگئی

ٹکڑا جنت بن جانے کی وجہ یہ ہے

ولما ان کان تردده علیه الصلوۃ والسلام بین بیته و منبره اکثر من تردده فی المسجد کانت تلک البقعة الشریفة بنفسها روضة من ریاض الجنة

اور مسجد میں جس جگہ اس سے بھی زیادہ آنا جانا ہوا وہ حجرہ انور اور منبر کے درمیان جگہ ہے تو وہ ٹکڑا جنت کا باغ قرار پا گیا

(المدخل، ۱=۲۵۷)

اسی سبب سے عارف کامل نے پوری تاریخ پر نظر ڈال کر یہ نچوڑ نکالا کہ کائنات اول و آخر، ظاہر و باطن سب حضور پر نور کی آمد اور زیارت کے لیے منتظر اور چشم براہ ہے اور ہر شخص اپنی آنکھیں، دل و دماغ اور جسم و جان آپ کے راستے میں بچھائے ہوئے ہیں اور استدعا کر رہا ہوں کہ آپ تشریف فرما ہوں اور سب کو اپنی زیارت سے شادکام فرمائیں۔

کاش! ہمیں بھی آپ کے لیے فرش راہ بننا نصیب ہو جائے۔

باب ۱۲

سب سے بڑی مصیبت

مسکرانا چھوٹ گیا

سماعت جواب دے گئی

ملک الموت رو دیئے

لکھ وار صدقے جاندیاں تے

دشمنوں کا اعتراف

انہاں بردیاں مفت وکاندیاں تے

اس حسین وقت کی یادیں

اذہانِ صحابہ میں محفوظ چند ادائیں

--- ۱۲ ---

انہاں سکدیاں تے کرلاندیاں تے　　لکھ واری صدقے جاندیاں تے

انہاں برویاں مفت وکاندیاں تے　　شالا آون وت بھی اوہ گھڑیاں

الفاظ کے معنی

انہاں، ان۔ **سکدیاں**، بے تاب اور منتظر۔ **کرلاندیاں**، زار وقطار رونے والیاں۔ **صدقے**، قربان۔ **بردیاں**، باندیاں غلام۔ **وکاندیاں**، بک جانے والیاں۔ **شالا**، اللہ کرے۔ **آون**، آئیں۔ **وت**، پھر۔

شعر کا مفہوم

پہلے شعر میں شوقِ وصال کی طلب بیان کی گئی تھی اس شعر میں اس طلب رکھنے والے طلب گاروں کا تذکرہ ہے کہ آرزوئے وصال کی تڑپ اور سوز میں کس حال میں ہیں اور دعا کی گئی ہے کہ وہ دوبارہ فیض بار سے مشرف ہوں اس ضمن میں آنحضور ﷺ کے مرض وصال میں ملاقات وزیارت کا شرف پانے پر عشاق کی قلبی واردات کا تذکرہ ہو چکا جو کہ مسجد نبوی میں نماز کے وقت حجرۂ انور کی طرف اس آس میں تکتے کہ کب محبوب کریم ﷺ جماعت کروانے کے لئے آئیں تو ہماری بھی عید ہوگی ،بعینہ یہی حالت آپ کے ان غلاموں کی ہے جنھیں اللہ نے حب نبی سے نوازا ہے وہ محبوب پاک کی جدائی میں آہ وزاری کرتے اور گریاں رہتے ہیں اپنے آپ کو اور اپنی ہر چیز کو آپ ﷺ پر فدا اور نثار کرنے کو تیار رہتے ہیں۔ان کی پوری کائنات

آنحضور ﷺ کی ذات بابرکات میں سمٹ آئی ہے جو دراصل وجہ تخلیق کائنات بھی ہیں اور مقصود کائنات بھی اور عارف گولڑوی ان سب مشتاقان دیدار کا ماجرا سرکار دوعالم ﷺ کی خدمت عالیہ میں پیش کر کے التجا کر رہے ہیں کہ انھیں دوبارہ زیارت مبارکہ سے نوازا جائے اور ان پر کیفیت وصال کی گھڑیاں دوبارہ وارد ہوں، گویا بقولِ جامی آپ یہ آرزو کر رہے ہیں کہ

مشرف گرچہ شد جامیؔ ز لطفش
خدایا ایں کرم بار دگر کن

آنحضور ﷺ کی زیارت اور آپ ﷺ کا قرب خواہ حالت بیداری میں ہو یا حالت خواب میں ہر حال میں دنیا و مافیھا کی ہر دولت سے گراں تر اور ہر خوشی سے بڑھ کر ہے جب دنیا کا ہر عاشق دیدارِ محبوب کی تمنا رکھتا ہے اور اس تمنا میں بے تاب رہتا ہے تو سردار محبوبانِ جہاں جن کی شان یہ ہے کہ

حسن یوسف دم عیسیٰ ید بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند، تو تنہا داری

ان کے چاہنے والوں کا کیا حال ہوگا وہ آپ ﷺ کی زیارت اور قرب سے مشرف ہونے کے بعد جدائی میں کیسے تڑپ رہے ہوں گے، اس کیفیت کی ایک جھلک تو امیر خسرو نے دکھائی

شبانِ ہجراں دراز چوں زلف، روزِ وصلش چوں عمر کوتاہ
سکھی پیا کو جو میں نہ دیکھوں تو کیسے کاٹوں اندھیری رتیاں
چوں شمع سوزاں، چوں ذرہ حیراں زمہر آں ماہ گشتم آخر
نہ نیند نیناں نہ انگ چیناں، نہ آپ آوے نہ بھیجے پتیاں

عشاق صادق کے لیے محبوب کی جدائی سے بڑھ کر اور کوئی مشکل نہیں، حضرت اعلیٰ اسی کیفیت کی عکاسی کر کے عرض گزار ہیں کہ "شالا وت وی آون اوھ گھڑیاں" کیونکہ وصال کی گھڑی آئے گی تو جدائی کے جاں سوز لمحات سمٹیں گے۔

سب سے بڑی مصیبت

خود رسالت مآب ﷺ نے اس بات کی نشاندہی فرمائی کہ میرے امتی کے لئے سب سے بڑی تکلیف پریشانی میری جدائی ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، میرے جس امتی کے دو بچے فوت ہو جائیں اللہ تعالیٰ ان کے سبب اسے جنت میں داخل فرمائے گا۔ اس پر ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا، میرے کریم آقا! جس کا ایک بچہ فوت ہوا اس کا کیا معاملہ ہے؟ فرمایا، اسے بھی اللہ تعالیٰ جنت دے گا۔ پھر عرض کیا۔ آپ کے جس امتی کا کوئی بچہ فوت نہ ہوا اس کا کیا بنے گا؟ فرمایا میں اس امتی کا سہارا بنوں گا پھر اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے فرمایا

لن یصابوا بمثلی — میرے وصال پر امت کو جو تکلیف ہوئی وہ کسی اور پر نہیں ہو سکتی

(سنن ترمذی، کتاب الجنائز)

امام ابن ماجہ نے ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل کیا، سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ مرض وصال میں نماز پڑھا رہے تھے آپ ﷺ نے پردہ اٹھا کر ملاحظہ کیا اور صحابہ کے حسن احوال پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور فرمایا لوگو! تم میں سے کسی پر بھی مصیبت آئے تو میرے حوالے سے مصیبت کو یاد کرے

فان احدا من امتی لن یصاب بمصیبة بعدی اشد علیه من مصیبتی — کیونکہ میری امت پر میرے بعد میرے وصال سے شدید مصیبت کوئی نہیں ہوسکتی

امام بن سعد اور ابن جوزی نے حضرت عطا رضی اللہ عنہ سے روایت کیا حبیب خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

اذا اصابت احدکم مصیبة فلیذکر مصابه بی فانها من اعظم المصائب — جب کسی کو مصیبت پہنچے تو وہ میرے حوالے سے مصیبت یاد کرے کیونکہ یہ سب سے بڑھ کر بڑی مصیبت ہے

امام بیہقی نے ام المومنین سیدہ ام سلمة رضی اللہ عنہا سے ذکر کیا آپ فرمایا کرتیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد ہم پر جو بھی مصیبت آئی

هانت اذا ذکرنا مصیبتنا به صلی اللہ علیہ وسلم — وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حوالے سے ہم پر آنے والی مصیبت سے ہیچ ہی تھی

سیدہ عالم حضرت فاطمة الزہرا رضی اللہ عنہ یہی حقیقت بیان کرتے ہوئے فرمایا

صبت علی مصائب لو انها ان صبت علی الا یام صرن لیالیا

(حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال اس قدر پریشان کن تھا کہ اس کی وجہ سے اس قدر مصائب آئے اگر وہ دنوں پر آتے تو وہ رات بن جاتے)

انہاں سکدیاں تے کرلاندیاں تے

اس موقعہ پر صحابہ اور صحابیات پر کیا گزری؟ اس میں سے چند باتوں کا

تذکرہ درج ذیل ہے۔

مسکرانا چھوٹ گیا

بعض صحابہ ایسے تھے' جنہوں نے اس کے بعد تاحیات مسکرانا ترک کر دیا' سیدہ عالم حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں ہے' آپ ﷺ کے وصال کے بعد جتنی دیر زندہ رہیں

وھی تذوب وماضحکت بعدہ	اکثر آنکھوں سے آنسو جاری رہتے
(اتحاف السائل للمناوی)	اور ہنسنا ترک کر دیا

حضرت ابو جعفر سیدہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں بیان کرتے ہیں

مارأیت فاطمة رضی الله عنها	میں نے رسول اللہ ﷺ کے وصال
ضاحکة بعد رسول الله ﷺ	کے بعد سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو
(طبقات ابن سعد، ۲=۸۴)	مسکراتے نہیں دیکھا

گم سم ہو گئے

بعض صحابہ کے بارے میں روایت میں ہے، وہ آپ ﷺ کے وصال کے بعد ساری زندگی گم سم ہو کر رہ گئے مثلاً حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ کے بارے میں ہے

فاضنی حتی مات کمدا	وصال کے بعد اس طرح گم سم ہو
(سبل الھدی ۱۲=۲۷۴)	گئے کہ اسی فراق میں فوت ہو
	گئے

اس موقعہ پر اٹھ نہ سکے

بعض صحابہ کی حالت یہ تھی کہ اگر وہ بیٹھے ہوئے تھے اور وصال کی خبر سنی تو وہ اسی وقت اٹھ نہ سکے، سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کے بارے میں روایات میں ہے

وکان ممن اقعد علی فلم یستطع حرا کاً — اس موقعہ پر بیٹھے ہی رہنے والوں میں حضرت علی بھی ہیں۔ جن میں حرکت کی سکت نہ رہی تھی (سبل الہدیٰ، ۱۲=۲۷۴)

گونگے ہو گئے

کچھ صحابہ ایسے بھی تھے، جن کی اس موقعہ پر زبان جواب دے گئی اور یوں گونگے ہو گئے

وکان من اخرس عثمان بن عفان — گونگے ہو جانے والوں میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بھی ہیں

سماعت جواب دے گئی

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا اپنا بیان ہے اس موقعہ پر میرے پاس سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ گزرے اور انہوں نے مجھے سلام کیا

فلم اردعلیہ ماعلمت بتسلیمہ — میں ان کا جواب اس لیے نہ دے سکا کہ میں نے ان کا سلام سنا ہی نہیں تھا

ذہن جواب دے گیا

بعض صحابہ پر پریشانی کا غلبہ اس قدر رہا کہ ذہن نے اس موقعہ پر کام چھوڑ

دیا۔ ان میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی ہیں' حضرت عروہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے' جب حبیب خدا ﷺ کا وصال ہوا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ حاضر ہوئے

اصابہ خبل فاقبل یقول	تو انہیں ذہنی دباؤ اس قدر ہوا کہ
مامات رسول اللہ ﷺ	کہنے لگے حضور ﷺ کا وصال نہیں
(سبل الہدی، ۱۲=۲۷۴)	ہوا

بلکہ متعدد روایات میں ہے انھوں نے تلوار نکال لی اور کہنے لگے کہ جس نے یہ کہا کہ رسول اللہ ﷺ فوت ہو گئے ہیں، اس کی گردن اڑا دوں گا

گھر گرنے کا خطرہ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، حضور ﷺ کے وصال کے موقعہ پر تمام لوگ حتی کہ خواتین بھی اپنے اپنے گھروں میں اس قدر روئے کہ لگتا تھا

وکادت البیوت تسقط من الصراخ	کہ گھر آہ و فغاں سے زمین بوس ہو جائیں

اندھیرا چھا گیا

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وصال کے موقعہ پر غم و پریشانی کا عالم یہ تھا کہ گویا شہر مدینہ کے در و دیوار تاریکی میں ڈوب گئے' ہر طرف اندھیرا ہی اندھیرا تھا

وکان احدنا یبسط یدہ	حتی کہ اگر ہم ہاتھ پھیلاتے تو وہ نظر
فلایبصر (سبل الہدی ۱۲=۲۷۵)	نہ آتا تھا

امام ابن حجر عسقلانی (متوفی ۸۵۲ھ) نے بہت ہی خوب بات کہی کہ

وکادت الجمادات تتصدع من الم مفارقته صلی اللہ علیہ وسلم فکیف بقلوب المومنین (سبل الہدی، ۱۲=۲۷۴)

آپ کی مفارقت وجدائی کی تکلیف کی وجہ سے قریب تھا کہ جمادات پھٹ جاتے تو اہل ایمان کے دلوں کا حال کیا ہوگا

ملک الموت رودیئے

امام ابونعیم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے نقل کیا جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے وصال فرمایا

صعد ملک الموت باکیا الی السماء

تو ملک الموت بھی آسمان کی طرف روتے ہوئے روانہ ہوئے

اورہم نے آسمان سے یہ آواز سنی

وامحمداہ!

حضور! ہم آپ کے لیے غمزدہ ہیں

(سبل الہدی، ۱۲=۲۶۵)

حقیقت یہ ہے اگر اس موقعہ پر صحابہ کرام زندہ رہے تو یہ بھی اللہ تعالیٰ کا کرم ہے، ورنہ وہ تمام اسی وقت ختم ہو جاتے۔ جیساک کچھ صحابہ کے بارے میں ملتا ہے، وہ وصال کی خبر سنتے ہی دنیا سے رخصت ہو گئے۔ ڈاکٹر خلیل ابراہیم ملا خاطر رقمطراز ہیں

بل منهم من مات (محبۃ النبی، ۱۶۹)

صحابہ میں سے کچھ اسی وقت فوت ہو گئے

اہل مدینہ کی سسکیاں

حضور ﷺ کے وصال کے بعد سیدنا بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ کی گلیوں میں یہ کہتے پھرتے کہ لوگو! تم نے کہیں رسول اللہ ﷺ کو دیکھا ہے تو مجھے بھی دکھادو۔

پھر تھوڑے ہی دنوں بعد یہ کہہ کر کہ اب مدینہ میں میرا رہنا دشوار ہے، شام کے شہر حلب میں چلے گئے، تقریباً چھ ماہ بعد آپ ﷺ کی خواب میں زیارت نصیب ہوئی تو آپ ﷺ نے فرمایا

ما ھذاالجفوۃ یا بلال اما ان لک ان تزورنی یابلال؟	اے بلال! تو نے ہمیں ملنا چھوڑ دیا، کیا ہماری ملاقات کو تیرا جی نہیں چاہتا؟

خواب سے بیدار ہوتے ہی اونٹنی پر سوار ہو کر لبیک یا سیدی یا رسول اللہ کہتے ہوئے مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہو گئے۔

جب مدینہ منورہ میں داخل ہوئے تو سب سے پہلے مسجد نبوی میں پہنچ کر آپ ﷺ کو ڈھونڈنا شروع کیا، کبھی مسجد میں تلاش کرتے اور کبھی حجروں میں، جب نہ پایا تو

فاتیٰ قبر النبی ﷺ	آپ ﷺ کی قبر انور پر سر رکھ کر رونا شروع کردیا

اور عرض کیا یارسول اللہ! آپ نے فرمایا تھا کہ آ کر مل جاؤ، غلام حلب سے حاضر ہوا ہے

یہ کہہ کر بے ہوش ہو گئے اور مزار پر انوار کے پاس گر پڑے۔

کافی دیر بعد ہوش آیا اتنے میں سارے مدینے میں اطلاع ہو گئی کہ مؤذن رسول ﷺ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ آ گئے ہیں۔

مدینہ طیبہ کے بوڑھے، جوان، مرد، عورتیں اور بچے اکٹھے ہو گئے اور عرض کی ایک دفعہ وہ اذان سنا دو جو محبوب خدا ﷺ کو سناتے تھے۔

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں معذرت خواہ ہوں کیونکہ میں جب اذان پڑھتا تھا تو اشھد ان محمد رسول اللہ کہتے وقت آپ ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوتا تھا، آپ ﷺ کے دیدار سے اپنی آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچاتا تھا، اب کیسے دیکھوں گا۔

بعض صحابہ نے مشورہ دیا کہ حسنین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے عرض کی جائے، جب وہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو اذان کے لیے کہیں گے تو وہ انکار نہ کر سکیں گے، ایک صاحب جا کر شہزادوں کو بلا لائے، امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا

یا بلال نشتھی نسمع اذانک	بلال! آج ہمیں وہی اذان سناؤ جو
الذی کنت تؤذن لرسول	ہمارے نانا جان ﷺ کو سناتے
اللہ ﷺ فی المسجد	تھے

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو انکار کا یارا نہ رہا، لہذا اسی مقام پر کھڑے ہو کر اذان دینا شروع کی

فلما ان قال الله اکبر الله اکبر ارتجت المدینة فلما ان قال اشھد ان لا الہ الاالله ازدادت فلما ان قال اشھد ان محمداً رسول الله خرج العواتق خدورھن وقالوا بعث رسول الله ﷺ فما رئی یوم اکثر باکیا ولا باکیة بالمدینة بعد رسول الله ﷺ من ذلک الیوم

(الصلات والبشر، ۱۸۷، ابن عساکر)

جب آپ رضی اللہ عنہ باآواز بلند اذان کے ابتدائی کلمات ادا کرنے شروع کیے تو اہل مدینہ سسکیاں لے لے کر رونے لگے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے جیسے آگے بڑھتے گئے جذبات میں اضافہ ہوتا چلا گیا، جب اشھد ان محمداً رسول الله کے کلمات پر پہنچے تو تمام لوگ حتیٰ کہ پردہ نشین خواتین بھی گھروں سے باہر نکل آئیں، سبھی یوں تصور کرنے لگے جیسے رسول خدا ﷺ دوبارہ تشریف لے آئیں ہیں، رقت و گریہ زاری کا عجیب منظر تھا آپ ﷺ کے وصال کے بعد اہل مدینہ پر اس دن سے بڑھ کر اتنی رقت کبھی طاری نہیں ہوئی

اقبال علیہ الرحمہ اذان بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ترانہ عشق قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں

ادائے دید سراپا نیاز تھی تیری
کسی کو دیکھتے رہنا نماز تھی تیری
اذان ازل سے تیرے عشق کا ترانہ بنی
نماز اس کے نظارے کا اک بہانہ بنی

لکھ وار صدقے جاندیاں تے

یہ سارے کے سارے حضور ﷺ پر اپنی جان ایک دفعہ نہیں بلکہ لاکھوں مرتبہ نثار کرنے کے لئے تیار ہیں، جس نے بھی صحابہ کی زندگی کا مطالعہ کیا ہے، اس پر یہ بات عیاں ہے، کہ حضور ﷺ کے اشارہ ابرو پر وہ اپنی ہر شی حتی کہ جان کی بازی لگانے سے بھی دریغ نہ کرتے، یہ تو ان حضرات وخواتین کا تذکرہ ہے جنھیں اللہ نے آنحضور ﷺ کے جمال باکمال کے دیدار فیض بار اور قرب نبوی سے بار بار نوازا تھا، مگر اہل اسلام اور اہل دل جہاں کہیں بھی ہوں وہ ہمیشہ دیدار حبیب کے تمنائی اور جدائی میں اشک بار رہتے ہیں اور ہر بار جب وہ دولت قرب وزیارت سے مستفید ہو چکتے ہیں تو ھل من مزید کی طلب میں یہی کہتے ہیں کہ "شالا وت وی بھی آون اوہ گھڑیاں"

بابی وامی یا رسول اللہ

صحابہ جب اپنے محبوب کریم ﷺ سے ہم کلامی کا شرف پاتے، یا آپ کا تذکرہ کرتے، ان عشاق کی گفتگو میں اس طرح کے کلمات ضرور ہوتے، ہم آپ پر فدا ہوں، ہمارے والدین آپ پر قربان ہوں، اکثر طور پر "بابی وامی یا رسول اللہ" کے کلمات گفتگو میں شامل کرتے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ مرض

وصال میں منبر پر تشریف فرما ہوئے اور خطبہ دیا۔ اور بتایا اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک بندے کو یہ اختیار دیا ہے کہ وہ چاہے تو رب کے ہاں آجائے چاہے تو دنیا پسند کر لے اور اس بندے نے اپنے رب کے ہاں جانا ہی پسند کر لیا ہے، یہ گفتگو سنتے ہی سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ زار و قطار رو دیئے اور عرض کیا

فدیناک بابائنا و امهاتنا — یارسول اللہ! ہمارے آباء اور امہات آپ پر فدا ہوں

صحابہ نے حیران ہو کر کہا رسول اللہ، تو کسی اور آدمی کے بارے میں فرما رہے ہیں۔ انہوں نے فرمایا آپ کی ذات ہی مراد ہے تو واقعتہً آپ کی ذات ہی مراد تھی اور سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ ہم سب سے زیادہ عالم تھے۔

(مشکوۃ المصابیح '۵۴۶)

سنن دارمی میں ہے جب آپ ﷺ نے مذکورہ خطبہ دیا تو اس کے اصل مفہوم کو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے علاوہ کوئی سمجھ نہ پایا

فذرفت عيناه فبكى — زار و قطار رو پڑے

اور یوں عرض کرنے لگے

بل نفديک بابآئنا و امهاتنا وانفسنا واموالنا يارسول الله — کریم آقا آپ ﷺ پر ہمارے آباء مائیں، ہماری جانیں اور اموال تمام قربان ہوں

(سنن دارمی، ۱=۳۸)

حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ نے رحمۃ للعالمین ﷺ سے عرض کیا تھا، میں شہر مدینہ سے دور رہتا ہوں۔ مجھے آپ کسی رات کے بارے میں فرما دیں

تا کہ میں حاضر ہو کر آپ ﷺ کی اقتدا میں نماز ادا کر کے برکات حاصل کروں اور ساتھ ہی عرض کیا

جعلنی الله فداک — اللہ تعالیٰ کرے میں آپ پر فدا ہو جاؤں (کنز العمال، ۱۲، ۳۷۲۶۲)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے حضور ﷺ نے معراج سے واپسی پر فرمایا، میں نے جنت میں عمر فاروق کا محل دیکھا، میں نے چاہا اسے اندر جا کر دیکھوں، مگر مجھے عمر کی غیرت یاد آ گئی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا

بابی و امی یا رسول الله الیک اغار ؟ — یارسول اللہ آپ پر میرے ماں باپ فدا ہوں، میں آپ پر غیرت کیسے کھا سکتا ہوں؟ (البخاری، ۱=۵۲۰)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک صحابی آپ ﷺ کی خدمت اقدس میں آئے اور عرض کیا یارسول اللہ میں سفر کا ارادہ رکھتا ہوں، مجھے زادِ راہ کے بارے میں فرمایئے

آپ نے دعا دیتے ہوئے فرمایا

زودک الله التقوی — اللہ تعالیٰ بصورت تقویٰ تجھے زادِ راہ عطا فرمائے

عرض کیا آقا اور اضافہ فرمایئے آپ نے یہ دعا دی

وغفر ذنبک — اللہ تعالیٰ تیرے گناہ معاف فرمادے

پھر اس نے عرض کیا

زدنی بابی انت وامی — میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں اور اضافہ فرمائیے

آپ ﷺ نے یہ دعا دی

ویسر حک الخیر حیثما کنت — جہاں بھی تو رہے، نیکی تیرے لیے خوشی کا باعث بنے

(المستدرک، ۲=۱۰۷)

حضرت انس رضی اللہ عنہ ہی سے مروی ہے، احد کے معرکہ میں حضرت ابوطلحہ انصاری دفاع کے لئے اپنا سینہ دشمنوں کے سامنے کرتے ہوئے حضور ﷺ سے عرض کر رہے تھے، یارسول اللہ

بابی انت وامی لا تشرف لا یصیبک سھم من سھام القوم نحری دون نحرک — میرے والدین آپ پر فدا ہوں، آپ ادھر منہ نہ فرمائیں کہیں دشمن کا تیر نہ لگ جائے، میرے سینہ آپ کے سینہ کے سامنے دفاع کے لئے حاضر ہے

(البخاری، کتاب المغازی)

عملی مظاہرے

پھر یہ فقط زبانی دعوے ہی نہ تھے، بلکہ اس کے عملی مظاہروں سے تاریخ اور سیر کتب کا کوئی صفحہ خالی نہیں تمام دنیا کا اس پر اتفاق ہے۔ صحابہ نے جس قدر اللہ اور اس کے رسول کے لئے قربانی دی ہے۔ اس کی مثال نہیں ملتی۔ ہم یہاں اپنوں کے بجائے دشمنوں کا اعتراف سامنے لا رہے ہیں۔

دشمنوں کا اعتراف

اس دور میں حضور ﷺ کے سخت ترین دشمنوں نے بھی یہ اعتراف کیا کہ آپ ﷺ کے ان جاں نثاروں کی دنیا میں اور کہیں مثال نہیں۔

ابوسفیان کے بارے میں کون نہیں جانتا کہ وہ اسلام لانے سے پہلے کفار کے نامور سیاسی لیڈر تھے، ان کا بیان ہے، حضرت زید بن دشنہ رضی اللہ عنہ کو جب پھانسی دینے کے لئے لے جایا جارہا تھا تو میں نے انہیں اللہ کی قسم دے کر پوچھا اس حال میں بتاؤ اگر تمہاری جگہ تمہارا نبی ہوتا اور تم گھر آرام سے بیٹھے ہوتے تو کیسا تھا؟ انہوں نے فرمایا

والله ما احب ان محمدا الان فی مکانه الذی هو فیه تصیبه بشوكة وانی جالس فی اهلی

اللہ کی قسم میں اس حال میں نہیں چاہتا کہ آپ کے مقدس پاؤں میں کانٹا لگ جائے اور میں اپنے گھر آرام سے رہوں

ابوسفیان بول اٹھے

والله ما رأیت من الناس احداً یحب احداً کحب اصحاب محمد محمدًا صلی اللہ علیہ وسلم

اللہ کی قسم میں نے کسی کو آج تک اتنی محبت کرتے ہوئے نہیں دیکھا جتنی ان کے صحابہ حضور ﷺ سے کرتے ہیں

(الشفاء، ۲=۵۷۰)

صلح حدیبیہ کے موقعہ پر عروہ بن مسعود مخالفین کی طرف سے مذاکرات کے

لئے آیا تھا واپس جا کر انہوں نے صحابہ کے بارے میں جو بیان کیا اس کے کچھ نکات یہ ہیں

فو اللہ ماتنخم رسول اللہ ﷺ نخامۃ الاوقعت فی کف رجل منھم فدلک بھا وجھہ و جلدہ	آپ ﷺ جب ناک مبارک صاف فرماتے' تو ان میں سے کسی نہ کسی کے ہاتھ پر ہوتا ہے اور اسے وہ اپنے چہرۂ اور جسم پر ملتے ہیں
واذا امرھم ابتدروا امرہ	جیسے ہی آپ انہیں کوئی حکم فرماتے ہیں تو وہ فی الفور اسے بجالاتے ہیں
واذا توضأ کادوایقتتلون علی وضوئہ	جب آپ وضو فرماتے ہیں تو قریب ہے وہ اس پانی کے حصول کے لئے جنگ کریں
واذا تکلمو اخفضوا اصواتھم عندہ	جب گفتگو کرتے ہیں تو ان کی آواز نہایت پست ہوتی ہے
وما یحدون الیہ النظر تعظیماً	تعظیم کی وجہ سے آنکھیں اٹھا کر نہیں دیکھتے

پھر کہا میں قیصر و کسریٰ اور نجاشی کے درباروں میں گیا ہوں

واللہ ان رأیت ملکا قط یعظمہ اصحابہ مایعظم اصحاب محمد ﷺ	اللہ کی قسم کسی بادشاہ کی اس قدر تعظیم کرتے ہوئے میں نے نہیں دیکھا جتنی صحابہ' حضور ﷺ کی کرتے ہیں
(صحیح البخاری، کتاب الشرط)	

یہ ہرگز مبالغہ نہیں

حضرت اعلیٰ نے جو فرمایا ''لکھ وار صدقے جاندیاں تے'' کوئی یہ نہ سمجھے یہ مبالغہ ہے، بلکہ یہ عین حقیت ہے اور نہ ہی اسے بطور محاورہ کوئی محسوس کرے یہ سراپا سچ وحق ہے، بلکہ حضور ﷺ سے محبت کرنے والے خصوصاً صحابہ میں اس سے بھی بڑھ کر جانثاری کا جذبہ اور شوق تھا، یہاں بھی ایک واقعہ پڑھ لیجیے تاکہ یہ حقیقت مزید آشکار ہو جائے۔

کاش میرے ہر بال کے نیچے جان ہوتی

حضرت ابورافع کا بیان ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے روم کی طرف ایک لشکر روانہ فرمایا، جس میں حضرت عبداللہ بن حذافہ السہمی رضی اللہ عنہ بھی تھے وہاں گرفتار ہو گئے، روم کے عیسائی بادشاہ نے انہیں کہا، تم حضور ﷺ کو چھوڑ کر نصرانی ہو جاؤ میں تمہیں اپنے ساتھ اقتدار میں شریک کرلوں گا' آپ نے انکار کر دیا اور فرمایا میں اپنے ایمان کا سودا نہیں کر سکتا' اس نے حکم دیا' انہیں پھانسی پر لٹکا کر تیر مارو تاکہ تڑپ تڑپ کر ان کی جان نکلے چنانچہ انہیں تختہ پر لایا گیا مگر وہ پہلے کی طرح عزم کا پہاڑ ثابت ہوئے پھر اس بادشاہ نے گرم تیل کے کڑاہ میں ان کے سامنے ایک قیدی کو ڈال دیا، تیل نے اسے جلا دیا اور اس کی ہڈیاں نظر آنے لگیں اور آپ سے کہا اگر تم نے نصرانیت قبول نہ کی تو میں اس تیل میں تمہیں بھی ڈال دوں گا، آپ نے صاف صاف انکار کر دیا' اس نے اپنے سپاہیوں کو حکم دیا اسے لے جاؤ' اور تیل میں پھینک دو

فلما ذھبوا بہ بکی　　　جب وہ لے کر چلے تو آپ رو دیئے

بادشاہ نے محسوس کیا یہ تو ڈر گیا، فی الفور اسے واپس لانے کا حکم دیا اور کہا اب تم نے اسلام چھوڑنے کا فیصلہ کرلیا ہے فرمایا ہرگز نہیں میں نے ایسا فیصلہ بالکل نہیں کیا پھر اس نے کہا

لم بکیت؟ پھر تم روئے کیوں ہو؟

فرمانے لگے اس کی وجہ تم نے غلط سمجھی ہے، رونے کی وجہ میں خود بتاتا ہوں، جب تم نے مجھے تیل میں ڈالنے کا فیصلہ کیا تو مجھے خیال آیا میرے پاس صرف ایک جان ہے

تمنیت ان لی مائة نفس تلقی هکذا فی الله — کاش میرے پاس سو جان ہوتی اور اسی طرح مجھے سو بار اللہ کی خاطر اس تیل میں ڈالا جاتا

تو میں صرف اپنے پاس ایک جان ہونے اور سو جان نہ ہونے کی وجہ سے رویا ہوں، بادشاہ سن کر مبہوت ہوگیا، کہنے لگا تم میرے سر کو بوسہ دیدو میں تمہیں چھوڑ دوں گا، فرمایا ایسا بھی نہیں کرسکتا ہاں اگر تم باقی مسلمان قیدیوں کو چھوڑ دو تو میں ایسا کر سکتا ہوں، اس پر بادشاہ نے تمام قیدیوں کو رہا کردیا اور انہوں نے بوسہ دے دیا، جب واپس حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے تو انہوں نے اٹھ کے ان کے سر کا بوسہ لے لیا۔ (الاصابہ،۲=۲۹۷)

بعض کتب میں ان کی زبانی یہ کہا گیا ہے کہ کاش میرے ہر بال کے نیچے جان ہوتی اور میں اللہ کے نام پر قربان کردیتا اور جسم کے بال لاکھوں میں ہیں

دیکھا آپ نے بعینہ یہ صحابہ رسول کے الفاظ ہیں، جنہیں حضرت اعلیٰ نے یہاں ذکر کیا، ان کاملین کے مطالعہ کی داد بھی دیجئے اور یہ صرف اس صحابی کی آرزو نہیں بلکہ آپ ﷺ کے ہر دیوانے کی یہی تمنا ہے اس لئے فرمایا

لکھ وار صدقڑے جاندیاں تے

انہاں بردیاں مفت وکاندیاں تے

پیچھے آپ نے اہل عشق کی یہ علامت بیان کی کہ وہ محبوب ﷺ کی زیارت کے لیے تڑپتے رہتے ہیں، یہاں ان کی محبت کے ایک پہلو کو اجاگر کر رہے ہیں کہ محب بے دام غلام ہوتا ہے، اس کی اپنی ذاتی کوئی خواہش نہیں ہوتی۔ محبوب جس حال میں بھی چاہے رکھے، چاہنے والے ہر حال میں خوش رہتے ہیں۔ فقط ان کی اتنی تمنا ہوتی ہے کہ محبوب راضی رہے، کہ محبوب کی رضا پر وہ وصل کا تقاضا بھی ترک کر دیتے ہیں۔ اہل معرفت میں اس بارے میں اختلاف ضرور ہے کہ محبوب کا وصل بہتر ہے یا ہجر و فراق۔ لوگوں نے دونوں نکتہ ہائے نظر کی الگ الگ حمایت کی ہے۔ مگر کاملین نے فرمایا یہ دونوں نہیں بلکہ محبوب کی رضا مندی سب سے بہتر ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں پڑھیے جب دشمن آگ جلا کر اس میں آپ کو پھینکنے لگے، تو ملائکہ نے حاضر ہو کر عرض کیا، آپ اجازت دیں تو ہم یہ آگ بجھا دیتے ہیں تو آپ نے فرمایا تم چلے جاؤ اگر مالک میرے جلنے سے خوش ہو جائے تو مجھے اور کیا چاہیے؟ خواجہ غلام فرید نے اسی حقیقت کو یوں آشکار کیا

جے سوہنا میرے دکھ وچ راضی میں سکھ نوں چولہے پاواں

شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے کیا ہی خوب کہا

گر وصال تو نباشد بفراق تو خوشم

ہم فراق تو مرا بہ کہ وصال دگراں

(اگر آپ کا وصال میسر نہ آیا، تب بھی میں خوش ہوں کیونکہ آپ کی جدائی مجھے باقی تمام کائنات کے وصل سے بہتر ہے)

(شرح فتوح الغیب، ۴۶۲)

اس میں اس پہلو کی طرف بھی اشارہ ہے کہ مسلمان کس قدر گنہ گار ہی کیوں نہ ہو وہ اپنے آقا سے بے وفا نہیں ہوسکتا، جب بھی اس کے سامنے کوئی ایسا مرحلہ آتا ہے تو وہ فدا تو ہوسکتا ہے مگر جھک نہیں سکتا، یہ امت میں ایک ایسا وصف ہے جو اللہ تعالیٰ کا خصوصی عطیہ ہے، علامہ اقبال اسے روح محمد سے تعبیر کرتے ہیں

یہ فاقہ کش جو موت سے ڈرتا نہیں ذرا
روح محمد اس کے بدن سے نکال دو
اہل عرب کو دے کے فرنگی تخیلات
اسلام کو حجاز و یمن سے نکال دو

زیارت کی ترجیح

امام ابن حجر عسقلانی محبت نبوی کی علامات پر گفتگو کرتے ہوئے رقم طراز ہیں، اگر امتی کو اختیار دیا جائے، تیرے سامنے دو چیزیں ہیں، ایک میں تیرا ذاتی فائدہ ہے اور ایک زیارت نبوی ﷺ، ان دونوں میں سے جس کو چاہے حاصل کر لے۔ تو امتی پکار اٹھے گا، مجھے ذاتی فائدہ سے کوئی غرض نہیں اور نہ مجھے اس کے عدم حصول پر کوئی افسوس ہے مجھے تو آپ ﷺ کی زیارت چاہیے کیونکہ مجھے ان کی جدائی پر دکھ اور قلق ہے

(فتح الباری، ۱=۵۹)

۸۔ حضرت ابوعبیدہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ربیع بنت معوذ رضی اللہ عنہا سے درخواست کی

صفی لی رسول اللہ ﷺ	مجھے آپ ﷺ کے حسن و جمال کے
قالت یا بنی لو رأیتہ لقلت	بارے بتائیے فرمانے لگیں اے بیٹے
الشمس طالعة	اگر تو آپ کی زیارت کرتا تو یوں محسوس
(الدارمی، ۱=۴۴)	کرتا کہ سورج طلوع ہو گیا ہے

کسی نے کیا خوب کہا

حسنک کل یوم مشرق ۔۔۔ وببدر وجھک کل لیل مقمر

آپ کے آفتابِ حسن سے ہر دن روشن ہے اور آپ ﷺ کے چہرۂ بدر سے ہر رات چاندوالی ہے۔

۹۔ دربارِ نبوی ﷺ کے مشہور ثنا خوان حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ آپ کے حسن و جمال کے بے مثال ہونے کو یوں بیان کرتے ہیں

واحسن منک لم ترقط عینی ۔۔۔ واجمل منک لم تلد النساء

(آپ ﷺ سا حسین میں نے دیکھا ہی نہیں دیکھتا کہاں کسی ماں نے آپ ﷺ سے بڑھ کر جمیل جنا ہی نہیں)

خلقت مبراء من کل عیب ۔۔۔ کانک قد خلقت کما تشاء

(آپ کو ہر عیب سے پاک پیدا کیا گیا ہے بلکہ یوں محسوس ہوتا ہے کہ آپ کو آپ کی مرضی ومنشاء کے مطابق پیدا کیا گیا ہے۔یعنی باقی کائنات کی ہر شے کو اللہ نے اپنی مرضی سے بنایا مگر آپ کی تخلیق آپ کی منشا کے مطابق فرمائی)

۱۰۔ پہلی نظر میں کوئی بھی شخص حضور ﷺ کے سراپا اقدس کی وجاہت اور بے مثال

وصال و جدائی کی کیفیتوں کا نقشہ کھینچ کر وصل مکرر اور وصل تام کی تمنا کا اظہار یوں کرتے ہیں کہ "شالا وت وی آون اوہ گھڑیاں"

یاد رہے جن لوگوں نے آپ ﷺ کے ساتھ زندگی بسر کی، ان کا شوق ملاقات دوسروں سے بہت زیادہ ہے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا مجھے اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔

لیأتین علی احدکم یوم	تم پر ایک وقت آئے گا جب تمھیں
ولایرانی ثم لان یرانی	میری زیارت نہ ہو سکے گی تو پھر تم
احب الیہ میں اھلہ و مالہ	اہل و مال خرچ کر کے زیارت کی
(صحیح مسلم، کتاب الفضائل)	آرزو کرو گے

اس ارشاد پاک میں اس دور میں موجود افراد کو زیارت و ملاقات پر توجہ دلائی گئی کہ اس میں ہرگز کوتاہی نہ کرنا، مگر یہ فرمان دراصل آنے والے سب زمانوں کے لیے ہے۔

امام قرطبی کی خوبصورت گفتگو

مفسر قرآن امام قرطبی نے اس معاملہ کو واضح کرنے کے لیے بہت ہی خوبصورت گفتگو کی ہے

وکل من صح ایمانہ بہ علیہ	جو شخص بھی آپ ﷺ پر صحیح ایمان رکھتا
الصلوٰۃ والسلام لایخلو عن	ہے وہ اس محبت غالبہ سے خالی نہیں
وجدان شئ من تلک	ہوسکتا اگرچہ اکثر اوقات میں
المحبۃ الراجحۃ وان استغرق	خواہشات اور غفلات میں ڈوبا ہوا ہو

بالشهوات وحجب
بالغفلات فی اکثر الاوقات
بدلیل انا نریٰ اکثر اذا ذکر
ﷺ اشتاق الی رؤیته و
آثرها علیٰ اهله وماله و ولده
ووالده و اوقع نفسه فی
المهالک والمخارف مع
وجدانه نفسه الطمانیة
بذالک وجدانا لاترددفیه
وشاهد ذلک فی الخارج
ایثار کثیرین لزیارة قبره
الشریف ورؤیة مواضع آثاره
علی جمیع ماذکر لما وقر
فی قلوبهم من محبة غیر ان
قلوبهم لما توالت غفلاتها
و کثرت شهواتها کانت فی
اکثر اوقاتها مشتغلة
بلهوهاذاهلة عما ینفعهاو مع
ذالک هم فی برکة ذالک

اس پر دلیل یہ ہے کہ ہم اکثر
مسلمانوں کودیکھتے ہیں جب حضور
ﷺ کا تذکرہ ہوتا ہے توانھیں شوق
ملاقات تڑپاتا ہے اور وہ اپنے اہل،
مال اولاد اور والدین فدا کر کے بھی
اس کا حصول چاہتے ہیں اور اس
کے لیے وہ اپنی ذات کو ہلاکتوں
میں ڈالتے ہیں لیکن ان کا دل
مطمئن رہتا ہے،اس پر خارجی
شہادت یہ ہے کہ وہ آپ ﷺ کے
روضۂ اقدس اور آپ ﷺ کے
آثار مبارکہ کی زیارت کو ان سب پر
ترجیح دیتے ہوئے نظر آتے ہیں یہ
ویسے ہی نہیں ہوجاتا بلکہ ان کے
دلوں میں آپ ﷺ کی محبت
موجود ہے البتہ متواتر غفلتوں اور
خواہشوں کی وجہ سے اکثر اوقات
کھوئے رہنے کی وجہ سے اپنے نفع
سے غافل ہوتے ہیں اس کے باوجود

النوع من المحبة فیرجی لھم	انھیں اس محبت کی برکات نصیب ہو
کل خیر ان شاء اللہ تعالیٰ	جاتی ہیں اور ان کے لیے ان شاء اللہ
(مرقاۃ المفاتیح، ۱=۱۴۶)	ہر خیر کی امید کی جاسکتی ہے

حضرت نے بھی تمام امت خصوصاً صحابہ اور اولیائے کرام کے حوالے سے یہ کہا ہے ''انہاں بردیاں مفت وکاندیاں تے'' ایسے لوگ ہر دور میں رہے ہیں اور آج بھی ہیں

شالاوت وی آون اوہ گھڑیاں

پیچھے ہم بیان کر چکے ہیں کہ ایک امتی کے لئے سب سے مشکل، مصیبت اور تکلیف دہ بات اس کا حضور ﷺ سے جدا ہونا ہے اور اس کی سب سے بڑی خوشی اور فرحت آپ ﷺ کی محبت، زیارت اور ملاقات ہے، آپ ﷺ کی ظاہری حیات کے لمحات اس قدر افضل ہیں کہ بعد کا زمانہ اس کا مقابلہ نہیں کرسکتا، اس لیے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ''والعصر'' کہہ کر اس کی قسم اٹھائی ہے خود آپ ﷺ نے اسے سب سے بہتر زمانہ قرار دیا ہے، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ سرور عالم ﷺ نے فرمایا

خیر القرون قرنی ثم الذین	سب زمانوں سے بہتر زمانہ میرا ہے
یلونھم ثم الذین یلونھم	پھر اس کے بعد کا اور پھر اس کے بعد
(سنن ترمذی)	کے لوگوں کا

اور یہ وقت سب سے بہتر کیوں نہ ہو؟ کیونکہ اس وقت نے آپ کی صحبت سے فیض پایا، یہی وہ وقت تھا جس میں جبریل امین اللہ تعالیٰ کا وہ آخری مبارک کلام

و پیغام صبح و شام حضور ﷺ کے قلب اقدس پر وحی کی صورت میں لے کر آتے تھے، جو تا قیامت انسانون کے لیے رہنمائی کا ذریعہ ہے

اس حسین وقت کی یادیں

صحابہ کرام ہمیشہ اس مبارک وقت کا تذکرہ کیا کرتے۔ آپ کی صحبتوں' شفقتوں اور مہربانیوں کی' جب یاد آتی تو زار و قطار رونے لگ جاتے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور کے مرض وصال کے دنوں میں انصار اکٹھے ہو کر رو رہے تھے۔ حضرت ابوبکر اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما کا گذر ہوا اور پوچھا رونے کی کیا وجہ ہے؟ انہوں نے کہا

ذکرنا مجلس النبی صلی اللہ علیہ وسلم منا — ہمیں حضور کے ساتھ گزارے ہوئے دن یاد آ رہے ہیں

یعنی ان پر کیف لمحات کو یاد کر رہے ہیں، جب اللہ کے حبیب ہمارے درمیان جلوہ افروز ہوتے تھے۔ اب وصال کے بعد ہمارا کیا بنے گا؟

انہی سے مروی ہے کہ آپ ﷺ کے وصال کے بعد حضرت ابوبکر صدیق نے سیدنا فاروق اعظم سے کہا چلیں حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا سے ملاقات کر آئیں کیونکہ رسول پاک ﷺ ان کے ہاں تشریف لے جایا کرتے۔ جب یہ حضرات ان کے ہاں پہنچے تو انہوں نے رونا شروع کر دیا۔ پوچھا اپ کیوں روتی ہے؟ آپ ﷺ اللہ کے ہاں ایسے مقام پر فائز ہے جو اس دنیا سے کہیں بہتر ہے۔ یہ سن کر حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا نے فرمایا

انی لا علم ما عند الله تعالٰی خیر لرسول ﷺ ولکن ابکی ان الوحی فانقطع من السماء
(سیدنا محمد رسول، ۴۱۲)

میں بھی جانتی ہوں کہ آپ وہاں اعلی مقام پر ہیں لیکن میں اس لئے روتی ہوں کہ ہم اللہ پاک کی عظیم نعمت وحی سے محروم ہوگئے جو آپ ﷺ کے سبب صبح وشام میسر آتی تھی

جب یہ بات دونوں حضرات نے سنی تو آپ ﷺ کی ظاہری حیات کی وہ حسین یادیں ان کے سامنے بھی آگئیں اس پر وہ دونوں بھی رودیے

اذہان صحابہ میں محفوظ چند یادیں

صحابہ کرام نے آپ ﷺ کی مقدس اداؤں کو اپنے قلوب واذہان میں اس طرح محفوظ کیا ہوا تھا کہ انھیں اپنی آنکھوں سے اوجھل نہ ہونے دیتے۔ جب بھی آپ ﷺ کا تذکرہ چھڑتا ہر صحابی آپ ﷺ کی کسی نہ کسی بات کا تذکرہ یوں کرتا جیسے وہ اب بھی اس حیات اافریں منظر کا مشاہدہ کررہا ہے صحابہ کے اذہان میں محفوظ چند یادوں کا تذکرہ آپ بھی ملاحظ کیجیے

مبارک ہونٹوں کے نیچے مسواک دیکھ رہا ہوں

ایک مرتبہ حضرت ابوموسیٰ اشعری دو آدمیوں کے ساتھ آپ ﷺ کی خدمت اقدس میں کسی غرض سے حاضر ہوئے تو آپ ﷺ مسواک فرمارہے تھے انھوں نے آپ ﷺ کی اس مبارک ادا کو اس طرح اپنے ذہن میں محفوظ کرلیا جب

بھی مذکورہ معاملہ کا تذکرہ کرتے تو ساتھ اس بات کا اضافہ کرتے

کانی انظر الیٰ سواکه تحت شفتیه (مسلم ۲،) — میں آج بھی (تصور میں) آپ ﷺ کے مبارک ہونٹوں کے نیچے مسواک دیکھ رہا ہوں

سیاہ عمامہ کے کونے مبارک شانوں کے درمیان

حضرت عمرو بن حریث رضی اللہ عنہ اپنے والد گرامی کے حوالے سے نقل کرتے ہیں کہ وہ جب بھی اپنے آقا کا تذکرہ کرتے تو یہ بھی بیان کرتے

کانی انظر الی رسول الله ﷺ علی المنبر و علیه عمامة سوداء قد ارخیٰ طرفیها بین کتفیها (مسلم ۱،=۴۴۰) — میں مشاہدہ کر رہا ہوں کہ میرے آقا منبر پر جلوہ افروز ہیں آپ کے سر اقدس پر سیاہ رنگ کا عمامہ ہے جس کے دونوں کونے آپ ﷺ کے مبارک شانوں کے درمیان لٹک رہے ہیں

مانگ میں خوشبو کی چمک کا حسین منظر

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حجۃ الوداع کے موقعہ پر آپ ﷺ کے سر اقدس پر خوشبو لگائی آپ ﷺ جب بھی سرور عالم کا تذکرہ فرماتیں تو کہتیں

کانی انظر الی وبیص الطیب فی مفارق رسول الله ﷺ وهو محرم (البخاری، ۲۰۸) — آج بھی وہ حسین منظر میری آنکھوں کے سامنے ہے کہ آپ حالت احرام میں تھے اور آپ ﷺ کے سر اقدس کی

مانگ میں خوشبو کی چمک تھی

امام قسطلانی علیہ الرحمہ "کانی انظر" کے تحت لکھتے ہیں

انھا لکثرة استحضار حالہ کانھا ناظرة الیہ

(ارشاد الساری، ۳=۱۰۷)

آپ رضی اللہ عنہا کا یہ فرمان کہ "میں اب بھی اس خوشبو کی چمک (کے دلربا منظر) کو دیکھ رہی ہوں" کثرت استحضار کے پیش نظر تھا

انگوٹھی کو چمکتا ہوا دیکھ رہا ہوں

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب رسول پاک ﷺ قیصر کی طرف اپنا پیغام ارسال فرمانے لگے تو اس پر آپ ﷺ نے مہر ثبت نہیں فرمائی اس پر صحابہ نے عرض کیا

ان کتابک لایقراء الا ان یکون مختوماً

یا رسول اللہ! وہ بغیر مہر یہ پیغام نہیں وصول کرے گا اور نہ پڑھے گا

آپ ﷺ نے یہ مشورہ قبول فرمایا

فاتخذ رسول اللہ ﷺ خاتما من فضة فنقشه ونقش محمد رسول اللہ ﷺ

اور آپ ﷺ نے چاندی کی انگوٹھی بنوائی اور اس پر نقش کروایا اور اس نقش کے الفاظ "محمد رسول اللہ" تھے

اس کے بعد آپ ﷺ اسے پہنتے اور اس کے ساتھ خطوط پر مہر ثبت

فرماتے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ یہ بات بیان کرنے کے بعد ہمیشہ کہتے

کانی انظر الیٰ بیاضه فی ید رسول الله ﷺ — میں آج بھی چشم تصور میں آپ ﷺ کے مبارک ہاتھ میں اس انگوٹھی کو چمکتا ہوا دیکھ رہا ہوں

(طبقات ابن سعد، ۱=۴۷۱)

سر پر ہاتھ رکھنا ہمیشہ یاد آتا ہے

حضرت عبداللہ بن ہلال انصاری ﷺ سے منقول ہے کہ مجھے میرے والد گرامی اللہ تعالیٰ کے حبیب ﷺ کی خدمت اقدس میں لے گئے عرض کیا یارسول اللہ! میرے بیٹے کے لیے دعا کیجیے۔ حضور سرور عالم ﷺ نے اپنا مقدس ہاتھ میرے سر پر رکھ کر دعا فرمائی اور

فما انسیٰ وضع رسول الله ﷺ یده علی راسی حتی وجدت بردها — حضور ﷺ نے میرے سر پر ہاتھ رکھا جس سے میں نے اپنے سینے میں ٹھنڈک محسوس کی اور یہ آج تک نہیں بھولتا

(سیدنا محمد رسول، ۳۷۸)

اب تک سینے میں ٹھنڈک

حضرت سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ میں مکہ معظمہ میں سخت بیمار ہو گیا رحمۃ للعالمین ﷺ میری عیادت کے لئے تشریف لائے، میں نے عرض کیا، یارسول اللہ ﷺ، میری ایک بیٹی ہے، میں یہ چاہتا ہوں اپنے مال سے دو تہائی صدقہ کی وصیت کروں اور ایک تہائی بیٹی کے لئے رہے، آپ ﷺ نے فرمایا، ایسا نہ

کرو،عرض کیا نصف کر لیتا ہوں ،فرمایا ایسا نہ کرو،عرض کیا ایک تہائی صدقہ اور دو تہائی بیٹی کے لئے کرتا ہوں ،فرمایا ہاں تہائی میں وصیت کرو اور تہائی کافی ہے اس کے بعد آپ ﷺ نے میری پیشانی پر دست اقدس رکھا ،پھر اسے میرے چہرے اور بطن پر پھیرا،اور یہ دعا دی،اے اللہ سعد کو شفا دے اور اس کی ہجرت کو کامل فرما

فما زلت اجد برده علی
کبدی فیما یخال الی الساعة
(البخاری، کتاب الوصایا)

میں آج تک جس وقت بھی اس حسین
منظر کو یاد کرتا ہوں تو اپنے سینہ میں
دست اقدس کی ٹھنڈک پاتا ہوں

سبابہ کا حسن نہیں بھولتا

حضرت میمونہ بنت کردم رضی اللہ عنہما آپ ﷺ کے مبارک پاؤں کی انگلیوں کے حسن و جمال کے بارے میں بیان کرتی ہے کہ میں نے اپنے والد گرامی کے ساتھ حضور علیہ السلام کی زیارت کا شرف پایا،اس وقت آپ ﷺ اونٹنی پر سوار تھے اور آپ ﷺ کے ہاتھ میں چھڑی تھی ،میرے والد نے قریب ہو کر آپ ﷺ کا مبارک قدم پکڑ لیا،اس موقعہ پر میں نے پاوں مبارک کی انگلیوں کی زیارت کا شرف پایا

فما نسیت طول اصبع قدمه
السبابة علی سائر اصابعه

مجھے آپ ﷺ کی سبابہ کا دیگر
انگلیوں سے اعتدال کے ساتھ طویل
ہونا نہیں بھولتا

صحابہ ان حسین یادوں کو کیسے بھول سکتے ہیں؟ جنہوں نے صبح و شام اپنی آنکھوں اور

دلوں کو زیارت حبیب خدا ﷺ سے ٹھنڈا کیا، جب کے بعد کے ایسے خوش نصیب لوگ جنہیں خواب میں آنحضور ﷺ کا دیدار نصیب ہوا، وہ ہمیشہ یہی کہتے رہتے ہیں

عمر بھر دیکھوں مگر سیری نہ ہو
بات کچھ ایسی تیری صورت میں ہے

حضرت اعلیٰ کو ہی دیکھیں جب انھیں حمراء وادی میں آپ ﷺ کی زیارت کا شرف ملا تو اس کیفیت سے دوبارہ لطف اندوز ہونے کے لیے اس طرح خواہش کرتے ہیں کہ آپ سے ہم کلام ہو جائیں

اوہا مٹھیاں گالیں الاؤ مٹھن
جو حمراء وادی سن کریاں

ایک اور مقام پر کہتے ہیں

مہر علی کیوں پھریں اداسی
اج کل سوہنا آ گل لاسی
ہوسن خوشیاں تے غم جاسی
ملساں لمیاں کر کر باہاں نال

یہی یاد مقصود حیات ہے، یہی یاد پیغام زیست ہے، یہی یاد ہمہ وقت دم کے ساتھ ہے اور دیدار فیض بار کے لمحے، وہ حصول نعمت کا مرحلہ اور وہ پیار بھری ملاقات گفتگو ہمیشہ یادوں میں تر و تازہ ہے

کراں یاد میں سوہنی جھات نوں
اس سفر عرب والی رات نوں

اس حمراء وادی دی گھات نوں

یا لیتنی یوم الوصال

اس ملاقات کے کیف اور بعداز وصال جدائی کے بارے میں آپ مناجات میں عرض کرتے ہیں

جھات پا کے ول گیوں ساری رین گزری روندیاں
نین برسن زار رم جھم جیویں بدلیاں کالیاں

فی المنام قد تفضلت علی منیتی
ادنیٰ فضلاً جمالک فارضی فی العیان

یہ یاد سوتے جاگتے ہر عالم میں بار بار آتی رہتی ہے، آنکھیں اسی منظر کو دیکھنا چاہتی ہیں، دل وہی کیفیت لوٹانا چاہتا ہے اور آرزو کہتی ہے کہ

دل دا ویہڑا خانہ اکھیاں دا دوہاں نوں انتظار
قدم پاویں جیوندیاں جیوندیاں تہ ہوون خوشحالیاں

(مرأۃ العرفان، ۲۱)

☆

باب ۱۳

لفظ سبحان کا استعمال

ما اجملک ما احسنک

حسن مصطفوی ﷺ صحابہ کی زبانی

حضرت موسیٰ اور امتی ہونے کی دعا

تمام انبیاء علیھم السلام آپ کے جھنڈے کے نیچے

محبت کے تین بنیادی اسباب

کتھے مہر علی کتھے تیری ثنا

گستاخ اکھیاں کتھے جا لڑیاں

اس آفاقی کلام کا آخری بند حسن خیال وفن کا وہ خوبصورت امتزاج ہے جس نے اسے زبان زد عام کر دیا ہے اور مدح رسالت مآب ﷺ کی کوئی محفل اس کے بغیر مکمل نہیں ہوتی، ملاحظہ فرمایئے

--- ۱۳ ---

سبحان اللہ ما اجملک ما احسنک ما اکملک
کتھے مہر علی، کتھے تیری ثناء گستاخ اکھیں کتھے جا اڑیاں

الفاظ کے معانی

سبحان اللہ، تمام پاکیزگی اللہ کے لیے۔ ما اجملک، آپ کتنے جمیل ہیں۔ ما احسنک، آپ ﷺ کس قدر حسین ہیں۔ ما اکملک، آپ ﷺ کس قدر کامل ہیں۔ کتھے، کہاں۔ مہر علی، حضرت علیہ الرحمہ کا اسم گرامی۔ ثناء، مدح۔ گستاخ، جسارت کی مرتکب۔ اڑیاں، لگ گئیں

شعر کا مفہوم

آخر میں اپنے عجز کا اعتراف کرتے ہوئے عرض کرتے ہیں کہ آپ ﷺ اس قدر صاحب حسن و جمال اور صاحب کمال ہیں کہ مجھ جیسے حقیر سے آپ ﷺ کی ثنا ممکن ہی نہیں بلکہ اس سے میری کوئی مناسبت نہیں۔ کہاں میں اور کہاں آپ ﷺ کی ذات اقدس؟ زیارت و دیدار کا شرف فقط آپ کی کرم نوازی ہے ورنہ میری آنکھیں اس لائق کہاں، ان سے بھی لگنے اور تکنے کی جسارت ہوگئی ہے

شعر کی تشریح

انسان جب کوئی اہم اور انتہائی خوبصورت واقعہ، حال اور مقام بیان کرتا ہے تو وہ ماءشاءاللہ اور سبحان اللہ کے کلمات زبان پر لاتا ہے، بلکہ اکثر اوقات فطرتی طور پر یہ مبارک الفاظ زباں سے نکل آتے ہیں، جس طرح پہلے بیان کیا گیا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کا حسن دیکھ کر مصر کی خواتین پکار اٹھیں

حاش للہ ماھذا بشرا ان ھذا	اللہ کی قسم یہ بشر ہے ہی نہیں یہ تو یقیناً
الا ملک کریم	ایک مکرم فرشتہ ہیں

(یوسف،۳۱)

لفظ سبحان کا استعمال

قرآن مجید کا مطالعہ کرنے والا ہر آدمی جانتا ہے کہ خود باری تعالیٰ نے متعدد اہم مقامات پر یہ مقدس لفظ استعمال فرمایا ہے، مثلاً واقعہ معراج جو دنیا میں سب سے عجیب ترین واقعہ ہے کہ ہزاروں سالوں کی مسافت اس قدر تھوڑے سے وقت میں طے ہوگئی کہ بستر گرم رہا اور وضو کا پانی ابھی زمین نے جذب نہیں کیا۔ چونکہ کوئی عقل وفلسفہ اسے تسلیم کرنے کے لیے تیار نہ تھا، تو اللہ تعالیٰ نے اس سے پہلے اپنی شان قدرت کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا

سبحان الذی اسرٰی بعبدہ	پاک ہے وہ ذات جس نے اپنے خاص
(الاسراء،۱)	بندے کو سیر کروائی

یہاں لفظ سبحان عظمت شان کے اظہار کے لیے آیا ہے کہ اللہ نے فرمایا ''اور میں تمام

کمزوریوں سے پاک ہوں، جب میں نے اسے معراج کا تحفہ اور مقام عطا فرمایا ہے تو تم اس پر ایمان لے آؤ"

یہ سب کچھ اسی کا ہے

حضرت اعلیٰ نے بھی لفظ سبحان اللہ لا کر واضح کر دیا کہ حضور سرور عالم ﷺ کے جس قدر کمالات، عظمتیں اور شانیں ہیں یہ سب کی سب اللہ تعالیٰ کی عطا ہیں اسی نے آپ ﷺ کو اپنی ذات اقدس کا مظہر اتم واکمل بنا دیا۔ باقی نبی اس کی صفات کا مظہر ہیں لیکن آپ کی ذات اس کی ذات اقدس کا مظہر ہیں جیسا کہ پیچھے تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے ذاتی نور کے فیض سے آپ ﷺ کو پیدا فرمایا پھر آپ ﷺ کے نور کے فیض سے تمام کائنات کو تخلیق فرمایا اور تمام کائنات کے لیے مرکز فیض آپ ﷺ ہی کی ذات مبارک قرار دے دیا

وجود قدرت باری پر قطعی دلیل

یوں تو کائنات کی ہر شے اپنے خالق و مالک کے وجود و قدرت پر واضح دلیل ہے لیکن اگر قرآن مجید نے کسی کو قطعی اور آخری دلیل قرار دیا ہے تو وہ وجود مصطفوی ہے ارشاد ہوتا ہے

یاایھا الناس قد جاء کم برھان من ربکم وانزلنا الیکم نورامبینا (النساء،۴=۱۷۴)	اے لوگو! تمھارے رب کی طرف سے تمھارے پاس پختہ دلیل آگئی اور ہم نے تمھاری طرف نور مبین نازل کیا ہے

امام راغب اصفہانی لفظ برہان پر گفتگو کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ دلیل پانچ طرح کی ہوسکتی ہے

۱۔ جس میں صدق وکذب دونوں کا احتمال ہو

۲۔ جس میں کذب کا غالب امکان ہو

۳۔ جس میں صدق کا احتمال غالب ہو

۴۔ جس میں جھوٹ یقینی ہو

۵۔ ایسی دلیل جو ہمیشہ قطعی طور پر صدق پر ہی دلالت کرے

اس آخری دلیل کو برھان کہا جاتا ہے

البرھان اوکد الادلة وھو الذی یقتضی الصدق ابداً لامحالة	سب سے قطعی اور پختہ دلیل کو برہان کہا جاتا ہے اور یہ یقینی طور صدق کا ہی تقاضا کرتی ہے

(مفردات، ۴۵)

مااجملک مااحسنک

یہ تینوں ''مااجملک، مااحسنک اور مااکملک'' افعال تعجب ہیں، لغوی معنیٰ ان کا اگرچہ یہ ہے تمہیں اس نے کس قدر جمیل، حسین اور کامل بنایا مگر یہاں بطور تعجب ان کا استعمال ہے۔اب مفہوم یہ ہوگا آپ ﷺ کس قدر جمیل و حسین اور کامل ہیں۔

حسن مصطفوی، صحابہ کی زبانی

آیئے! آپ ﷺ کے حسن و جمال کا تذکرہ ان لوگوں کی زبان سے سنتے ہیں جو خوش نصیب آپ ﷺ کے حسن کا صبح و شام نظارہ کرتے، جن کی آنکھیں حسن مصطفوی ﷺ دیکھنے میں محو رہتیں۔ جو اس طرح ٹکٹکی باندھ کر دیکھتے کہ آنکھ جھپکنے نہ پاتی، جن کو آپ کے دیدار کی طلب کائنات کی ہر شے سے محبوب و مطلوب تھی، تمام صحابہ اس بات پر متفق نظر آتے ہیں کہ آپ ﷺ سے بڑھ کر حسین ہستی روئے زمین پر پیدا ہی نہیں ہوئی۔ ہم یہاں صرف دس صحابہ سے مروی روایات کا تذکرہ کرنے پر اکتفا کریں گے۔

۱۔ امام ابو نعیم اور خطیب نے آپ کی والدہ ماجدہ سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ جب آپ میری گود میں جلوہ افروز ہوئے تو

نظرت الیہ فاذا ھو کالقمر لیلۃ البدر — میں نے آپ کی طرف دیکھا۔ آپ چودھویں کے چاند کی طرح تھے

(سیدنا محمد رسول اللہ، ۱۷)

۲۔ آپ کے خادم خاص حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے

کل شئی حسن قد رأیت فما رأیت شیئاً قط احسن من رسول اللہ ﷺ — میں نے بڑی بڑی حسین اشیاء دیکھی ہیں لیکن میں نے رسول اللہ ﷺ سے بڑھ کر کوئی حسین نہیں دیکھا

(تہذیب ابن عساکر، ۱=۳۲۰)

۳۔ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ دیدار کے بعد یوں گویا ہوئے

لم ارشیئا قط احسن من رسول اللہ ﷺ — میں نے اپنے آقا سے بڑھ کر کوئی شے حسین کبھی نہیں دیکھی

(مسلم، کتاب الفضائل)

آپ ہی سے مروی ہے

مارأیت احدًا اجمل من رسول اللہ — میں نے آپ سے بڑھ کر کسی کو صاحب جمال نہیں دیکھا (ابن سعد، ۱=۴۲۸)

۴۔ اسی بات کا اظہار سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے ان الفاظ میں کیا ہے

مارأیت شیئًا قط ا احسن من رسول اللہ ﷺ — میری نظر میں آپ ﷺ سے بڑھ کر کوئی حسین جچا ہی نہیں

(مسند احمد، ۲=۳۸۰)

آپ سے مروی دوسری روایت کے الفاظ ہیں

کان رسول اللہ احسن الناس و اجملها — محبوب ﷺ تمام لوگوں سے بڑھ کر حسین جمیل تھے (سبل الہدی، ۲=۱۰)

۵۔ ابو اسحاق الہمدانی بیان کرتے ہیں کہ ہمارے شہر کی ایک خاتون نے کعبہ کا طواف کرتے ہوئے آقائے دو جہاں ﷺ کی زیارت کی۔ واپسی پر اس نے ہمارے سامنے آپ کے حسن و جمال کا تذکرہ کیا۔ میں نے اسے کہا

شبیهہ لی قالت کالقمر لیلة البدرلم ارقبله ولا بعده مثله — مجھے آپ بتائیں کہ وہ کیسے تھے فرمانے لگیں وہ چودھویں کے چاند کی طرح ہیں میں نے ان سے پہلے اور ان کے بعد ان کی مثل نہیں دیکھا

(فتح الباری، ۶=۱۳۴۱)

۶۔ حضرت ام معبد رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کی زیارت کے بعد کہا کرتی تھیں

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اجمل الناس من بعید واحلاہ واحسنہ من قریب (دلائل النبوۃ للبیہقی، ۱=۲۳۰)	رسول ﷺ دور سے تمام لوگوں سے صاحب جمال و بارعب دکھائی دیتے اور قریب سے آپ سب سے بڑھ کر من ٹھار اور حسین تھے

۷۔ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن میں محبوب خدا ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ ﷺ سرخ جبہ زیب تن فرمائے چاندنی رات میں تشریف فرما تھے

فجعلت انظر الیہ والی القمر فھو احسن فی عینی من القمر (الترمذی، کتاب الآداب)	پس میں کبھی آپ ﷺ کی طرف دیکھتا اور کبھی چاند کی طرف تو آپ چاند سے بڑھ کر حسین ہیں

امام ابن عساکر نے اس روایت کو مختلف الفاظ سے ذکر کیا ہے

فجعلت اماثل بینہ و بین القمر فکان فی عینی احسن من القمر	میں آپ ﷺ کے چہرۂ اقدس اور چاند کے درمیان موازنہ کیا تو آپ ﷺ کا چہرۂ اقدس میرے نزدیک چاند سے زیادہ حسین تھا
فھو فی عینی ازین من القمر	آپ ﷺ چہرۂ اقدس میرے نزدیک چاند سے زیادہ مزین تھا
فھو فی عینی ازھی من القمر (ابن عساکر، ۱=۳۲۳)	آپ ﷺ کا چہرۂ اقدس چاند سے زیادہ روشن اور پرنور تھا

۸۔ حضرت ابوعبیدہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ربیع بنت معوذ رضی اللہ عنہا سے درخواست کی

صفی لی رسول الله ﷺ
قالت یا بنی لو رأیتہ لقلت
الشمس طالعة

مجھے آپ ﷺ کے حسن و جمال کے بارے بتایئے فرمانے لگیں اے بیٹے اگر تو آپ کی زیارت کرتا تو یوں محسوس کرتا کہ سورج طلوع ہو گیا ہے (الدارمی، ۱=۴۴)

کسی نے کیا خوب کہا

حسنک کل یوم مشرق وببدر وجھک کل لیل مقمر

آپ کے آفتابِ حسن سے ہر دن روشن ہے اور آپ ﷺ کے چہرۂ بدر سے ہر رات چاندوالی ہے۔

۹۔ دربارِ نبوی ﷺ کے مشہور ثنا خوان حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ آپ کے حسن و جمال کے بے مثال ہونے کو یوں بیان کرتے ہیں

واحسن منک لم ترقط عینی واجمل منک لم تلد النساء

(آپ ﷺ سا حسین میں نے دیکھا ہی نہیں دیکھتا کہاں کسی ماں نے آپ ﷺ سے بڑھ کر جمیل جنا ہی نہیں)

خلقت مبراء من کل عیب کانک قد خلقت کما تشاء

(آپ کو ہر عیب سے پاک پیدا کیا گیا ہے بلکہ یوں محسوس ہوتا ہے کہ آپ کو آپ کی مرضی ومنشاء کے مطابق پیدا کیا گیا ہے۔یعنی باقی کائنات کی ہر شے کو اللہ نے اپنی مرضی سے بنایا مگر آپ کی تخلیق آپ کی منشا کے مطابق فرمائی)

۱۰۔ پہلی نظر میں کوئی بھی شخص حضور ﷺ کے سراپا اقدس کی وجاہت اور بے مثال

حسن و جمال سے مرعوب ہوئے بغیر نہ رہتا لیکن جوں جوں قریب ہوتا جاتا آپ ﷺ کی پرکشش جاذب نظر شخصیت سے مسحور ہو کر آپ ﷺ کا گرویدہ بن جاتا ہے۔ جسے ایک مرتبہ ﷺ کے قرب کی دولت نصیب ہو جاتی اس پر جدائی و مفارقت انتہائی شاق گزرتی اور جب تک آپ ﷺ کی بارگاہ بے کس پناہ میں دوبارہ نہ چلا جاتا ماہی بے آب کی طرح بے قرار رہتا۔ حسن مصطفوی ﷺ کی اعجاز آفرینی کا ذکر کرتے ہوئے حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں

من رأه بديهة هابه ومن خالطه معرفة احبه يقول ناعته لم ار قبله ولا بعده مثله ﷺ
(الترمذی،۲=۲۰۵)

آپ ﷺ کو اچانک دیکھنے والا مرعوب ہو جاتا جبکہ آپ کے ساتھ رہن سہن رکھنے والا فدا ہو جایا کرتا آپ کا وصف بیان کرنے والا ہر شخص یوں گویا ہوتا کہ میں نے آپ ﷺ سے پہلے اور آپ بعد آپ جیسا حسین نہیں دیکھا

حضرت ام معبد رضی اللہ عنہا سرکار دو عالم ﷺ کے حسن وجاہت اور شخصی وقار کے بارے میں بیان فرماتی ہیں

ان صمت فعليه الوقار وان تكلم سماه وعلاه البهاء اجمل الناس وابهاه من بعيد و احسنه و اجمله عن قريب
(المستدرک للحاکم،۳=۹)

آپ ﷺ بوقت سکوت حد درجہ متین اور سراپا وقار دکھائی دیتے جب گفتگو فرماتے تو رخ انور پر شگفتگی پھیل جاتی آپ دور سے ذی وجاہت اور بارعب دکھائی دیتے جبکہ نزدیک سے کمال درجہ حسین اور جمیل

حسنِ مصطفوی ﷺ اور حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا

سیدہ حلیمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب مکہ سے مایوس لوٹنے لگی تو خاوند نے کہا کہ اگر کوئی اور بچہ نہیں ملا تو بنی ہاشم کا یتیم ہی لے جاتے ہیں کیونکہ خالی واپس نہیں جانا چاہیے۔ میں نے آپ کے دادا حضرت عبدالمطلب کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ ﷺ کو دیکھنے کی خواہش کا اظہار کیا حضرت عبدالمطلب مجھے اس کمرہ میں لے گئے جہاں آپ تشریف فرما تھے۔ آپ ﷺ کے اوپر نیچے سفید اور سبز کپڑا تھا

فاشفقت ان اوقظه من نومه لحسنه و جماله فدنوت منه رویدًا فوضعت یدی علی صدره فتبسم ضاحکاً و فتح عینیه ینظر الی فخرج من عینیه نور حتی دخل خلال السماء

(الانوار المحمدیہ، ۱۹)

آپ ﷺ سوئے ہوئے تھے آپ ﷺ کا حسن و جمال دیکھ کر میں حیرت میں ڈوب گئی لیکن حسن پر کشش کی وجہ سے میں آپ ﷺ کے قریب آئی پھر میں نے آپ ﷺ کے سینہ اقدس پر ہاتھ رکھا۔ آپ ﷺ نے مسکراتے ہوئے اپنی مبارک آنکھیں کھولیں تو میں نے دیکھا آپ ﷺ کی مقدس آنکھوں سے نور کی شعائیں نکل رہی ہیں جس کی روشنی آسمان تک پھیلی ہوئی ہے

حسنِ یوسفی، حسنِ مصطفوی ﷺ کا جز

قرآن کریم نے حسن یوسفی کے بارے میں تفصیلاً بیان کیا ہے کہ جب مصر کی

عورتوں نے زلیخا کو طعنہ دیا کہ کس پر فریفتہ ہوگئی ہے تو زلیخا نے ان کو آپ کے حسن کا نظارہ کروانے کے لیے اپنے ہاں دعوت دی۔ جب وہ آئیں تو گاؤ تکیے لگا دیے گئے، پھل کاٹنے کے لیے ان کے ہاتھوں میں چھریاں تھما دی گئیں۔ اس کے بعد زلیخا نے حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں عرض کیا کہ مہربانی فرما کر ان کے پاس گزر جائیں۔ جب آپ شرم وحیا کا پیکر بن کر ان کے پاس سے گزرے

فلما رأینہ اکبر نہ وقطعن ایدیھن وقلن حاش للہ ماھذا بشراً ان ھذا الا ملک کریم (یوسف،۳۱)

جب انہوں نے آپ کو دیکھا تو حسن صورت میں عظیم محسوس کیا اور اپنے ہاتھ کاٹ ڈالے اور پکار اٹھیں، پاکیزگی اللہ کے لئے ہے۔ یہ بشر نہیں یہ تو کوئی مبارک فرشتہ ہے

خصائص کبریٰ اور متعدد کتب سیر میں امام نعیم سے منقول ہے

حضرت یوسف علیہ السلام کو تمام انبیاء مرسلین علیہم السلام بلکہ تمام مخلوق سے بڑھ کر حسن عطا کیا گیا مگر اپنے حبیب ﷺ کو وہ حسن وجمال عطا کیا گیا جو کسی بھی مخلوق کو نہیں ملا حتی کہ حسنِ یوسف بھی آپ ﷺ کے حسن کل کا جز قرار پایا

(الخصائص الکبری،۲=۱۸۲)

امام محمد بن یوسف الصالحی نبی اکرم ﷺ کے ارشاد گرامی "اعطی شطر الحسن" کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں

المراد انہ اعطی شطر الحسن الذی اوتیتہ نبینا ﷺ فانہ بلغ النھایۃ و ویوسف بلغ شطرھا و

آپ ﷺ کے ارشاد گرامی کا معنی یہ ہے کہ حسن یوسف حبیب خدا کے حسن کامل کا ایک جز ہے اس کی تائید حضرت

يحققه ما رواه الترمذی عن قتاده والدار قطنی عن انس رضی الله عنه قال ما بعث الله نبياً الا حسن الوجه حسن الصوت و كان نبيكم احسنهم وجهاً وصوتاً

(سبل الہدیٰ،۲=۱۲)

انس رضی اللہ عنہ سے مروی اس روایت سے بھی ہوتی ہے جس کو ترمذی اوردار قطنی نے روایت کیا ہے کہ ہر نبی کواللہ تعالیٰ نے حسن صورت اور حسن صوت کی نعمت عطا کی ہے لیکن نبی اکرم ﷺ ان سب سے بڑھ کر حسین تھے اورخوش آواز بھی

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا قولِ مبارک

ملا حسین علی کاشفی تفسیر المواہب العلیہ میں بیان کرتے ہیں کہ ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کے حسن و جمال کے بارے میں یہ شعر پڑھا کرتی تھیں

لوامی زلیخا لو رأین جبینه
لا ثرن بقطع القلوب علی الید

(زلیخا کو ملامت کرنے والی عورتیں اگر اللہ کے حبیب کا حسن و جمال دیکھ لیتیں تو بجائے ہاتھ کاٹنے کے دلوں کو کاٹ ڈالتیں)

(اسماء النبی الکریم للشیخ برکت علی،۱=۱۴۵)

حسن یوسف پہ کٹیں مصر میں انگشت زناں
سر کٹاتے ہیں تیرے نام پر مردانِ عرب

امام بوصیری نے اس حسن و جمال کو یوں بیان کیا

منزہ عن شریک فی محاسنہ
فجوھرا الحسن فیہ غیر منقسم

(آپ اپنے محاسن وکمالات میں بے مثل ہیں اور آپ میں جوہر حسن کو تقسیم نہیں کیا گیا)

چونکہ حضرت اعلیٰ زیارت کا شرف پا چکے تھے اس لے دوبارہ اس سراپا حسن کو دیکھنے کی آرزو کر رہے ہیں

حسن و جمال میں حضور ﷺ کو بے مثل ماننا ایمان کی بنیاد

کتاب وسنت کی ان تصریحات کے پیش نظر ائمہ امت اور فقہائے کرام نے ایمانیات کے باب میں بیان کیا ہے کہ کسی شخص کا ایمان اس وقت تک مکمل نہیں ہوسکتا، جب تک وہ محبوب خدا ﷺ کو باعتبار صورت وسیرت روئے زمین پر ابد الآباد تک پیدا ہونے والے تمام انسانوں سے افضل واکمل تسلیم نہ کرلے۔

امام المحد ثین حضرت ملا علی قاری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں

من تمام الایمان به اعتقاد انه لم یجتمع آدمی من المحاسن الظاهرة الدالة علی محاسنه الباطنة مااجتمع فی بدنه علیه السلام

(جمع الوسائل شرح شمائل، ۱=۹)

کسی شخص کا ایمان اس وقت تک مکمل نہیں ہوسکتا جب تک وہ یہ اعتقاد نہ رکھے کہ بلا شبہ حضور ﷺ کے وجود گرامی میں ظاہری اور باطنی کمالات ہر شخص سے بڑھ کر ہیں اور اس خوبی کے ساتھ ودیعت کردیے

امام شہاب الدین احمد قسطلانی رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں

اعلم ان من تمام الایمان به ﷺ بان الله تعالیٰ جعل خلق بدنه الشریف علی وجه لم یظهر قبله و لا بعده

(المواہب اللدنیہ، ۱=۲۴۸)

یہ بات قطعی ہے کہ تکمیل ایمان کے لیے یہ اعتقاد ضروری ہے کہ آپ ﷺ کے وجود اطہر سے بڑھ کر آپ ﷺ سے پہلے اور آپ ﷺ کے بعد رب العزت نے کسی کو حسین نہیں بنایا

مشہور محدث امام عبدالرؤف مناوی علیہ الرحمہ یوں رقم طراز ہیں

وقد صرحوا بان کمال الایمان اعتقاد انه لم یجتمع فی بدن الانسان فی المحاسن الظاهرة ما اجتمع فی بدنه

(شرح شمائل للمناوی برحاشیہ جمع الوسائل، ۱=۱۸)

تمام علماء نے تصریح کی ہے کہ اس وقت تک کسی انسان کا ایمان مکمل نہیں ہوسکتا جب تک وہ یہ اعتقاد نہ رکھے کہ آپ ﷺ کے وجود اقدس میں پائے جانے والے محاسن کسی دوسرے میں نہیں

ایک اور مقام پر امام مناوی لکھتے ہیں

من تمام الایمان به علیه الصلوٰة والسلام الایمان به بانه سبحانه خلق جسده علیٰ وجه لم یظهر قبله و لا بعده

(فیض القدیر شرح جامع الصغیر، ۵=۷۲)

تکمیل ایمان کے لیے اس بات کا ماننا ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کا جسد اطہر حسن و جمال میں بے نظیر و بے مثال بنایا ہے

شیخ ابراہیم بیجوری اس بات کی تصریح یوں کرتے ہیں

لما یتعین علیٰ کل مکلف ان یعتقد ان اللہ تعالیٰ اوجد خلق بدنہ ﷺ علیٰ وجہ لم یوجد قبلہ ولا بعدہ مثلہ

(المواھب اللدنیہ علی الشمائل المحمدیہ، ۱۴)

امت مسلمہ کا اس امر پر اتفاق ہے کہ ہر انسان حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں یہ عقیدہ رکھے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے وجود اقدس کو اس طرح تخلیق فرمایا ہے کہ آپ ﷺ سے پہلے اور آپ ﷺ کے بعد کوئی بھی آپ ﷺ کا مثل نہیں

حافظ ابن حجر علیہ الرحمہ کے الفاظ ملاحظہ کریں

انہ یجب علیک ان تعتقد ان من تمام الایمان بہ علیہ الصلوٰۃ والسلام بان اللہ تعالیٰ اوجد خلق بدنہ الشریف علیٰ وجہ لم یظھر قبلہ ولا بعدہ فی آدمی ﷺ

(جواہر البحار، ۲=۷۹)

ہر مسلمان کو اس بات سے آگاہ رہنا چاہیے کہ ایمان کی تکمیل کے لیے اس بات پر ایمان لانا ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بدن خیر البشر اس طرح پیدا فرمایا ہے کہ اس کی نظیر آپ ﷺ سے پہلے اور بعد میں ممکن نہیں

شیخ احمد عبد الجواد الدومی علیہ الرحمہ شرح شمائل میں لکھتے ہیں

من تمام الایمان ان نعلم ان الصورۃ الباطنہ لہ من اشرف الصور واحسنھا واجلاھا

(الاتحاف الربانیہ شرح شمائل المحمدیہ، ۱۷)

اس بات پر یقین رکھنا ایمانیات میں سے ہے کہ نبی اکرم ﷺ اپنی ظاہری و باطنی صورت میں تمام صورِ کائنات سے اعلیٰ اور صاحبِ حسن و کمال ہیں

جو لوگ آپ ﷺ کے حسن و جمال کے تذکرے پر مشتمل محافل کو بدعت کہتے ہیں، وہ ان تصریحات پر ضرور غور کریں، اسی تقاضائے ایمان کو پورا کرنے کے لیے اہل محبت اپنی تمام زندگی آپ کے حسن و جمال کے تذکرے کے لیے وقف کر کے اپنے ایمان کی تازگی اور جلا کا سرمایہ بناتے ہیں، اسی عشق و محبت کی آگ اپنے اور لوگوں کے سینوں میں بھڑکا کر معاشرے میں حسن و جمال نبوی ﷺ کے نغمے الاپتے ہوئے کہتے ہیں

نہ حسنش غایتے دارد نہ سعدی را سخن پایاں

ما اکملک

پہلے الفاظ میں آپ ﷺ کے حسن و جمال کا تذکرہ تھا، اس میں آپ ﷺ کے کمالات، خصائص، امتیازات و مقامات کا بیان ہے کہ آپ ﷺ کی ذات اقدس تمام مخلوق میں سب سے کامل و اکمل ہے، آپ ﷺ کے اکمل و اعلیٰ ہونے کی شان یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو تمام انبیاء علیھم السلام اور ہادیان عالم کا سربراہ بنایا ہے اور ہر رسول و نبی سے آپ ﷺ پر ایمان لانے اور آپ ﷺ کے مشن میں تعاون کا وعدہ لیا ہے۔ اس عہد کو عہد میثاق النبیین کہا جاتا ہے۔

آپ پر ایمان لانے سے انبیاء علیھم السلام کو نبوت ملی

اس آیت کی تفسیر میں امام قسطلانی، حافظ ابن کثیر کے حوالے سے نقل کرتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کے نور اقدس کو پیدا فرمایا اور اس کو افاضہ کمالات اور خلعتِ نبوت سے مشرف کرنے کے بعد جب دیگر انبیاء علیھم السلام کے انوار کو

پیدا کیا تو نور مصطفوی ﷺ کو حکم دیا کہ ان کے سامنے تشریف لایئے اور ان پر نظر ڈالیے جونہی آپ ﷺ کا نور ان کے سامنے آیا تو اس نے ان تمام انوار کو اپنی ضیاء نورانیت میں گم کر دیا تو وہ بول اٹھے اے ہمارے پروردگار تبارک وتعالیٰ ! یہ کون ہیں جن کے نور نے ہمیں ڈھانپ لیا ہے اور ہم پر غالب آ گیا ہے تو اللہ نے فرمایا

هذا نور محمد بن عبدالله ان امنتم به جعلتکم انبیاء قالوا امنا به وبنبوته فقال الله اشهد علیکم قالوا نعم فذالک قول الله تعالیٰ واذاخذ الله میثاق النبیین

یہ محمد بن عبداللہ کا نور ہے اگر تم اس پر ایمان لاؤ تو میں تمھیں منصب نبوت پر فائز کروں گا، انھوں نے عرض کیا ہم ایمان لاتے ہیں ،اس کا تذکرہ اس آیت میں ہے واذاخذ اللہ میثاق النبیین

(مواہب مع الزرقانی ،ا=۴۰)

اس آیت کی تفسیر میں امام تقی الدین سبکی علیہ الرحمہ نے مکمل کتاب ''التعظیم والمنة'' تحریر کی ہے،اس کے اقتباسات اردو ترجمہ کے ساتھ علامہ محمد اشرف سیالوی نے اپنی کتاب ''تنویر الابصار بنور النبی المختار'' میں بھی نقل کیے ہیں جو نہایت قابل مطالعہ ہیں۔

آپ ﷺ نے اپنے اس مقام عالی کا تذکرہ متعدد مقامات پر ارشاد فرمایا ہے سنن دارمی میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا

انا قائد المرسلین ولا فخر وانا خاتم النبیین ولا فخر

میں تمام رسولوں کا قائد ہوں مگر مجھے اس پر کوئی فخر نہیں، میں تمام انبیاء علیہم السلام کا خاتم ہوں مگر مجھے اس پر کوئی فخر نہیں

سنن ترمذی میں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسالتمآب ﷺ نے فرمایا روز قیامت

کنت امام النبیین وخطیبھم وصاحب شفاعتھم غیر فخر	میں تمام انبیاء علیھم السلام کا امام، خطیب اور صاحب شفاعت ہوں مگر مجھے اس پر کوئی فخر نہیں

آپ ہیں درون سرا

یہی وجہ ہے اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو اس مقام محبوبیت پر فائز فرمایا کہ حضرت خلیل علیہ السلام جیسی شخصیت بھی اعلان کر رہی ہے کہ آپ ﷺ اندر کے ہیں اور ہم باہر کے۔ امام مسلم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے جو حدیث شفاعت نقل کی ہیں کہ جب لوگ سیدنا آدم علیہ السلام کے پاس جائیں گے تو وہ انھیں یہ کہتے ہوئے سیدنا ابراھیم علیہ السلام کی طرف راہنمائی کریں گے

اذھبوا الیٰ ابراھیم خلیل اللہ	تم اللہ کے خلیل حضرت ابراھیم علیہ السلام کے پاس جاؤ

جب لوگ سیدنا ابراھیم خلیل اللہ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوں گے تو آپ ﷺ فرمائیں گے

لست بصاحبکم ذلک انما کنت من وراء وراء اعمدوا الیٰ موسی الذی کلمہ اللہ تکلیماً	میں اس درجہ کا نہیں میں تو بہت پیچھے کا خلیل ہوں تم موسیٰ کے پاس جاؤ جن سے اللہ تعالیٰ نے کلام فرمایا

امام نووی نے شارح مسلم امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بن محمد اصبہانی شافعی کی ''التحریر'' سے جو گفتگو اس حدیث کے تحت نقل کی وہ نہایت ہی قابل مطالعہ ہے، صاحب تحریر لکھتے ہیں

هذه كلمة تذكر على سبيل التواضع اى لست بتلك الدرجة الرفيعه وقد وقع لى معنى مليح فيه وهو معناه ان المكارم التى اعطيتها كانت بوساطة سفارة جبريل عليه السلام ولكن ائتواموسىٰ فانه حصل له سماع الكلام بغير واسطته انما كرر وراء وراء لكون نبينا محمد ﷺ حصل له السماع بغير واسطة وحصل له الرؤية فقال ابراهيم عليه السلام انا وراء موسىٰ الذى هو وراء محمد ﷺ اجمعين

یہ کلمات بطور تواضع ہیں کہ میرا یہ بلند مقام نہیں ہم پر اس کا خوبصورت مفہوم واضح ہوا ہے کہ فرمایا مجھے تمام مکارم جبریل کے واسطہ سے ملے ہیں تم موسیٰ کے پاس جاؤ کہ انھیں بلاواسطہ اللہ تعالیٰ سے کلام کا شرف حاصل ہے، لفظ وراء کا تکرار اس لیے ہے کہ ہمارے نبی کو بغیر واسطہ کلام بھی حاصل ہوا اور دیدار بھی تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا میں موسیٰ علیہ السلام سے پیچھے ہوں اور وہ حضور ﷺ کے پیچھے ہیں

اس کے بعد امام نووی فرماتے ہیں

وفی ھذا بیان فضل سیدنا محمد ﷺ علیٰ الجمیع

اس میں تمام انبیاء علیہم السلام پر آپ کی فضیلت آشکار ہو رہی ہے

(نووی علی مسلم، ۲=۷۰)

مغز ہو تم وہ ہیں پوست اور ہیں باہر کے دوست

تم ہو درونِ سرا، تم پہ کروڑوں درود

جب آدمی کی نظر حضور ﷺ کے ان مقامات عالیہ کی طرف اٹھتی ہے تو آدمی بے ساختہ پکار اٹھتا ہے کہ سبحان اللہ، ماشاء اللہ بلکہ جو جس قدر ان سے آگاہ ہے وہ اسی قدر محو تسبیح و تہلیل ہو جاتا ہے

حضرت موسیٰ اور امتی ہونے کی دعا

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے بیان فرمایا کہ موسیٰ پر اللہ تعالیٰ نے وحی کی اور فرمایا جو شخص میرے پاس اس حال میں آیا کہ وہ احمد کا گستاخ و منکر تھا تو میں اسے دوزخ میں داخل کروں گا، اس پر حضرت موسیٰ نے عرض کیا یا اللہ احمد کون ہیں؟ فرمایا

ماخلقت خلقا اکرم علی منه کتبت اسمه مع اسمی فی العرش قبل ان اخلق السموات والارض ان الجنة محرمة علی جمیع خلقی حتیٰ یدخلها هو وامته

میں نے اس سے بڑھ کر مکرم و معزز کسی کو پیدا نہیں کیا میں نے عرش پر اپنے اسم گرامی کے ساتھ ان کا نام آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کرنے سے پہلے لکھا، جب تک وہ اور ان کی

امت جنت میں داخل نہیں ہوگی،

جنت میری تمام مخلوق پر حرام ہوگی

عرض کیا باری تعالیٰ اس کی امت کون لوگ ہوں گے؟ فرمایا سب سے زیادہ حمد کرنے والے اور ان کی دیگر صفات بیان فرمائیں ،عرض کیا الٰہی مجھے اس امت کا نبی بنادے فرمایا ان کا نبی انھیں میں سے بناؤں گا،عرض کیا مولیٰ!

اجعلنی من امة ذلک النبی ﷺ — مجھے اس برگزیدہ نبی کا امتی ہی بنادے

(تجلی الیقین ،۴۴ بحوالہ حلیہ ابی نعیم)

چوں بشانش موسیٰ نگاہ کرد

شدن از امتش تمنا کرد

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بحثیت امتی تشریف آوری

سرور عالم ﷺ نے فرمایا قیامت سے پہلے اللہ تعالیٰ کے پیغمبر حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس دنیا میں دوبارہ تشریف لائیں گے تو میری شریعت کا اتباع کریں گے۔ بلکہ میری امت کے امام کی اقتداء میں نماز ادا کریں گے۔ بخاری و مسلم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ہمیں مخاطب کر کے فرمایا

کیف انتم اذا انزل ابن مریم فیکم و امامکم منکم — اس وقت تمھارا کیا حال ہوگا ؟ جب عیسیٰ ابن مریم آسمان سے آئیں گے اور تمھارا امام تم میں سے ہوگا

مسلم اور مسند احمد میں ہے کہ حضرت عیسیٰ سے عرض کیا جائے گا آپ جماعت کروائیں تو وہ فرمائیں گے تم میں سے کوئی جماعت کروائے میں اس کی اقتداء کروں گا۔

خلیل وکلیم علیہما السلام روز قیامت امتی

شفا شریف کے حوالہ سے یہ ارشاد نبوی بھی نقل ہے کہ آپ ﷺ نے صحابہ سے فرمایا کیا تمھیں یہ پسند نہیں کہ ابراہیم اور موسیٰ کلیم اللہ علیہما السلام روزِ قیامت تم میں ہوں پھر فرمایا

انھما فی امتی یوم القیامة — وہ دونوں روز قیامت میری امت میں ہوں گے (تجلی الیقین، ۹۰)

تمام انبیاء علیہم السلام آپ ﷺ کے جھنڈے کے نیچے

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہر نبی کو کسی نہ کسی خصوصی دعا کا حق دیا گیا، جس کو اس نے اس دنیا میں ہی پورا کرلیا، مگر میں نے اپنی امت کے لیے شفاعت کی دعا محفوظ رکھی ہوئی ہے۔ قیامت کے دن میں بنی آدم کا سردار ہوں گا، مجھے اس پر فخر نہیں، میں پہلا شخص ہوں گا جو زمین سے نمودار ہوگا

وبیدی لواء الحمد ولا فخر آدم فمن دونه تحت لوائی ولا فخر — حمد کا جھنڈا میرے ہاتھ میں ہوگا مگر اس پر فخر نہیں، آدم اور ان کے بعد آنے والے تمام انبیاء میرے جھنڈے کے نیچے ہوں گے اور مجھے اس پر فخر نہیں (کیونکہ یہ سب اللہ کی خصوصی عطا ہے)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان کرتے ہیں کہ نبئ رحمت ﷺ نے فرمایا، تمام انبیاء پر مجھے چھ ایسی چیزوں کے ساتھ فضیلت بخشی گئی ہے جو مجھ سے پہلے کسی اور نبی کو عطا نہیں کی گئیں۔ مجھے اگلے اور پچھلے لوگوں پر مغفرت کی بشارت دی گئی ہے، مجھ پر مال غنیمت حلال کر دیا گیا۔ میری امت کو تمام امم سے بہتر اور تمام روئے زمین کو میری خاطر مسجد اور پاک کر دیا گیا۔ مجھے حوض کوثر عطا کیا گیا۔ مجھے رعب و دبدبہ دیا گیا

والــذی نــفـســی بیده ان صاحبکم لصاحب لواء الحمد یوم القیامة تحته آدم فمن دونه (مجمع الزوائد،۸=۲۶۹)	قسم ہے مجھے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ روزِ قیامت نبی کے ہاتھ میں حمد کا جھنڈا ہوگا اور اس کے نیچے آدم سمیت تمام انبیاء ہوں گے

حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول ﷺ نے فرمایا، جب لوگوں کو اٹھایا جائے گا تو میں پہلا ہوں گا، جب لوگ اکٹھے ہو کر آئیں گے تو میں ان کا خطیب بنوں گا۔ لوگ جب مایوس ہو جائیں گے تو میں انھیں بشارت کے ذریعے سہارا دوں گا

لـواء الـحمد یومئذ منذ بیدی وانـا اکـرم ولـد آدم علیٰ ربی ولا فخر	اس دن حمد کا جھنڈا میرے ہاتھ میں ہوگا اور میں سب سے مکرم و معزز ہوں گا مگر مجھے اس پر فخر نہیں

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے آپ ﷺ کا یہی ارشاد گرامی ان الفاظ میں مروی ہے

بیدی لواء الحمد ولافخر وما من نبی یومئذ آدم فمن سواہ الا تحت لوائی — حمد کا جھنڈا میرے ہاتھ میں ہوگا، مگر مجھے فخر نہیں اور حضرت آدم سمیت تمام انبیاء میرے جھنڈے کے نیچے ہوں گے

(الترمذی، کتاب المناقب)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے لوائے حمد کی تفصیلات بیان کرتے ہوئے فرمایا

تحتہ آدم ومن دونہ ومن بعدہ من المؤمنین — اس کے نیچے آدم اور دیگر انبیاء تمام اہل ایمان ہوں گے

(دلائل النبوۃ لابی نعیم، ۱=۶۴)

اس سے بڑھ کر کسی ہستی کو کیا مرتبہ مل سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے تمام انبیاء بھی ان کے جھنڈے کے سایہ کے نیچے تشریف فرما ہوں

ملک کونین میں انبیاء تاجدار
تاجداروں کا آقا ہمارا نبی

حضرت اعلیٰ نے بھی آپ ﷺ کے انھی کمالات اور عظمت کے بارے میں کہا ما اکملک یارسول اللہ! آپ ﷺ کی ذات اقدس کس قدر کامل ہے۔ پیچھے ''جس شان توں شاناں سب بنیاں'' کے تحت گفتگو پر نظر ڈالیے کہ ہر صاحب کمال کو کمال آپ ﷺ ہی کے وسیلہ سے نصیب ہوا ہے

علامہ اقبال لکھتے ہیں

ہر کجا بینی جہان رنگ و بو
آں کہ از خاکش بروید آرزو
یا ز نور مصطفیٰ اورا بہا است
یا ہنوز اندر تلاشِ مصطفیٰ است

محبت کے تین بنیادی اسباب

محبت کے جو بنیادی اسباب بیان کیے گئے ہیں وہ تین ہیں

۱۔ حسن صورت

۲۔ حسن سیرت

۳۔ احسان

بحمد اللہ جس ہستی میں یہ تینوں کامل طور پر پائے جاتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے بعد رسول اللہ ﷺ کی ذات ہے، اس درجہ پر یہ صفات کسی اور میں سوچے بھی نہیں جاسکتے۔ امام محی الدین یحیٰ بن شرف نووی (متوفی ۶۷۶ھ) رقم طراز ہیں

ھذہ المعانی کلھا موجودۃ فی النبی ﷺ لما جمع من مجال الظاھر والباطن و کمال خلال الجلال وانواع الفضائل واحسانہ الی جمیع المسلمین	یہ تمام صفات حضور ﷺ میں موجود ہیں کیونکہ آپ ﷺ میں جمال ظاہری وباطنی اور تمام کمالات اور انواع فضائل اور تمام اہل اسلام پر احسان پایا جاتا ہے

(نووی علی مسلم۔۱=۴۹)

شیخ عبداللہ سراج الدین شامی (متوفی ۱۴۲۲) حجۃ الاسلام امام غزالی کے حوالے سے لکھتے ہیں

لا ريب ان اسباب المحبة ترجع الى انواع الجمال والكمال والنوال

بلا شبہ تمام اسباب محبت کا مدار جمال کمال اور احسان ہے

آگے چل کر کہتے ہیں، آدمی کسی سے صرف اس کی ایک صفت مثلاً علم یا حلم یا عبادت، تواضع، زہد، ورع، کمال عقل، حسن، جمال، فصاحت اور حسن معاشرت کی بنا پر محبت کرتا ہے تو

فكيف اذا تاملت واجتمعت هذا الصفات الكاملة وغير ها من صفات الكمال فى رجل واحد وتحققت فيه اوصاف الكمال ومحاسن الخصال على اكمل وجوهاالا وهو السيد الاكرم سيدنا محمد ﷺ الذى هو مجمع صفات الكمال ومحاسن الخصال قد ابدع الله تعالى صورته العظيمة وهيئته الكريمة وطوى فيه انواع الحسن البهاء بحيث يقول من نعته لم ير قبله ولا بعده مثله

اس ہستی کا عالم کیا ہوگا جس میں یہ تمام اور دیگر صفات کامل طور پر پائی جاتی ہے اور اس میں اوصاف کمال اور محاسن خصال اکمل طور پر موجود ہیں اور وہ سید اکرم ﷺ کی ذات اقدس ہے جو تمام صفات کاملہ ومحاسن اعلیٰ کی جامع ہے اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی صورت مقدسہ سب سے عمدہ اور حسین بنائی اور اس میں اس قدر حسن اور خوبصورتی رکھی کہ ہر مدح کرنے والا پکار اٹھتا ہے کہ آپ ﷺ کی مثل نہ پہلے دیکھی اور نہ بعد میں

(سیدنا محمد رسول اللہ، ۱۱)

حضرت اعلی نے بھی اس آخری شعر میں ہمیں آگاہ کیا ہے کہ محبت کے وہ تینوں بنیادی اسباب کامل طور پر حضور ﷺ میں ہی موجود ہیں، لہذا تم بھی اپنی محبت کا مرکز آپ ﷺ کی ذات اقدس کو بناؤ، یعنی حسن صورت، جمال سیرت اور کمال احسان کے درجہ پر فائز فقط محبوب کریم ﷺ کی ذات اقدس ہے، بلکہ مخلوق میں یہ شانیں اگر اپنی انتہا پر ہے، تو وہ ذات مصطفے ہی ہے لہذا ہمیں اپنی محبت کا قبلہ وکعبہ بھی حبیب خدا ﷺ کو ہی بنانا چاہیے

سبحان اللہ ماا جملک ماا حسنک ما اکملک

کتھے مہر علی کتھے تیری

آپ نے دیکھا یہ نعت اس قدر اعلی ہے کہ اس کے ہر ہر لفظ اور مصرعہ کے تحت معرفت کے سمندر بہہ رہے ہیں اور ہر صاحب معرفت وفضل کو اس سے نایاب گوہر نصیب ہو سکتے ہیں مگر حضرت جانتے ہیں کہ جس ہستی کی نعت لکھ رہا ہوں اس کے شایان شان یہ کہاں؟ صاف کہہ دیا، کتھے مہر علی کتھے تیری ثنا، آقا کہاں میں اور کہاں آپ کی ثنا

غالب ثنائے خواجہ بہ یزداں گزاشتیم
کاں ذات پاک مرتبہ دان محمد است

آج تک جس صاحب محبت ومعرفت نے اس موضوع پر لکھایا سوچا وہ یہی کہتے ہوئے نظر آیا

چہ وصفت کند سعدی ناتمام
علیک الصلوۃ علیک السلام

(ناقص سعدی کامل کی ثنا کیسے کرسکتا ہے بس آپ ﷺ پر اللہ کی دائمی خصوصی رحمتوں کا نزول ہو)

بلکہ نعت لکھنے والوں کے سربراہ حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے کیا ہی خوب فرمادیا

ما ان مدحت محمد ابمقالتی

ولکن مدحت مقالتی بمحمد

(میں اپنے کلام سے اپنے محبوب کریم ﷺ کی مدح کو چار چاند نہیں لگا رہا بلکہ اپنے کلام کو ان کے تذکرے سے سجا رہا ہوں)

کوئی قادر ہی نہیں

یہاں یہ حقیقت بھی ذہن نشین کرلینا ضروری ہے آپ ﷺ کے خالق جل شانہ کے علاوہ کوئی دوسرا اس پر قادر ہی نہیں کہ وہ آپ ﷺ کے اوصاف کو حقیقۃً بیان کرسکے، اس کی وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ آپ ﷺ تمام اخلاق الٰہیہ سے متصف ہیں یہی وجہ ہے کہ ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا

کان خلقه القرآن — آپ ﷺ کا اخلاق قرآن ہے

شیخ شہاب الدین سہروردی فرماتے ہیں

فی قول عائشه رضی الله عنها امر غامض وایماء خفی الی الاخلاق الربانیة فاحتشمت الحضرة الالهیة ان تقول کان

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے فرمان میں گہرا امر اور مخفی اشارہ اخلاق ربانیہ کی طرف ہے، انہوں نے بارگاہ الٰہی کے ادب کے پیش نظر یہ کہنے سے

متخلقا با خلاق الله تعالی فجرت عن هذا بان خلقه القران استحیاء من سبحات الجلال وستر اللجمال بلطیفالمقال لو فور عقلها وکمال ادبها وفضلها	جھجک محسوس کی ہے، کہ آپ ﷺ اللہ تعالی کے اخلاق سے متخلق ہیں، تو انہوں نے تجلیات سے جلال و جمال کے حیاء کی وجہ اس کو خلقه القرآن سے تعبیر کر دیا جوان کے وفور عقل اور کمال ادب وفضل پر شاہد ہے

(جمع الوسائل، ۲=۱۸۷)

اس پر امام ابن حجر مکی (متوفی، ۹۷۴ھ) لکھتے ہیں کہ اس میں اشارہ ہے کہ

ان اوصاف خلقه العظیم لا تتناهی کما ان معا نی القران لا تتناهی	جس طرح معانی قرآن ختم نہیں ہو سکتے، اسی طرح آپ ﷺ کے اوصاف عظیمہ کی بھی حدو انتہا نہیں

(اشرف الوسائل، ۴۹۶)

امام عبدالرؤف مناوی (متوفی، ۱۰۰۳ھ) اس حقیقت کو اس طرح واضح کرر ہے ہیں

لا یقدر احد علی وصفه حقیقةً	آپ ﷺ کے اصاف حقیقۃً کوئی بیان کر ہی نہیں سکتا

رہا یہ سوال کے اس کے باوجود تمام لوگوں نے بیان کئے ہے اس کی حکمت یوں بیان کرتے ہیں

انما وصفه علی جهة التمثیل تقریباً للطالب	طالب کے لئے یہ بطور تقریب وتمثیل ہے

ورنہ صورت حال یہ ہے

فکل وصف یعبر به الواصف فی حقه خارج عن صفته	آپ ﷺ کی جو صفت بھی کسی نے کی ہے آپ ﷺ کے کمالات اس سے بالاتر ہیں

اور

ولایعلم کمال حاله الا خالقه (شرح شمائل،۱=۴۰)	آپ ﷺ کی کامل طور پر شان و حال صرف آپ کا خالق ہی جانتا ہے

حضرت ملاعلی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ (متوفی،۱۰۱۴) نے بھی تقریباً یہی کلمات لکھے ہیں کہ اہل سیر نے جو شمس وقمر کی مثالیں دے کر آپ ﷺ کا حلیہ بیان کیا ہے

انما جریٰ علی التقریب والتمثیل والافلاشئ یعادل شیئاً من اوصافه اذھی اعلیٰ و اجل من کل مخلوق (جمع الوسائل،۱=۱۴۰)	وہ بطور تقریب ذہن اور تمثیل ہے ورنہ کائنات کی کوئی شے آپ ﷺ کے اوصاف کے برابر کہاں؟ کیونکہ آپ ﷺ ہر مخلوق سے اعلیٰ اور بڑھ کر ہیں

کچھ لوگوں نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے آپ ﷺ کے احوال کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے فرمایا

ماذا احدثکم ؟	میں تمھیں کیا بیان کروں؟

اس کی تشریح میں امام ابن حجر مکی علیہ الرحمہ (متوفی،۹۷۴ھ) رقم طراز ہیں کہ سائل نے ان سے آپ ﷺ کے تمام احوال کا احاطہ کرنے کے بارے میں کہا، تو آگے سے

انھوں نے یہ بطور تعجب کہا

لا نها لا يمكن الا حاطة بها بل ببعضها من حيث الحقيقة والكمال الذى لا نهايه له فافادهم بهذا التعجب رد ما وقع فى نفوسهم

اس لئے کے ان تمام کا احاطہ بلکہ بعض کا بھی بطور حقیقت وکمال نہیں ہوسکتا، کیونکہ ان کی انتہا ہی نہیں اس سے ان کے خیال کی تردید بھی ہوگئی

(اشرف الوسائل، ۴۹۷)

صحابی کے انہی الفاظ کے تحت امام عبدالرؤف المناوی (متوفی، ۱۰۰۳ھ) فرماتے ہے کہ ان کا تعجب اس لئے تھا کہ

فان شمائله لا يحاط بها وان انتهى المحدث بها الى اقصى الغايات

کہ آپ ﷺ کے شمائل کا احاطہ کیا ہی نہیں جا سکتا، اگر چہ بیان کرنے والا انتہا کی بھی انتہا کردے

بلکہ اس کے بعد لکھتے ہیں، بڑے بڑے شعراء ابوتمام وغیرہ نے حضور ﷺ کی نعت نہیں لکھی اس کی ایک وجہ یہ تھی کہ

استشعا رهم من انفسهم العجزعن الوفاء بحقه فيه فهو التحقيق بقول القائل تجاوز حق المدح حتى كانه باحسن مايثنى عليه يعاب

انہوں نے واضح کردیا، ہم اس موضوع کو صحیح نباہ نہیں سکتے اور یہی حق ہے کسی نے خوب کہا محبوب کی مدح اسقدر اعلیٰ ارفع ہے کہ میری ثنا اس کے لئے عیب کا موجب ہوسکتی ہے اس کا معنی یہ ہے

(شرح شمائل، ۲=۱۸۸)

کہ محبوب ﷺ تو ہر تعریف سے ماوراء
ہیں پس جو کچھ کہوں گا اگر محبوب کو اس
کے مطابق سمجھا جائے گا تو وہ شان
بڑھانے کے بجائے گھٹانے کے مترادف
ہوگا

اس سے یہ واضح اور آشکار ہو جاتا ہے کہ نعت وہ شخص لکھے جو قرآن وسنت کا ماہر ہو یہ ہر آدمی کے بس کی بات نہیں تا کہ آپ ﷺ کے کمالات کے بیان میں کوتاہی نہ ہو جائے

امام شرف الدین محمد بن سعید بوصیری (متوفی،۶۹۴ھ) اس حقیقت کو یوں بیان کرتے ہیں

دع ما ادعته النصارىٰ فی نبیهم واحکم بماشئت مدحا فیه واحتکم
فانسب الی ذاته ما شئت من شرف وانسب الی قدره ماشئت من عظم
فان فضل رسول الله لیس له حد فیعرب عنه ناطق بفم

(جو کچھ نصاری نے اپنے نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں کہا وہ خدا ہیں، یا خدا کے بیٹے ہیں وہ تم اپنے نبی کے بارے میں مت کہو۔ ورنہ بطور مدح جو بھی کہو درست ہے آپ ﷺ کی ذات اقدس کی طرف جس بھی شرف اور مرتبہ ومقام کی نسبت کرو گے درست ہے کیونکہ حضور ﷺ کے فضائل کی کوئی حد نہیں کہ کوئی اسے بیان کر سکے)

مفسر القرآن شیخ زادہ (متوفی ،۹۵۱ھ) انہی اشعار کی شرح میں لکھتے ہیں

آپ ﷺ کی صفات مبارکہ کی بلندی کا یہ عالم ہے

خارجة عن طوق البشر فنيت العبارات وطاحت الا شارات في بداية شرح شمائله فضلاً لاعن نهاية احاطة فضائله (شرح بردہ،۸۹)	وہ انسانی طاقت سے باہر ہیں، شمائل کی شرح کے ابتداء میں ہی عبارات والفاظ فنا ہو جاتے ہیں اور اشارات ختم ہو جاتے ہیں چہ جائے کہ شمائل کا احاطہ ہو جائے

حضرت ملا علی قاری علیہ الرحمہ نے "کان خلقه القرآن" کے تحت لکھا کہ کوئی آدمی آپ کے تمام شمائل کا تصور بھی نہیں کر سکتا

كل مايتوهم انه انتهاؤ ها فهو على ابتدائها (جمع الوسائل ۲=۱۸۷)	جو یہ گمان کرتا ہے کہ میں اس معاملہ میں انتہا پر ہوں، تو وہ اس کی ابتداء میں ہے

ہر غلو کمی ہے

کچھ لوگ یہ رٹ لگاتے ہیں کہ حضور کی مدح میں غلو نہ کرو اگر ان کی مراد یہ ہے کہ آپ ﷺ کو اللہ تعالی کا شریک نہ بناؤ، تو یہ بات درست ہے الحمد للہ کوئی مسلمان ایسا سوچ بھی نہیں سکتا اور اگر مقصد یہ ہے کہ مدح میں کمی کرو، تو ہرگز جائز نہیں کیونکہ اہل سیر نے یہ تصریح کی ہے کہ اس معاملہ میں جس قدر زیادتی اور اضافہ ہو سکتا ہے کرنا چاہیے کیونکہ اوصاف اس قدر ہیں کہ یہاں مبالغہ یا غلو کا احتمال ہی نہیں۔

امام عبدالرؤف مناوی (متوفی ۱۰۰۳ھ) نے واضح طور پر لکھا

فكل غلو في حقه تقصير (شرح شمائل ۲=۱۸۸)	ہر غلو ومبالغہ آپ ﷺ کے حق میں کمی ہے

جب ان کی کوئی حد ہی نہیں تو مبالغہ اور غلو کیسے ہو جائے گا، البتہ ایسی کوئی بات نہ کہی جائے جو نصوص شریعت کے خلاف ہو۔ حضرت اعلیٰ چونکہ معرفت کے ان تمام رازوں سے آگاہ ہے، لہٰذا انہوں نے بحمد اللہ قرآن وسنت کے مطابق نعت لکھی اور آخر میں واضح طور پر عرض کر دیا

کتھے مہر علی کتھے تیری ثنا

گستاخ اکھیں کتھے جا اڑیاں

یارسول اللہ ﷺ میری یہ نعت اور میرے یہ الفاظ آپ ﷺ کے شایان شان تو کہاں؟ کہیں بے ادبی نہ ہو گئی ہو کیونکہ کسی نے سچ کہا

تجاوز حق المدح حتی کانه

باحسن مایثنی علیه یعاب

(محبوب کے اوصاف وحق مدح اس قدر بلند ہیں کہ وہاں ہماری ثنا ان کے لئے عیب بن جائے گی)

اور اس پہلے واضح ہو چکا ہے کہ خالق کے علاوہ کوئی مخلوق آپ ﷺ کی شایان شان مدح کر ہی نہیں سکتی، چونکہ یہ نعت حضرت قبلہ عالم نے زیارت و دیدار کا شرف پانے کے بعد لکھی تو اس میں یہ واضح کر رہے ہے

دیدار کے قابل تو کہاں میری نظر ہے

یہ تیری عنایت ہے کہ رخ تیرا ادھر ہے

آپ ﷺ کی مہربانی ہے کہ زیارت کا شرف عطا فرمایا لیکن اس زیارت کے موقعہ پر

میری آنکھیں آپ ﷺ کی طرف اٹھیں ،تو میں اسے بھی گستاخی سمجھ کر معافی کا خواستگار ہوں

محبّ اپنے محبوب کو آنکھ بھر کر دیکھ نہیں سکتا، بلکہ وہ اس کے سامنے آنکھیں جھکائے رکھنا ہی ادب سمجھتا ہے۔ آیئے! صحابہ اکرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی مقدس مؤدبانہ ادا کا بھی تذکرہ کئے دیتے ہیں تا کہ حضرت علیہ الرحمہ کی بات خوب واضح ہو سکے

بے حرکت ہو جانا

صحابہ آپ ﷺ کی مبارک مجلس میں حاضر ہوتے تو اس طرح بے حرکت ہو جاتے کہ دور سے دیکھنے والا محسوس کرتا یہ بے جان اشیاء ہیں پرندے درخت سمجھ کر ان کے سروں پر بیٹھ جاتے۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے صحابہ کا معمول یوں مروی ہے کہ ہم آپ ﷺ کے ساتھ جنازہ میں شریک ہوئے تدفین کے لئے قبرستان پہنچے تو ابھی قبر تیار نہ تھی ،رسول اللہ ﷺ تشریف فرما ہوئے

جلسنا حولہ کان علی رؤوسنا الطیر

ہم بھی آپ ﷺ کے ارگرد بیٹھ گئے گویا ہمارے سروں پر پرندے ہیں

(المستدرک،۱=۲۰۸)

حضرت اسامہ بن شریک رضی اللہ سے مروی ہے کہ میں آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو دیکھا کہ

اصحابہ عندہ کانما رؤوسھم الطیر
آپ ﷺ کے صحابہ اس طرح حاضر ہیں گویا ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہوئے ہیں

نگاہیں نہ اٹھانا

صحابہ صحبت نبوی ﷺ میں بے حرکت ہونے کے ساتھ ساتھ آپ ﷺ کی طرف نگاہیں نہ اٹھاتے بلکہ وہ سر جھکا کر بیٹھتے۔ حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے صحابہ کا یہ معمول ان الفاظ میں مروی ہے فرماتے ہیں ہم جب حضور ﷺ کی صحبت میں بیٹھتے تو

لم نرفع رؤسنا الیہ اعظاما لہ
ہم آپ کی تعظیم کرتے ہوئے اپنے سر آپ ﷺ کی طرف نہیں اٹھاتے تھے

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسالت مآب ﷺ جب صحابہ کے درمیان تشریف فرما ہوتے تو حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے علاوہ

فلا یرفع احد منھم الیہ بصرہ
کوئی بھی آپ ﷺ کی طرف آنکھ اٹھا کر نہ دیکھتا (الشفاء، ۲=۵۹۲)

حضرت عروہ بن مسعود نے صلح حدیبیہ کے موقعہ پر بارگاہ نبوی میں صحابہ کے آداب کے بارے میں جو تفصیل پیش کی تھی، اس میں ادب کا ایک انداز یہ بھی تھا کہ

وما یحدون الیہ النظر تعظیماً لہ
وہ آپ کی تعظیم ووقار کیوجہ سے آپ کی طرف تیز نگاہوں سے بھی نہیں تکتے

امام شہاب الدین احمد خفاجی (۱۰۶۹ھ) اس کی تشریح میں رقمطراز ہیں

ای لا ینظرون الیہ علیہ وسلم نظرا حدیدا ای قویاً اولا یبلغ نظرھم الیہ حدہ ومنتہاہ بل ینظرون الیہ من طرف خفی مطرقین رؤوسھم تادباً لجلالتہ فی قلوبھم	وہ آپ ﷺ کی طرف تیز نگاہ نہیں کرتے تھے یا یہ کہ ان کی سیدھی نظر آپ ﷺ پر نہ پڑتی بلکہ جھکی ہوئی نگاہوں سے دیکھتے، سر جھکا ہی رہتا کیونکہ ان کے دلوں میں آپ ﷺ کے لئے بے حد اجلال و تعظیم تھی

(نسیم الریاض، ۳=۳۹۳)

میں نے آنکھ بھر کر دیکھا ہی نہیں

صحابی رسول حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، مجھے حضور ﷺ کی ذات اقدس سے بڑھ کر کوئی محبوب و پیارا نہ تھا، نہ ہی میری نظروں میں کوئی آپ ﷺ سے بڑھ کر بزرگ و افضل تھا

وما کنت اطیق ان املأ عینی منہ اجلا لا لہ	میں آپ ﷺ کی تعظیم و اجلال کی وجہ سے کبھی نظر بھر نہ دیکھ سکا

یہی وہ ہے کہ اگر کوئی مجھ سے آپ ﷺ کے چہرہ اقدس کے بارے میں کبھی پوچھے

ما اطقت لانی لم اکن املأ عینی منہ	تو بیان کی طاقت نہیں رکھتا کیونکہ میں نے نظر بھر کبھی دیکھا ہی نہیں

(مسلم)

الغرض صحابہ جھکی ہوئی نظروں سے آپ ﷺ کا دیدار پاتے اور آنکھیں اٹھا اٹھا کر نہ تکتے اور اس طریقہ کو راہ محبت و ادب قرار دیتے اور اگر کبھی محبت سے مغلوب آنکھ بھر کر بلکہ ٹکٹکی باندھ کر زیادہ دیکھ لیتے، تو اس پر بھی اللہ تعالی سے معافی کے خواستگار ہوتے، محبت کے اسی آداب کو بجالاتے ہوئے حضرت اعلی کہہ رہے ہیں "گستاخ اکھیں کتھے جا اڑیاں"

اہل محبت کے قربان جائیں، وہ ادب واحترام کر کے بھی ڈرتے ہیں، ایک ہم ہیں کہ بے باکیاں کر کے بھی پشیمان نہیں ہوتے، آخر میں آپ ﷺ کا مبارک ارشاد گرامی پڑھ لیں، تمام حقیقت آشکار ہو کر سامنے آجائے، حضور ﷺ احمد الحامدین ہیں آپ ﷺ اللہ تعالی کی دنیا و آخرت میں سب سے بڑھ کر حمد وثنا کرنے والے ہیں، آپ ﷺ کی ایک حمد کا مقابلہ ساری کائنات نہیں کر سکتی مگر آپ ﷺ بھی بارگاہ خداوندی میں یوں عرض کرتے نظر آتے ہیں

سبحانک لا احصی ثناء علیک اثنیت کما اثنیت علی نفسک

تیری ذات اقدس اس قدر پاک اور بالاتر ہے، کہ میں تیری وہ ثنا نہیں کر سکا جو تو نے اپنی ذات اقدس کی خود فرمائی ہے

ادب ومحبت کا اعتراف کرتے ہوئے حضرت اعلی نے بھی بارگاہ نبوی میں عرض کر دیا

کتھے مہر علی کتھے تیری ثنا
گستاخ اکھیں کتھے جا اڑیاں

دوسرے مقام پر اپنی حیثیت کا یوں اعتراف کرتے ہیں

مہؔر علی توں کون بچارا
نپٹ لاشئے تے اوگن ہارا
سر تے چا کے عبیاں دا بھارا
لاویں پریت توں شاہاں نال

(مرآۃ العرفان، ۲۳)

ہم بھی شرمندگی سے اپنی درماندگی اور کم علمی کا اعتراف کرتے ہوئے دل بستہ اور سر جھکائے ہوئے نہایت مودب اور دست بستہ یہی عرض گزار ہیں، یارسول اللہ ﷺ ہمارے پاس الفاظ کہاں؟ بلکہ وہ پاکیزہ سوچ وتصور کہاں؟ جو آپ ﷺ کی بارگاہ کے لئے ہونی چاہیے، یارسول اللہ ﷺ جس طرح آپ ﷺ نے حضرت کی نعت قبول فرمالی، امید ہے ان کے صدقہ میں ہماری حاضری بھی قبول فرمائیں گے، اور جو کوتاہیاں خامیاں ہیں ان سے درگزر فرمائیں گے

چوں بازوئے شفاعت را کشائی بر گنہ گاراں
مکن محروم جامی را خدارا یارسول ﷺ

یعطیک ربک داس تساں — فترضیٰ تھیں پوری آس اساں
لج پال کریسی پاس اساں — واشفع تشفع صحیح پڑھیاں
سبحان اللہ ما اجملک — ما احسنک ما اکملک
کتھے مہؔر علی کتھے تیری ثنا — گستاخ اکھیں کتھے جا اڑیاں

-----☆-----




مآخذ و مراجع
WWW.NAFSEISLAM.COM

۱	القرآن		
۲	انوار التنزیل	امام ناصر الدین عبداللہ بیضاوی	۶۸۵ھ
۳	مرأۃ العرفان	پیر مہر علی شاہ گولڑوی	۱۳۵۶ھ
۴	طبقات	امام محمد بن سعد	۲۳۰ھ
۵	شرح البردۃ	شیخ زادہ	۹۵۱ھ
۶	الوفا	امام عبدالرحمٰن ابن جوزی	۵۹۷ھ
۷	شمائل ترمذی	امام ابو عیسیٰ ترمذی	۲۷۹ھ
۸	الکواکب الدراری	امام محمد بن یوسف کرمانی	۷۸۶ھ
۹	البخاری	امام ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری	۲۵۶ھ
۱۰	زاد المعاد	شیخ ابن قیم	۷۵۱ھ
۱۱	المواہب اللدنیہ	امام احمد قسطلانی	۹۲۳ھ
۱۲	مدارج النبوۃ	شیخ عبدالحق محدث دہلوی	۱۰۵۲ھ
۱۳	شمائل الرسول	حافظ ابن کثیر	۷۷۴ھ
۱۴	تحقیق الفتویٰ	علامہ فضل حق خیرآبادی	۱۸۶۱ء
۱۵	جواہر البحار	امام یوسف نبہانی	۱۳۵۰ھ

۱۶	التقرب الی اللہ	شیخ عبداللہ سراج الدین	۱۴۲۲ھ
۱۷	مدارج السالکین	علامہ ابن قیم	۷۵۱ھ
۱۸	مسند احمد	امام احمد بن حنبل	۲۴۱ھ
۱۹	نزول الرحمۃ	امام سیوطی	۹۱۱ھ
۲۰	سنن ابی داؤد	امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث سجستانی	۲۷۵ھ
۲۱	کنزالعمال	امام علی متقی	۹۷۵ھ
۲۲	صحیح مسلم	امام مسلم بن حجاج	۲۶۱ھ
۲۳	شعب الایمان	امام ابوبکر احمد حسین بیہقی	۴۵۸ھ
۲۴	سبل الھدیٰ والرشاد	امام محمد یوسف صالحی	۹۴۲ھ
۲۵	الترغیب والترھیب	امام منذری	۶۵۶ھ
۲۶	جمع الوسائل	ملا علی قاری	۱۰۱۴ھ
۲۷	سنن دارمی	امام عبداللہ بن عبدالرحمٰن دارمی	۲۵۵ھ
۲۸	زرقانی علی المواہب	امام زرقانی	۱۱۲۲ھ
۲۹	الشفاء	قاضی عیاض	۵۴۴ھ
۳۰	شرح شفاء	حضرت ابن سلطان	۱۰۱۴ھ
۳۱	منہات	امام ابن حجر	۸۵۲ھ
۳۲	مفاتیح الغیب	امام فخر الدین الرازی	۶۰۶ھ
۳۳	الخصائص الکبریٰ	امام جلال الدین سیوطی	۹۱۱ھ
۳۴	نہایہ	امام ابن اثیر	۶۰۶ھ

۳۵	سیرت حلبیہ	امام علی بن برھان الدین حلبی	۱۰۴۴ھ
۳۶	دلائل النبوۃ	امام بیہقی	۴۵۸ھ
۳۷	المدخل	امام ابن الحاج مالکی	۷۳۷ھ
۳۸	نسائی	امام نسائی	۳۰۳ھ
۳۹	شرح شمائل	امام عبدالرؤف مناوی	۱۰۰۳ھ
۴۰	عصمۃ الانبیاء	امام فخر الدین رازی	۶۰۶ھ
۴۱	شرح جامع صغیر	شیخ الاسلام محمد سالم	۱۰۸۱ھ
۴۲	تاریخ دمشق	امام ابن عساکر	۵۷۱ھ
۴۳	الانوار المحمدیہ	امام نبھانی	۱۳۵۰ھ
۴۴	معارج القدس	امام محمد غزالی	۵۰۵ھ
۴۵	حدائق بخشش	امام احمد رضا محدث بریلوی	۱۳۴۰ھ
۴۶	مشکوٰۃ المصابیح	امام خطیب ولی الدین تبریزی	۷۴۲ھ
۴۷	اشعۃ اللمعات	شیخ عبدالحق محدث دہلوی	۱۰۵۲ھ
۴۸	عمدۃ القاری	امام بدرالدین عینی	۸۵۵ھ
۴۹	المستدرک	امام حاکم نیشاپوری	۴۰۵ھ
۵۰	تفسیر ابن کثیر	امام ابن کثیر	۷۷۴ھ
۵۱	فتح الباری	حافظ ابن حجر عسقلانی	۸۵۲ھ
۵۲	تنویر المقباس	سیدنا عبداللہ بن عباس	۶۸ھ
۵۳	المظہری	قاضی ثناء اللہ پانی پتی	۱۲۷۰ھ

۵۴	سیدنا محمد رسول اللہ	شیخ عبداللہ سراج الدین شامی	۱۴۲۲ھ
۵۵	روح المعانی	علامہ محمود آلوسی	۱۲۷۰ھ
۵۶	فتاویٰ السبکی	امام تقی الدین سبکی	۷۵۶ھ
۵۷	شرح المواقف	سید شریف علی بن محمد جرجانی	۸۱۶ھ
۵۸	التذکرۃ	امام قرطبی	۶۶۸ھ
۵۹	الایمان بعوالم الآخرۃ	شیخ عبداللہ سراج الدین	۱۴۲۲ھ
۶۰	المعجم الکبیر	سلیمان بن احمد ایوب طبرانی	۳۶۰ھ
۶۱	شرح الفقہ الاکبر	حضرت ملا علی قاری	۱۰۱۴ھ
۶۲	عصیدۃ الشہدۃ	امام عمر خرپوتی	
۶۳	المسامرہ فی شرح المسایرہ	ابن ابی شریف القدسی	۹۰۶ھ
۶۴	فتح البیان فی مقاصد القرآن	شیخ صدیق حسن خان	۱۳۰۷ھ
۶۵	اتحاف السائل	علامہ مناوی	۱۰۰۳ھ
۶۶	فیض الباری	علامہ انور شاہ کشمیری	۱۳۵۲ھ
۶۷	شرح فتوح الغیب	شیخ عبدالحق محدث دہلوی	۱۰۵۲ھ
۶۸	مرقاۃ المفاتیح	ملا علی قاری	۱۰۱۴ھ
۶۹	ارشاد الساری	امام قسطلانی	۹۲۳ھ
۷۰	مفردات	امام راغب اصفہانی	۵۰۲ھ
۷۱	فتاویٰ مہریہ	پیر مہر علی شاہ	۱۳۵۶ھ
۷۲	تجلی الیقین	مولانا احمد رضا قادری	۱۳۴۰ھ

۷۳	نووی علی المسلم	امام محی الدین یحییٰ شرف نووی	۶۷۶ھ
۷۴	فیض القدیر شرح جامع الصغیر	امام عبدالروف مناوی	۱۰۰۳ھ
۷۵	مجمع الزوائد	نورالدین علی بن ابی بکر ہیثمی	۸۰۷ھ
۷۶	سرالاسرار فیما یحتاج الیہ الابرار	امام عبدالقادر جیلانی	۵۶۱ھ
۷۷	دلائل النبوۃ	امام ابونعیم	۴۳۰ھ
۷۸	ترجمان السنۃ	مولانا بدرعالم میرٹھی	
۷۹	نسیم الریاض	امام شہاب الدین احمد خفاجی	۱۰۶۹ھ
۸۰	المورد الروی	ملا علی قاری	۱۰۱۴ھ
۸۱	الاصابہ	امام ابن حجر عسقلانی	۸۵۲ھ
۸۲	سنن ترمذی	امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی	۲۷۹ھ
۸۳	تہذیب التہذیب	علامہ ابن حجر عسقلانی	۸۵۲ھ
۸۴	اشراق المصابیح	امام محمد زرقانی	۱۱۲۳ھ
۸۵	مکتوبات	شیخ احمد سرہندی	۱۰۳۴ھ
۸۶	المیلاد النبوی	امام ابن جوزی	۵۹۷ھ
۸۷	موارد الظمآن	امام ابن حبان	۳۵۴ھ
۸۸	المحلی	شیخ ابن حزم	۴۵۶ھ
۸۹	الاحادیث المنتقاۃ	امام عبداللہ غماری	۱۴۱۳ھ
۹۰	مصنف ابن ابی شیبہ	امام ابن ابی شیبہ	۲۳۵ھ
۹۱	اتحاف الربانیہ شرح شمائل المحمدیہ	شیخ احمد عبدالجواد الدومی	

۹۲	مطالع المسرات	امام محمد مہدی فاسی	۱۱۰۹ھ
۹۳	مولد الدیبعی	امام عبدالرحمٰن بن علی ابن دیبع شیبانی	۹۴۴ھ
۹۴	کتاب السنۃ	ابن ابی عاصم شیبانی	۲۸۷ھ
۹۵	تہذیب ابن عساکر	علامہ منظور افریقی	۷۱۱ھ
۹۶	الکشاف	شیخ جاراللہ محمود زمخشری	۵۳۸ھ
۹۷	اسماء النبی الکریم	صوفی برکت علی	۱۴۱۷ھ
۹۸	الصلات والبشر	امام مجدالدین فیروزآبادی	۸۱۷ھ
۹۹	حاشیہ الوفا	شیخ عبدالواحد مصری	
۱۰۰	اشرف الوسائل	امام ابن حجر مکی	۹۷۴ھ
۱۰۱	سیرت النبی	سید سلیمان ندوی	
۱۰۲	حجۃ الوداع	شیخ محمد زکریا سہارنپوری	
۱۰۳	عقائد النسفیہ	علامہ سعدالدین تفتازانی	۹۰۶ھ
۱۰۴	مہر منیر	مولانا فیض احمد گولڑوی	
۱۰۵	القول البدیع	امام عبدالرحمٰن سخاوی	۹۰۲ھ
۱۰۶	محبۃ النبی واطاعتہ	ڈاکٹر خلیل ابراہیم ملا خاطر	
۱۰۷	حاشیہ بخاری	شیخ احمد علی سہارنپوری	
۱۰۸	الرسالۃ القشیریۃ	امام ابوالقاسم قشیری	۴۶۵ھ
۱۰۹	منتخب الکنز		
۱۱۰	مسند ابی بکر صدیق		

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

روشنی مہر نعت محمد	ایک درخشاں منور نعت
۱۴۲۳ھ	۲۰۰۲ء

نتیجہ فکر..... محمد عبدالقیوم طارق سلطان پوری

حلقہ دانشوران اہل سنت میں اہم شخصیت ہے قادری مفتی محمد خان کی
ایک مدت سے زمانے میں وہ با اخلاص تام علم کی، عرفان کی پھیلا رہے ہیں روشنی
گوہر افشاں معارف ہے زبان آں جناب دانش آموز اس جلیل القدر کی تحریر بھی
بے بدل ہیں اس میں کیا شک ان کے تفسیری نکات ان کے تحقیقی نوادر ہیں کمال آگہی
ترجمہ کی بھی بہت عمدہ مہارت ان کی ہے یہ صلاحیت بحمد اللہ انہیں وافر ملی
رکھتے ہیں فتویٰ نویسی میں بھی وہ اونچا مقام ہیں وہ لاریب اک بڑے دانشور دین نبی
حیرت افزا ہے نگارش کی جو رفتار ان کی ہے ہے بڑی دھوم ان کی تصنیفات و تالیفات کی
آشکارا ان پر ہیں شعر و سخن کے بھی رموز متصف ان کو کیا ہے حق نے اس خوبی سے بھی
شہرۂ آفاق ہے، جو اعلیٰ حضرتؒ کا سلام شرح اس کی دل نواز انداز میں تحریر کی
جان دار و شان دار اس کام کی تکمیل پر جان نثاران رضا سے خوب داد ان کو ملی

---- ☆ ----

یہ حقیقت ہے کہ پنجابی زباں کا فخر ہے شہرۂ آفاق نعت سیدی مہر علی
بزم ہائے عاشقان مصطفیٰ میں شرق و غرب بے کراں مقبولیت اس نعت کو حاصل ہوئی

قادری صاحب نے کی تحریر اس کی شرح خوب — اللہ اللہ حد ہے ان کی ارجمندی کی کوئی

کیا سعادت، کیا فضیلت، رشک کا ہے یہ مقام — کاتبِ تقدیر نے ان کے مقدر میں لکھی

ان کی خدمت میں درِ مہرِ علیؒ کا یہ فقیر — تہنیت کرتا ہے پیش اس معرکہ آرائی کی

کبریا کی دین ہے یہ مصطفیٰ کی ہے عطا — نعت بھی پر کیف، پر تاثیر شرح نعت بھی

اس کے احسن پہلوؤں پر اور کرتا گفتگو — کیا کروں حائل ہے میری فکر کی درماندگی

اس کی تاریخِ طباعت کی ہوئی ناگاہ فکر — یہ مرا اعزاز ہے، یہ خوش نصیبی ہے میری

''کیا بھلی'' مجھ سے سروشِ غیب نے طارق کہا — ہے جہاں افروز ''نعت مصطفیٰ کی روشنی''

۷۸ — ۱۳۴۵

نتیجہ فکر

دل دادہ خوبان فقر گولڑہ

محمد عبد القیوم طارق سلطان پوری

نزیل جامعہ اسلامیہ لاہور

۲ مئی ۲۰۰۲ء / ۱۹ صفر المظفر ۱۴۲۳ھ